انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

تذکار

جانثارانِ تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر صاحبزادہ انوار احمد بگوی

تذکار

جانثارانِ تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر انوار احمد بگوی

• مکتبہ حزب الانصار شارع مسجد بگویہ بھیرہ ضلع سرگودھا

• الگوی۔245/بی۔ویلنشیا ٹاؤن، لاہور

042-35189209

نام کتاب:۔	تذکار جانثاران ختم نبوت
مولف:۔	ڈاکٹر انوار احمد بگوی
ٹائیٹل:	محمد طیب رشیدی
کمپوزنگ:۔	عارف عثمان
صفحات:۔	160
طبع اوّل:۔	دسمبر 2009ء
مطبع:۔	عکاظ پرنٹرز لاہور 042-37574180

ملنے کا پتہ:

مکتبہ حزب الانصار شارع مسجد بگویہ بھیرہ ضلع سرگودھا

فہرست

پیش لفظ

مسلم اور غیر مسلم کے درمیان فرق ختم کرنے والا کلمہ، کلمہ طیبہ ہے۔ چنانچہ اسلام قبول کرنے کیلئے کلمے کی ان چار بنیادی باتوں کو نہایت واضح اعلان اور کسی تحفظ کے بغیر ان کا صاف اقرار بہت ضروری ہے۔

ا۔ تمام معبودوں کا انکار۔

ب۔ صرف ایک معبود حقیقی۔ اللہ پر ایمان۔

ج۔ حضرت محمدؐ کا وجود برحق۔

د۔ اور صرف وہی اللہ کے (آخری) رسول ہیں۔

اس اعتراف کا آخری حصہ دراصل ایمان کی عالی شان عمارت کے کونے کا پتھر ہے جس کے بغیر عمارت مضبوط ہوتی ہے اور نہ مکمل۔ اس پتھر میں خوبصورتی بھی ہے اور نقشے کی تکمیل بھی۔ علامہ اقبال نے بجا کہا۔

اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نا مکمل ہے۔

انگریز نے رسالت کے اسی پتھر کو اکھیڑنے کی نامراد کوشش کی ہے۔ تاہم اللہ ہی کے فضل و کرم اور نبی اکرمؐ کی برکت سے انگریزی سامراج کا لگایا ہوا دیسی نبوت کا یہ پودا پچھلے سوا سو سال سے مسلسل پھر بھی رُو بتنزل اور مائل بہ انجام ہے۔ یہ کام دراصل تمام جماعتوں کے علمائے حق، اللہ اور رسولؐ کے نام پر مر مٹنے والے مسلم عوام اور جانثار کارکنوں کی محنت سے تکمیل پذیر ہے۔ یہ مشہور اور بے نام چہرے پورے برصغیر کے کونے کونے، چپے چپے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ کابل سے رنگون تک، کشمیر سے کراچی تک، کٹھمنڈو سے سری لنکا تک۔ کوئٹہ سے نواکھلی تک۔ ہر خطے میں، ہر زبان میں، برصغیر کے ہر سب کلچر میں۔

"تذکار جانثارانِ تحریک ختم نبوت" درحقیقت معروف محقق اور پنجاب کے جانے پہچانے منتظم صحت ڈاکٹر صاحبزادہ انوار احمد بگوی کی ضخیم علمی اور تحقیقی کتاب "تذکار بگویہ" جلد دوم (صفحات 924 مطبوعہ 2009ء مجلس حزب الانصار شارع جامع مسجد بگویہ بھیرہ ضلع سرگودھا کا ایک اہم باب ہے جو 1953ء کی پہلی ملک گیر، اسلامی اور فکری تحریک ختم نبوت کا احاطہ کرتا ہے۔ یہ تحریر صفحہ 405 سے 468 تک پھیلی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر بگوی صاحب نے اگرچہ عمومی طور پر وسطی پنجاب کے ضلع سرگودھا اور اس کے اہم تاریخی قصبہ بھیرہ شہر کا تفصیل سے ذکر کیا ہے تاہم اس کتاب میں جہاں قادیانیت کی حقیقت، اس کی تاریخ، مرزا صاحب کے دعاوی، علماء کی مساعی، مرزائیت کے سرکاری فروغ اور دیگر محرکات واثرات کا بیان آیا ہے وہاں ڈاکٹر بگوی صاحب نے متحدہ پاکستان اور پنجاب میں 1953ء کی تحریک ختم نبوت کا بڑی تفصیل اور جامعیت سے احاطہ کیا ہے۔ آخر قیام پاکستان کے پانچ سال بعد قادیانیت کے خلاف اتنی شاندار جدوجہد کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ چنانچہ ڈاکٹر بگوی صاحب کی یہ کتاب تحریک ختم نبوت کے عام کارکنوں، طالب علموں، دین داروں اور وابستہ اہل علم وتحقیق کیلئے معلومات، واقعات، ہدایت اور جذبات کا نادر ذخیرہ ہے۔ عقیدہ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کیلئے مختلف مقامات پر علمی، تحقیقی اور تحریکی کام ہو رہے ہیں۔ بہت سا ذخیرہ دوسری زبانوں میں منتقل ہو رہا ہے۔ تاہم ہر آنے والے دن کے ساتھ نئی نسل کے لوگ سامنے آتے ہیں۔ چنانچہ تعلیم یافتہ طبقہ۔ جدید اور قدیم۔ قادیانیت کے بارے میں لاعلم ہے۔ بعض قادانیت کے خلاف کوششوں کو مولویانہ چشمک۔ بعض مذہبی تعصب اور بعض مولویانہ تنگ نظری سمجھتے ہیں۔ چونکہ قادیانیوں کی پبلک سرگرمیاں اب اونچے سروں میں سنائی نہیں دیتیں اس لیے گٹر کے پانی کی طرح یہ زہر سطح زمین کے نیچے بہہ رہا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے تین بنیادی حقائق۔ توحید، رسالت، معاد۔ میں رسالت کا درجہ ثلث کا، درمیانی اور بنیادی ہے اس پر کامل ایمان کے بغیر کوئی فرد مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔

جانثاران ختم نبوت کے دلاویز اور ایمان افروز تذکرے کے ساتھ ضروری تھا کہ نئی نسل

کو یہ بھی بتایا جائے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی جماعت کے عقائد کیا ہیں۔ انہوں نے کس طرح اللہ جل شانہ۔ نبی کریمؐ انبیاء کرامؑ، صحابہ رضوان اللہ علیہم۔ قران حکیم، حرمین شریفین، اُمّت کے علماء اور اولیاء، اپنے مخالفین اور عام مسلمان کے خلاف غلط بلکہ غلیظ زبان استعمال کی ہے اور کس طرح امت محمدیہ کی وحدت ورسالت میں نقب زن ہوئے اور کیونکر اپنا الگ دین اور الگ امت تشکیل دی ہے۔ ان تمام معلومات اور اطلاعات کیلئے ڈاکٹر بگوی کی کتاب کے ساتھ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے محقق مولانا عزیز الرحمن جالندھری کا تحقیقی مقالہ شامل اشاعت ہے۔ اس تحریر سے کتاب کی افادیت میں بہت اضافہ ہوگیا ہے۔ اس کتاب میں خصوصی طور پر مولانا جلیل احمد صاحب مدنیہ منورہ اور ڈاکٹر ندیم مقبول صاحب کی خصوصی توجہ اور دعائیں شامل ہیں۔

ڈاکٹر صاحبزادہ انوار احمد بگوی گولڈ میڈلسٹ اپنی تعلیم اور کیریئر کے اعتبار سے پبلک ہیلتھ فزیشن اور محکمہ صحت پنجاب کے اہم عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ بطور ایڈوائزر ہیلتھ ریٹائر ہونے کے بعد آج کل مشہور رفاعی ادارہ حجاز ہسپتال گلبرگ تھری لاہور کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ہیں ان کی کتاب "تذکار بگویہ" جلد اول (صفحات 910 مطبوعہ 2009ء، بھیرہ) میں قریباً ایک سو صفحات پر قادیانیت کی تردید اور اس کے تعاقب کے حوالے سے بگوی علماء اور مشائخ کی خدمات کا ذکر موجود ہے۔ اللہ کریم کا احسان عظیم ہے کہ محترم محمد جلیل فضل کریم صاحب مدینہ منورہ اور ڈاکٹر ندیم مقبول صاحب کی توجہ اور دعائیں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری حقیر کوششوں کو قبول فرمائے اور ہماری مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ آمین بحرمتِ نبی الامین ﷺ

فیاض اختر

حرفِ حق

میرے خیال میں جہاں تک قادیانیوں کے غیر مسلم ہونے کا تعلق ہے اس بارے میں کسی قسم کی بحث کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مذہب کے حوالے سے کسی بھی رائے، فتویٰ اور فیصلے کا حق انہی کو ہے جو مذہب کو اہمیت دیتے ہیں، اپنی زندگی میں عملی طور پر لاگو کرتے ہیں، اپنی زندگی اس کو سمجھنے، اس پر عمل کرنے اور اس کو دوسرں تک پہنچانے میں گزار دیتے ہیں۔ انہی مذہبی لوگوں کی نمائندگی علماء، فقہاء اور اولیاء کرتے ہیں۔ اب دنیا بھر میں مسلمانوں کی نمائندگی کرنے والوں میں سے کوئی ایک تنظیم، جماعت یا فرقہ ایسانہٗ ملے گا جس نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار نہ دیا ہو۔ پھر پاکستان کی قومی اسمبلی میں ممکن حد تک عادلانہ ومنصفانہ کاروائی کے بعد پاکستانی مسلمانوں کی تمام نمائندہ جماعتوں نے اجتماعی طور پر اس مسئلے کو ہمیشہ کے لیے حل کر دیا ہے۔ اب اگر کوئی قادیانی انفرادی طور پر قوم کے اجتماعی فیصلے سے اختلاف کرتا ہے تو یہ اختلاف اس مسئلے پر اختلاف رائے کی بجائے اس فرد کا ذاتی اختلاف ہے۔ اور یہ اختلاف ہمارے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

الحمدللہ، ہم جیسا ایک عام مسلمان بھی اسلام کے بنیادی عقائد سے آگاہ ہونے کے باعث یہ جانتا ہے کہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق رسالت پر ایمان لانا لازمی ہے۔ رسول پر ایمان لانے کا یہ مطلب نہیں کہ زبان سے رسول اللہ ﷺ کا ذکر تو کر دیا جائے لیکن جب عمل کا وقت آئے تو قادیانیوں کے بارے میں دل میں نرم گوشہ ہو۔

آپ ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کو سچا اور آخری نبی مانا جائے اور دل میں یہ بات جاگزیں ہو کہ

☆ آپ ﷺ سے محبت ایمان کا تقاضا ہے۔ اس کے بغیر ایمان نامکمل ہے

☆ آپ ﷺ جو بات کہتے ہیں وہ وحی پر مبنی ہے۔

☆ آپ ﷺ کے حکم کا ماخذ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے اور وہ واجب الاتباع ہے۔

☆ آپ ﷺ اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں آپ ﷺ کے بعد جو بھی کسی قسم کی نبوت کا رسالت کا دعویٰ کرے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

☆ قرآن کے الفاظ کی جو تشریح آپ ﷺ نے فرمائی ہے وہی امت کے لیے مسلّم ہوگی۔

پورے تیرہ سو سال سے امت اس مسئلہ پر متفق ہے کہ آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا کذاب، دجال اور جھوٹا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں دعویٰ نبوت کرنے والے سے باقاعدہ جہاد کیا گیا۔ اس کے بعد بھی امت مسلمہ نے نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو کبھی مسلمان نہیں سمجھا۔ شریعت تو اس مسئلہ پر

اتنی حساس ہے کہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کرنے والے سے ثبوت مانگے اس کا ایمان بھی ضائع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جس نے دلیل مانگی اُسے آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر شک ہوا لہٰذا اُس کا ایمان بھی ضائع ہوگیا۔ مرزائی مسلمانوں کے لیے چوہڑے چمار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جو لوگ مرزائیوں سے دوستی اور تعلق کی خاطر ان سے میل ملاقات رکھتے ہیں انہیں اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔ وہ کس منہ سے شافع محشر کے حضور پیش ہوں گے۔ افسوس کا مقام ہے ان لوگوں کے لیے جو مرزائیوں کے لیے نرم گوشہ رکھتے ہیں۔

زیر نظر کتاب ''تذکار جانثارانِ ختم نبوت'' میں بگوی علمائے کرام نے قادیانیت کا خوب تعاقب کیا ہے۔ تقریری محاذ پر بھی، قلمی محاذ پر بھی اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر کے بھی، مجلس حزب الانصار بھیرہ مبارک بادی مستحق ہے کہ وہ ہر قدم اور ہر موقع پر ختم نبوت کے قافلے کی روح رواں رہی ہے۔ اور اہل بھیرہ کے جذبات و احساسات انہی کے دم قدم سے جواں رہے ہیں۔ یہ وہ خدمت ہے جو ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔

جو شہادت کا جام پیتے ہیں
سچ ہے مرتے نہیں وہ جیتے ہیں
عرشِ اعظم پر نام ہے ان کا
کملی والا امام ہے ان کا

مجلس حزب الانصار بھیرہ کا ترجمان ماہنامہ شمس الاسلام نے بھی مولانا ظہور احمد بگوی کے زیر ادارت قادیانیوں کے عزائم مزمومہ کو بے نقاب کیا اور مسلمانان پاکستان کو اس مکروہ فتنے سے روشناس کرایا۔ شمس الاسلام میں ملک کے نامور حضرات کے مضامین ختم نبوت کے حوالے سے چھپتے رہے۔ جن میں چند حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں: (۱) مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ (۲) مولانا سید مودودی رحمۃ اللہ علیہ (۳) مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ (۴) مولانا طالوت رحمۃ اللہ علیہ (۵) مولانا سید امداد اللہ جالندھری۔ بھیرہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ مردوں کے شانہ بشانہ خواتین اور بچوں نے بھی تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر انوار احمد صاحب بگوی کا جو تعارف جناب سید قاسم محمود نے تذکار بگویہ میں لکھا ہے اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کی شخصیت پر روشنی ڈالنا سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہے لہٰذا ان کا نذرانہ عقیدت من و عن پیش کر رہا ہوں:

لیکن یہ حقیقت ہے کہ ڈاکٹر انوار احمد صاحب' کہ جو اپنے نام کے ساتھ اپنے رُوحانی اور علمی خاندان کا صفاتی نشان ''بگوی'' ضرور بالضرور چسپاں کیے رکھنے پر اصرار کرتے ہیں' اپنی حیاتِ مستعار کے چالیس برس سرکاری ملازمت کے خستہ حال کمروں میں بیٹھ کر' دیمک خوردہ فائلوں کے مطالعات میں ضائع کر دیے ہیں۔ آدمی کو اُسی راہ پر چلنا چاہیے' جس کی آبلہ پائی کے لئے قدرت نے اُسے پوری پوری صلاحیت و قابلیت

سے نواز کر خلق کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوئے جس کا سرچشمۂ فیضان ساڑھے تین سو برس سے' پورے برعظیم پاک و ہند اور بالخصوص پنجاب کے مسلمانوں میں جاری و ساری ہے۔ اُن کے اجداد شاہ ولی اللہ کے براہ راست تلمیذ اور اُن کے جلیل القدر فرزندوں کے رفیق کار ہیں۔ انہوں نے پنجاب کے مرکزی قصبے بھیرہ میں ولی اللٰہی تحریک کی جوت پنجاب میں جگائی۔ خاندانِ بگوی کی روشنی میں آج تک ہزار ہا لوگ روحانی سکون اور قلبی طمانیت کی زندگی گزار رہے ہیں' لیکن نہیں جانتے کہ یہ روشنی کہاں سے آئی ہے۔ چراغ کو مسلسل تیل نہ ملتا رہے تو روشنی مدھم ہو جاتی ہے۔ ہماری بیشتر مُسلم آبادی نے خاندان بگویہ کا نام بھی نہ سُنا ہوگا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ڈاکٹر انوار احمد ابتدائے جوانی ہی میں تکمیل تعلیم کے بعد' چراغ میں نیا تیل ڈالنے کے کام پر لگ جاتے' جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں بے پایاں صلاحیت و وسائل سے نوازا بھی تھا' لیکن وہ جو برطانوی سامراج ہمارے نوجوانوں میں خوئے غلامی چھوڑ گیا ہے' اُس کی وجہ سے ہر پاکستانی نوجوان اپنا ملجا و ماوا سرکاری ملازمت ہی کو سمجھتا ہے۔ اِس روّیے کا نقصان' ہمیں یہ پہنچا کہ ایک پیدائشی محقق و مصنف' جسے چالیس برس پہلے اِس راہ پر آنا چاہیے تھا' وہ اب سرکاری ملازمت سے سبک دوش ہونے کے بعد گراں بار ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب پچھلے برس اپنے واجب التعظیم بزرگوں کے حالات و آثار و خدمات پر ''تذکار بگویہ'' کے عنوان سے ایک ضخیم کتاب شائع کر چکے ہیں' جس میں 1650ء سے 1945ء تک' تین صدیاں سموئی گئی ہیں۔ اب اِس کی جلد دوم سامنے آئی ہے' جس میں 1945ء سے 1975ء تک کے حالات و آثار انتہائی دلچسپ اور سادہ و سلیس پیرائے میں بیان ہوئے ہیں۔ اور اب تازہ دم ہو کر ڈاکٹر صاحب نے ''تاریخ بھیرہ'' مرتب کرنے کی ٹھانی ہے' اور اِس شیر شاہی شہر کی خاک کے ذرّے چھاننے کا ہمالیائی کام اپنے سر مول لیا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ جب وہ اس پہاڑ سے اُتریں گے' اور اپنے سامنے ایک وسیع و عریض' کانٹوں بھرا' رُوحانی و دنیاوی مسائل میں گھرا ہوا صحرا دیکھیں گے تو کیا وہ نئی آبلہ پائی کے لئے خود کو تیار کریں گے؟ کاش' انہوں نے اپنی عُمرِ عزیز کے چالیس برس ضائع کرنے کی بجائے' اور ابتدا ہی سے اپنے اجداد کا عِلم' علم اور قلم تھامے رکھتے۔ اور جناب ڈاکٹر ندیم مقبول صاحب کی کوشش اور تعاون کے بھی ہم تہہ دل سے شکر گزار ہیں۔ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی تمام مساعی جمیلہ کو اپنے بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین

عنایت اللہ رشیدی

12-10-09

مولف کے حالات

راقم السطور 14 اکتوبر 1944ء 14 شوال 1362ھ بروز جمعرات بھیرہ میں پیدا ہوا۔

جامع مسجد میں قرآن حکیم پہلے حفظ پھر ناظرہ ایک قاری صاحب سے شروع کیا۔ تیسویں پارے کی سورتیں بھی یاد کیں تاہم ختم قرآن استاد حافظ غلام یسٰین مرحوم سے کیا۔ کچی پکی اسلامیہ پرائمری سکول اندرون دروازہ چک والا بھیرہ اور پرائمری اسی اسکول کی مین شاخ سے کی جسے اسلامیہ پرائمری سکول کربلا کہا جاتا تھا۔ کیونکہ وہاں ہر سال دسویں محرم کو شہر بھر کے شیعان علی تابوت شبیہات کے ساتھ گراؤنڈ میں ماتم کرتے ہیں۔ پانچویں کے وظیفے کے امتحان میں بمشکل پاس ہوا البتہ مڈل کے ورنیکولر امتحان میں اعلیٰ درجہ اور میٹرک میں پورے ضلع میں پوزیشن لی۔ گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ سے میٹرک میں وظیفہ لیا اور گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف ایس سی کی۔ اس امتحان میں پنجاب سطح پر اعلیٰ نمبر لیے پانچ سال کیلئے تعلیمی وظیفہ ملا اور کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ایم بی بی ایس امتحان پاس کیا۔ دوران سروس ادارہ حفظان صحت لاہور سے ڈپلومہ ان پبلک ہیلتھ اعلیٰ نمبروں اور اعزاز کے ساتھ پاس کیا۔ ساتھ ساتھ دینی تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری رہا۔ بھیرہ میں مختلف اساتذہ سے فارسی ادب و گرامر، عربی گرامر اور عربی و فارسی میں ہدایہ اولین تک فقہ کی کتابیں پڑھیں۔ میڈیکل کالج کے زمانے میں مولانا امین احسن اصلاحی رحمان پورہ لاہور میں رہتے تھے انہوں نے جدید علوم کے طلبہ کیلئے اپنی قیام گاہ پر حلقہ تدبر قرآن کا آغاز کیا۔ برادرم خالد مسعود مرحوم کی تحریک پر راقم پہلے روز سے درس میں شامل ہو گیا۔ ان رفقاء میں محترم خالد مسعود مرحوم، سلیم کیانی صاحب، محبوب سبحانی صاحب ماجد خاور صاحب، حمید المشرقی صاحب، محمود احمد لودھی صاحب، عبداللہ غلام احمد صاحب، محمد احسن خان صاحب، سعید احمد صاحب، محمد صادق صاحب، محمد انور چوہدری صاحب وغیرہ شامل تھے، ڈاکٹر اسرار احمد

صاحب بانی تنظیم اسلامی ساہیوال سے لاہور منتقل ہو کر بعد میں اس میں شامل ہوئے۔ تاہم تدبر قرآن کی پہلی جلد، مولانا کے ذوق کے مطابق شائع کرنے کا اعزاز ڈاکٹر صاحب کو حاصل ہوا۔

مولانا اصلاحی کے ہاں، اصل مطالعہ تو قرآن کا تھا جس میں عربی زبان، ادب، اصول تفسیر، ترجمہ اور مفہوم میں تقابل تفاسیر، اور کلامی مباحث اور حکمت و بلاغت پر تو مختلف پیرائے میں بات ہی تھی، ادبی کلاسیک، غالب، سیاسیات کی باتیں بھی آجاتی تھیں۔ بھیرہ کے گھر میں اردو کے بچوں اور بڑوں کے رسائل فراوانی سے آتے تھے۔ نوائے وقت اور امروز تو شروع سے پڑھنے کا موقع ملا۔ راقم آٹھویں جماعت میں تھا جب پہلی بار والد گرامی نے مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی کی کتاب "فلسفہ اخلاق" دی اور اس میں "پابندی وقت" پر مقالہ پڑھ کر مضمون لکھنے کی ترغیب دی۔ اس وقت تک نسیم حجازی، اے آر خاتون، ایم اسلم، رئیس احمد، عبدالحلیم شرر ڈپٹی نذیر احمد اور راشد الخیری ختم ہو چکے تھے۔ علمی اور دینی ذوق میں والد ماجد، والدہ محترمہ اور ہر سطح کے اساتذہ کا بہت اہم رول رہا ہے۔ چنانچہ مطالعہ کا شوق وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ علمی، ادبی اور دینی مطالعے کو میڈیکل سٹڈیز پر ترجیح حاصل ہو گئی۔ 1968ء میں (ایڈہاک) تقرری سے دوسالہ توسیع کے ساتھ 2006ء میں حتمی ریٹائرمنٹ تک محکمہ صحت پنجاب میں درج ذیل عہدوں پر کام کیا۔

میڈیکل آفیسر انتقال خون سروس اور لاہور جنرل ہسپتال
پتھالوجسٹ و پروگرام ٹریننگ آفیسر ڈسٹرکٹ ہسپتال سرگودھا
ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر میانوالی، فیصل آباد اور سرگودھا
پرنسپل پیرامیڈیکل سکول سرگودھا
ڈائریکٹر ہیلتھ سروسز بہاولپور اور لاہور ڈویژن
میڈیکل سپرنٹنڈنٹ جناح ہسپتال و چلڈرن ہسپتال لاہور
ڈائریکٹر پلاننگ ڈویلپمنٹ اور ادارہ ترقی صحت پنجاب
سیکرٹری پنجاب میڈیکل فیکلٹی لاہور
ایڈیشنل سیکرٹری (ٹیکنیکل) محکمہ صحت پنجاب
ایڈوائزر صحت (ٹیکنیکل) محکمہ صحت پنجاب

دورانِ سروس پنجاب 1971ء میں BEST DHO کا طلائی تمغہ اور سند غلام حیدر وائیں وزیر اعلیٰ پنجاب سے حاصل کیا۔ دفتر میں اردو زبان کی ترویج کے حوالے سے ڈاکٹر سید محمد عبداللہ مرحوم سے نشان سپاس عطا ہوا۔ سیاسی اور فوجی میدانوں سے ناموافقت کی بنا پر تین بار آفیسر بطور خاص بھی رہا۔ تاہم محکمہ صحت برابر قدر کرتا اور خدمات لیتا رہا۔

زمانہ طالب علمی میں جمعیت الطلبہ اور زمانہ ملازمت میں پاکستان ڈاکٹر فورم اور پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن سے تعلق رہا۔ بھیرہ اور خاندان بگویہ کی تاریخ، حزب الانصار، دارالعلوم عزیزیہ اور شمس الاسلام کی خدمات اور جامع مسجد بھیرہ کے مرتبہ ومقام کا احساس رہا اور ان کے ساتھ ہمیشہ سے دلی اور عملی تعلق رہا ہے۔

پہلا باضابطہ مضمون ماہنامہ شمس سالاسلام بھیرہ میں 1961ء میں شائع ہوا۔ 1965ء میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور کے سالانہ رسالے "کیمکول" کا مدیر مقرر ہوا اور ایک شاندار اور ضخیم شمارہ مرتب کیا۔ 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے علاوہ کے ای میڈیکل کالج کی تاریخ میں پہلی بار پنجابی کا علیحدہ حصہ شائع ہوا۔ جس میں راقم کے اداریئے کا عنوان "جھات" تھا۔ 1975ء سے شمس الاسلام کی مجلسِ ادارت میں شامل رہا ہے۔ قبل ازیں گورنمنٹ کالج لاہور کے کواڈرینگل ہاسٹل (اب اقبال ہاسٹل) کی ادبی سرگرمیوں میں حصہ لیا اور مضمون نویسی کے مقابلوں میں انعام لیا۔ تحریروں میں پاکستان، اسلام، ملکی سیاست، عمرانیات، بھیرویات (بھیرہ کی تاریخ اوراحوال)، تنقید، میڈیسن اور سفرنامہ موضوع رہے ہیں۔

مطبوعات میں تذکار بگویہ جلد اول اور جلد دوم اور سوانحی، طبی اور سفری مضامین، کتابچے اور مراسلے شامل ہیں۔

1968ء میں صاحبزادہ عبدالغفور بگوی مرحوم کی بیٹی فرحت احمد سے شادی ہوئی۔ دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ بڑے بیٹے صاحبزادہ احمد منصور بگوی ایم بی اے، ایل ایل بی ہیں اور ملازم ہیں دوسرے بیٹے صاحبزادہ احمد منیب بگوی ایم کام ہیں اور تدریس کرتے ہیں۔ بڑی بیٹی مریم منزہ عامر ایم ایس نفسیات ہیں اور چھوٹی عائشہ صدیقہ ایم اے عمرانیات اور جامعہ پنجاب کی گولڈ میڈلسٹ ہیں جو لاہور کی ایک یونیورسٹی میں پڑھاتی ہیں۔

کتاب کے بعد، سیاحت اور پیدل سیر کرنا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ پہلے سرگودھا میں اور اب لاہور میں جزوقتی میڈیکل پریکٹس بھی ہے اس کے ساتھ شعبہ پبلک ہیلتھ میں فری لانس سینئر

کنسلٹنٹ بھی ہیں۔ قریباً سال بھر سے حجاز ہسپتال لاہور کے ایم ایس کے طور کام کر رہے ہیں۔

حال ہی میں خاندان کے افراد پر مشتمل "الافتخار بگویہ فاؤنڈیشن بھیرہ۔ بگہ شریف تشکیل دی ہے۔ یہ ایک غیر سرکاری تنظیم ہے۔ جس میں محدود علاقے کے عام لوگوں کے لیے متعدد تعلیمی، صحی، سماجی اور اجتماعی خدمات زیر عمل ہے۔

بحوالہ "تذکار بگویہ" جلد اول

(مطبوعہ 2009ء بھیرہ صفحہ 698 تا 700)

تحریک ختم نبوت 1953ء

ایک مسلمان محبت رسولؐ اور ختم نبوت کو الگ الگ نہیں کرسکتا۔ دونوں امور اس کے ایمان کا حصہ اور اس کی زندگی کا چلن ہیں۔ ہندوستان میں اپنے دوسو سالہ قبضے کے خاتمے پر جب انگریز 1947ء میں یہاں سے رخصت ہوا تو اپنے پیچھے جو یادگاریں چھوڑ گیا ان میں انگریزی تہذیب اور زبان، سول ملٹری اور عدالتی نوکر شاہی اور مسئلہ کشمیر کے علاوہ اسلام میں ایک نئی نبوت بھی تھی۔ انگریز اور اس کے خانہ زادوں کی یہ جسارت اسلامی تاریخ میں منفرد واقعہ تھا جس پر برصغیر کے مسلمانوں کا ردعمل بالکل فطری اور حقیقی تھا۔ تحریک ختم نبوت کی تفصیل میں جانے سے پہلے ضروری ہے کہ انگریزی عہد کی اس سرکاری اور دیسی نبوت کی حقیقت سے آگاہی ہو۔

قادیانیت کے بانی:

قادیانی مذہب کے بانی اور داعی مرزا غلام احمد 1839ء میں قادیان ضلع گورداس پور صوبہ پنجاب میں پیدا ہوا جب راجہ رنجیت سنگھ کے خاندان کی حکومت پنجاب میں انگریزوں کے ہاتھوں دم توڑ رہی تھی۔ دینی اور درسی تعلیم مکمل کرنے کے بعد قریباً چار سال تک مرزا نے ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازمت بھی کی۔ اس دوران مرزا نے مختاری کا امتحان دیا مگر کامیاب نہ ہوسکا۔ البتہ درجہ بدرجہ ترقی کرتے ہوئے 1900ء میں اس نے نبی اور رسول کا دعویٰ کر دیا۔

1908ء میں بعارضہ اسہال لاہور میں فوت ہوا اور قادیان میں پیوند خاک ہوا۔

قادیانی مذہب کے اصل معمار اور دماغ حکیم مولوی نورالدین 1841ء/1258ھ میں بھیرہ ضلع شاہ پور (اب ضلع سرگودھا) صوبہ پنجاب میں پیدا ہوا۔ ان کے والد حافظ غلام رسول صاحب بھیرہ کے محلہ پاکستانی (پہلے محلہ معمار نوالہ) کی مسجد کے امام تھے۔ بھیرہ میں قیام

کے دوران حکیم نوردین نے درجہ وسطی تک کتابیں علامہ قاضی احمد الدین بگوی ؒ سے پڑھیں جب وہ 'بگہ' سے بھیرہ آکر محلہ شیخانوالہ کی مسجد میں قیام پذیر تھے۔ اس کے علاوہ قیام بھیرہ میں جامع مسجد کی تعمیر کے دوران اور بگہ، لاہور اور دیگر علمی اسفار کے دوران طلبہ کا درس چلتا رہتا تھا۔ اور علامہ بگوی ؒ طلبا کو ان کے کورس کی کتابیں پڑھاتے تھے۔ رام پور اور بھوپال کے علماء کے حلقہ ہائے درس میں شامل ہو کر حکیم نوردین نے اپنی دینی تعلیم مکمل کی۔ لکھنو میں طبابت سیکھنے کے بعد معاش کے لئے حکیم نوردین نے طب کو اپنا پیشہ بنایا۔ اس سلسلے میں اس نے بڑی دوراندیشی اور موقع شناسی سے درباری طبابت کو ترجیح دی اور اس فارما کو پیا پر توجہ مرکوز کی جو کیمیا گری اور عیاشی کے لئے راجوں نوابوں کو محبوب اور مطلوب ہوتی تھی۔ حکیم نوردین ابتدائی زندگی سے روشن خیال اور آزاد خیال واقع ہوا تھا۔ دوران تعلیم وہ بحث مباحثہ اور منطق ومعقول کا دلدادہ تھا۔ وہ شاہ اسمٰعیل شہید ؒ کے نظریات کے پرجوش حمایتی بھی رہا۔ تعلیم اور حج سے فراغت کے بعد حکیم صاحب بھیرہ لوٹے۔ یہاں اس نے اپنا مطب کھولا اور دواسازی شروع کی۔ اس کے آزاد خیالات، غیر مقلدانہ روش اور جمہور کے معمولات کی مخالفت کے باعث بھیرہ میں عام فقہی بحث ومباحثہ اور فرقہ وارانہ اظہار رائے کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس وقت مولانا عبدالعزیز بگوی ؒ شاہی مسجد کے خطیب، آبائی دارالعلوم کے مہتمم اور صدر مدرس کے علاوہ علاقے کے قاضی بھی تھے۔ ان کے ساتھ مولانا غلام رسول چاوی ؒ محلہ پراچگان کی مسجد کے خطیب، مدرس اور علاقے کے مفتی تھے۔ نزاعی معاملات پر بات بڑھتی چلی گئی اور سینئر علماء تک پہنچ گئی۔

چنانچہ مقامی اور علاقے کے چند ممتاز علماء کے ساتھ حکیم نوردین کا پہلا تقریری مناظرہ جامع مسجد بگویہ کے وسیع صحن میں منعقد ہوا۔ ایک طرف سنی علماء تھے اور دوسری طرف حکیم نوردین اور دوسرے غیر مقلد اصحاب۔ 25-26 جمادی الثانی 1288ھ/12-13 ستمبر 1871ء پہلے دو روز تقاریر ہوتی رہیں اور مباحثہ چلتا رہا۔ تیسرے روز مسجد محلہ پراچگان میں ایک عام اجتماع میں فیصلہ ہوا کہ حکیم مولوی نورالدین اور ان کے ہم فکر ساتھیوں کا سماجی مقاطعہ یعنی سوشل بائیکاٹ کیا جائے۔

(تفصیلات کے لئے دیکھئے "تذکار بگویہ"

جلد اول صفحات 184 تا 186 اور صفحات 196 تا 200)

بھیرہ کے مناظرے اور اس کے زیر اثر عوام اور علماء میں جو شکوک و شبہات پیدا ہوئے۔ اس کے نتیجے میں بھیرہ جیسے روادار اور بردبار مذہبی اور علمی شہر میں کسی مخالف کا حقہ پانی بند ہونا غیریت' نفرت اور بے زاری کا شدید مظاہرہ تھا۔ اس بائیکاٹ سے حکیم نور دین کا مطب بھی متاثر ہوا۔ چنانچہ اس نے یہاں سے نکل جانے میں عافیت جانی۔ بائیکاٹ کے فیصلے کے خلاف حکیم نور دین اور ان کے مقامی احباب مختلف سول عدالتوں میں مقدمات لڑتے رہے تا آنکہ چیف کورٹ نے 3 دسمبر 1875ء کو مدعا علیہ فریق یعنی بگوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء کو تمام الزامات سے بری قرار دے کر مقدمہ خارج کر دیا۔ پرانے رابطوں کے ذریعے کسی طرح حکیم نور دین' مہاراجہ جموں کے معالج خاص مقرر ہو گئے اور یوں وہ مالی طور پر آسودہ اور معاشی پریشانیوں سے آزاد ہو گیا۔ اسی دوران کسی ذریعے سے سیالکوٹ میں مرزا غلام احمد اور حکیم نور الدین میں رابطہ ہوا اور یہ دوستی بالآخر قریبی تعلق' ہم خیالی اور بیعت اطاعت تک پہنچ گئی۔ مرزا کی موت کے بعد حکیم نور دین چھ سال تک قادیانی جماعت کا پہلا خلیفہ رہا۔ وہ خلیفۃ المسیح الموعود اور نور الدین اعظم کہلایا۔ وہ گھوڑے سے گر کر شدید زخمی ہوا۔ موت کے چند روز قبل اس کی زبان بند ہو گئی تھی۔ وہ 13 مارچ 1914ء کو مرا اور قادیان میں زمیں بوس ہوا۔ مرزا کا حکیم نور دین کے بارے میں ایک شعر ہے۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک
زامت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر،
از نور یقیں بودے

قادیانیت ---- دعویٰ اور عقیدہ:

مرزا نے مطالعۂ مذاہب خصوصاً مسیحیت' سناتن دھرم اور آریہ سماج میں بہت دلچسپی لی۔ دراصل انیسویں صدی کی آخری دہائیاں مذہبی مناظروں' مباحثوں اور الزام تراشیوں کا دور تھا۔ ہندو اور عیسائی مبلغوں کی دریدہ دہنیوں کے خلاف اور اسلام کی حمایت میں مرزا غلام احمد نے براہین احمدیہ کے نام سے (84-1880ء) تفصیلی دلائل لکھنے کا

اعلان کیا۔ اشتہار کے ذریعہ اعلان میں اس نے 50 جلدیں لکھنے کا وعدہ کیا مگر مشکل سے پہلے چار اور پھر آخری عمر میں پانچویں جلد لکھ کر قارئین کو مطمئن کیا کہ "50 کی بجائے 5 پر اکتفا کریں۔ صرف ایک نقطہ کا فرق رہ گیا ہے"۔ کتاب کی عام پذیرائی ہوئی اور بطور مبلغ مناظر و خادم اسلام مرزا یکبارگی اہل علم اور عام مسلمانوں میں مشہور ہو گئے۔ مگر اس کتاب میں کثرت سے الہام وابہام' کشف' مکالمات خداوندی' پیشین گوئیاں اور لمبے چوڑے دعوے ملتے ہیں۔ بظاہر اسلام کی حمایت اور عام مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنا مطلوب ہیں مگر بباطن مرزا نے اس کتاب کے ذریعے اپنی شخصیت کو ابھارا اور آنے والے دعووں کی بنیاد رکھی ہے۔ چنانچہ

1882ء میں خود کو اس خدمت کے لئے مامور من اللہ قرار دیا۔

1890ء تک مرزا نے مجدد اور مثیل مسیح کا دعویٰ کیا۔

1891ء میں مرزا نے مسیح موعود ہونے کا اعلان کر دیا۔

1900ء میں بالآخر مرزا نے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

اس دوران مرزا غلام احمد صاحب نے اہل علم کے اعتراضات کے جواب میں تین مختلف علمی اور مذہبی چولے بدلے۔ کبھی ظلی نبی اور کبھی بروزی۔ کبھی تشریعی نبی کبھی غیر تشریعی کبھی یوں کہ اطاعت رسول سے منصب نبوت عطا ہو سکتا ہے اور وہ ایک امتی نبی ہیں۔ مسیح کے ساتھ مہدی ہونے کا دعویٰ۔ ہندوؤں کے اوتار کرشنا بھی۔ گویا مرزا صاحب کو جہاں کسی تہذیب یا مذہب میں ایک آنے والے کی خبر ملی' جو ظاہر ہے کہ ہر قدیم صحیفے یا آسمانی مذہب میں ہے۔ اسے انہوں نے بڑی بے باکی اور ڈھٹائی سے اپنے اوپر فٹ کر لیا۔

متوازی اسلام:

مرزا غلام احمد اور حکیم نور الدین نے مل کر قادیانی دعاوی کو ایک عملی شکل دی۔ اس سلسلے میں قادیانیوں کے لئے عقائد' عبادات' مناسک' معاملات بلکہ داڑھی کی تراش خراش تک میں اختراعات کیں۔ مرزا کے بیعت یافتہ مریدوں اور مصاحبوں کے لئے صحابہ کرام' ان کی ازواج کے لئے امہات المومنین' ان کی بیٹی کے لئے سیدہ النساء' وحی' الہام' درود (جس میں مرزا اور ان

کے اہل خانہ شامل ہیں) 'سلام' اذان' نماز' مسجد' جنت البقیع کی جگہ بہشتی مقبرہ' بیت المال' خلیفہ' بیعت   غرض اسلامی طرز حیات کے تمام مظاہر' ارکین اور شعائر کے مقابلے میں مزعومہ مذہب کو انہی اصطلاحات اور ناموں سے پکارا گیا جو مسلمانوں میں اسلام کے آغاز سے رائج' مقبول اور مانوس ہیں۔ قادیانیوں کی مذہبی عبادات اور رسومات میں کیا پڑھا جاتا ہے۔ یقیناً یہ وہ نہیں ہے جو مسلمانوں کی مختلف جماعتیں مسنون سمجھ کر پڑھتی ہیں۔

مرزا نے مسلمانوں کے اندر سے ایک نئی امت بنانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنی نبوت ورسالت کے منکر مسلمانوں کے استیصال کے لئے درج ذیل اقدامات کئے۔

- قادیانی لڑکیوں کی مسلمان لڑکوں کے ساتھ شادی ممنوع۔ البتہ بحیثیت اہل کتاب مسلم لڑکی قادیانی لڑکے کے ساتھ بیاہی جاسکتی ہے۔
- مسلمان کا جنازہ پڑھنے اور قادیانی قبرستان میں تدفین کی ممانعت۔
- منکر مسلمانوں کی عام تکفیر' سخت وعید اور ان کے ساتھ کافروں جیسا رویہ رکھنے کی ہدایت۔
- منکر مسلمانوں خاص طور پر علماء کے لئے غلیظ گالیاں' بے ہودہ الزامات اور شدید لعن طعن۔
- سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور اسلام کی بعض برگزیدہ ہستیوں کا مذاق اور ان کی بار بار تضحیک۔
- جہاد منسوخ' انگریز کے خلاف مسلح جدوجہد کی ممانعت۔
- انگریزوں کی تابعداری' کاسہ لیسی اور خوشامد کے برملا اور مسلسل اعلان۔

مرزا کی شخصیت:

مسلمانوں کے نزدیک نبوت کے منصب پر فائز شخص جس کردار کا حامل ہوتا ہے قرآن اس پر ناطق اور شاہد ہے۔ معصوم عن الخطاء' تمام بشری غلطیوں' انسانی گمراہیوں اور شخصی عیبوں سے پاک صاف' صادق وامین' نبی اکرم ﷺ کی مکی اور مدنی زندگی کے تمام گوشے ان کے مخالفین اور معاندین کی نظروں کے سامنے رہے مگر کبھی کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ مرزا غلام احمد کی تحریروں اور

ان کے فرزند اور جانشین دوم مرزا بشیر الدین محمود کی وضاحتوں سے ان کا جو روپ سامنے آتا ہے وہ ایک عام دنیادار' نیم خواندہ' بیمار اور خود پرستی کے شکار کا ہے۔ ان کے ایک فرشتہ وحی کا نام ٹیچی ٹیچی ہے۔ اپنے اوپر والے دھڑ کی بیماری کو ایک زرد چادر اور نچلے والے دھڑ کی کثرت پیشاب کی بیماری کو دوسری زرد چادر کہہ کر خود کو حضرت مسیحؑ کا مثیل قرار دیتے ہیں جو دو زرد چادریں اوڑھے وہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ اہل علم نے مرزا کی شخصیت پر خوب بحث کی ہے اور بہت کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی شاعری زیادہ تر تک بندی' عربی میں زبان اور اردو میں عروض کی غلطیاں' نبوت و مہدویت کے دعوے ایک طرف' برصغیر کے پرجوش اور مخلص مسلمانوں کے لئے مرزا کو ایک معقول اور متوازن انسان قرار دینا ناممکن ہو گیا۔

قادیانیت اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ قادیانی مذہب کی حقیقت اور ملت اسلامیہ پر اس کے منفی اثرات سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ چونکہ ان کے اپنے خاندان میں نقب لگ چکی تھی اس لئے وہ بار بار اس فتنے کی اصلیت اور اس کے مہلک اثرات بیان کرتے رہے۔ قادیانیت کے بارے میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین' پنڈت جواہر لال نہرو کے نام اور روز نامہ STATESMAN دہلی کے نام خطوط "حرف اقبال" مرتبہ لطیف احمد شیروانی میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی درج ذیل نظم میں قادیانیت اور اس کے بانی کے بارے میں ان کے خیالات کو پڑھا جاسکتا ہے۔

"مرزا غلام احمد قادیانی" علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں:

عصر من پیغمبرے ہم آفرید
میرے زمانے نے ایک نبی بھی پیدا کیا
آنکہ در قرآن بجز خود را ندید
جس کو اپنے سوا قرآن میں کچھ نظر نہ آیا
تن پرست و جاہ مست و کم نگاہ
خود پسند' عزت چاہنے والا' کوتاہ نظر

اندرونش بے نصیب از لا الہٰ

اس کا دل لا الہٰ سے خالی ہے

در حرم زاد و کلیسا را مرید

مسلمانوں کے گھر پیدا ہوا اور عیسائیوں کا غلام بنا

پردۂ ناموس مارا پر درید

اس نے ہماری ناموس کے پردے کو چاک کرایا

دامن او گرفتن ابلہی است

اس سے عقیدت رکھنا حماقت ہے

سینۂ او از دل روشن تہی است

اس کا سینہ دل کی روشنی سے خالی ہے

الحذر! از گرمیٔ گفتار او

اس کی چرب زبانی سے بچو

الحذر! از حرف پہلو دار او

اس کی چالبازانہ باتوں سے بچو

شیخ او گردد فرنگی را مرید

اس کا پیر شیطان اور فرنگی کا غلام ہے

گرچہ گوید از مقام بایزید

اگرچہ وہ کہتا ہے کہ میں بایزید کے مقام سے بول رہا ہوں

گفت دیں را رونق از محکومی است

وہ کہتا ہے کہ غلامی میں ہی دین کی رونق ہے

زندگانی از خودی محرومی است

اس کی زندگی خودی سے محروم ہے

دولت اغیار را رحمت شمرد

غیروں کی دولت کو وہ رحمت جانتا ہے

رقصہا گردِ کلیسا کرد و مُرد

اس نے گرجا کے گرد رقص کیا اور مر گیا

OOOO

(بحوالہ ''قادیانیت ہماری نظر میں'' مرتبہ محمد متین خالد ص3-442)

قادیانت کے خلاف ردعمل:

انیسویں صدی کے آخر میں یورپی استعمار انگریزی، ولندیزی، پرتگالی، اسپینی، فرانسیسی اور دیگر ناموں کے ساتھ ایشیا اور افریقہ کے درجنوں ملکوں کو پامال کر رہا اور وہاں کے کروڑوں باشندوں کو سنگین کی نوک پر غلام بنا رہا تھا۔ عالم اسلام کے اکثر ممالک تین یورپی قوموں، انگریز، فرنچ اور ڈچ کے زیر تسلط تھے اور باقی ماندہ ان تینوں کی ریشہ دوانیوں کا شکار۔ ہندوستان میں انگریزوں کے غاصبانہ قبضے کے ساتھ ہندو معیشت اور ملازمت پر قابض تھے اور عیسائی مشنریوں کی سرکاری یلغار کے ساتھ متعصب ہندو اسلام اور نبی اقدس ﷺ کی ذات پر حملہ آور تھے۔ اس کے مقابلے میں مسلمانوں کے اندر نہ کوئی ناقابل ذکر جماعت منظم تھی اور نہ موثر علماء طبقۂ جدید تعلیم کی اہمیت، جدید نظریات اور پریس و اخبار کی طاقت سے باخبر۔ مسلمان عام طور پر غلامی، افلاس، جہالت، اعتقادی کمزوری اور سماجی بدحالی کا شکار تھے۔ نزول مسیحؑ اور ظہور مہدیؑ سے متعلق روایات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے جس سے اکثر مسلمانوں کو بہت ساری توقعات وابستہ ہیں۔ ان حالات کے پس منظر میں جب انیسویں صدی ختم ہونے اور نئی صدی آنے والی تھی تب مرزا غلام احمد اور حکیم نورالدین نے مل کر پہلے مجددیت اور پھر نبوت و رسالت، مسیحیت اور مہدویت کا علم بلند کر دیا۔ اسلام کے وکیل اور مصنف کے طور پر مرزا کے جوش تحریر، جداگانہ اندازِ تحقیق اور تشہیر و دعاوی کے نئے اسلوب نے متعدد دینی گھرانوں کے جدید اذہان کو متاثر کیا۔ پھر دعوؤں کی تدریج، اعلانات و اشتہارات، منزل بہ منزل ارتقاء اور موثر تنظیم نے مرتدین کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ کیا۔ سرکاری، معاشی اور سماجی تحفظ ان محرفین کا سوا انعام تھا۔

برصغیر کے علماء جو مرزا کی اٹھان اور ان کے دعاوی کی پرواز پر فکر مند تھے۔ ان کے اعلان نبوت کے بعد تیزی سے صف آرا ہوگئے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اگر اس فتنے کی اب سرکوبی نہ کی گئی تو یہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے زبردست نقصان کا باعث بنے گا۔ امت کو بانٹ دے گا اور اسلام کیضعف کا سبب بنے گا۔

اس سلسلے میں علماء اسلام نے چار سطحوں پر کام کیا:

ا۔ تقریری جہاد: جلسوں' مناظروں اور مباحثوں کے ذریعے قادیانیت کو بے نقاب کیا۔ عوام کو اس کے عقائد بتائے اور مرزا کی شخصیت کو بے لباس کیا۔

ب۔ قلمی جہاد۔ مرزائیت کا تار و پود کھولنے' اس کی تعلیمات کا جائزہ لینے اور اسلامی عقائد کی حقانیت بتانے کے لئے لٹریچر اور رسائل شائع کئے۔

ج۔ عدالتی محاذ۔ مسلمان اور قادیانی جوڑے کا تنسیخ نکاح اور قادیانیت کی حقیقت کا افشا۔

د۔ سیاسی محاذ۔ مسلم لیگ کے اندر رہ کر اور سیاسی دائرے سے باہر عوام کی سطح پر قادیانی سیاست کاروں کا اخراج اور ان کا سدّ باب۔

تقریری محاذ:

پچھلے سو سال سے زائد مدت کے دوران قادیانی جماعت کے عالموں اور مبلغوں کے ساتھ علمائے اہل سنت والجماعت کے لاتعداد مناظرے اور مباحثے ہوئے ہیں۔ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ ایشیا کے دیگر ممالک' افریقہ' یورپ اور امریکہ میں بھی۔ غالباً اس موضوع پر سارا مواد ابھی تک یکجا نہیں ہوا۔ اس میں مناظرین' حاضرین کی تعداد' صرف شدہ گھنٹے اور کہے ہوئے بیانات کے اعداد و شمار حیران کن ہوں گے۔

قلمی محاذ:

''قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت'' از مولانا اللہ وسایا مطبوعہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان (اکتوبر 1950ع) میں 9 ابواب کے تحت ان تمام مطبوعات کا مختصراً احاطہ کیا گیا ہے جو برصغیر میں مختلف جماعتوں کے علماء اور محققین نے قادیانیت کی تردید میں لکھی اور شائع ہوئی ہیں۔ اس طویل فہرست میں ایک ہزار مطبوعات کا ذکر کیا گیا ہے جو

1891ع سے موجودہ دور تک قادیانیت کے خلاف شائع ہوچکی ہیں۔ ضخامت کے اعتبار سے ان تردیدی صفحات کی تعداد لاکھوں میں جا پہنچتی ہے۔ مرزا صاحب کے مجدّد اور مامور من اللہ سے ان کے دعوی نبوت تک مسلمان علماء کی درجن بھر کتابیں 1900ع تک شائع ہوچکی تھیں۔ مثلاً مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے بارہ میں چند سوالات از مولانا محمد حسین بٹالوی (1890ع)۔ غایۃ المرام (2 جلدیں) از علامہ قاضی سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ (1891ع)' شمس الہدایہ اور سیف چشتیائی از پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ (1899ع) تائید آسمانی در نشان آسمانی از محمد جعفر تھانیسری (2 جلد) (1892ع) عصائے موسوی از منشی الٰہی بخش (1899ع)۔ حجۃ الجبار از سید عبدالجبار (1900ع) حالات قادیانی خلاف آیات آسمانی از منشی اللہ (1901ع) راست بیانی بر شکست قادیانی از امام الدین گجراتی (1901ع)۔

1926ع تک علمائے اسلام کی تردیدی کتابوں کی تعداد 5 گنا سے زائد تھی۔ 1950ءتک یہ تعداد ہزار سے متجاوز تھی۔ تادم تحریر یہ تعداد کئی ہزار ہوچکی ہے۔ کتابوں کے علاوہ اخباروں' رسالوں' پمفلٹوں اور اشتہاروں کا تو کوئی شمار نہیں جو برصغیر کے چپے چپے' قریے قریے میں شائع ہوئے اور تقسیم ہو رہے ہیں۔

بگوی علماء:

امت پر ختم نبوت کا ایک بڑا احسان یہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام فقہی سکول' کل صوفیانہ سلسلے' ہر نوع کے فروعی گروہ اور سب جماعتیں اس نقطے اور عقیدے پر بالکل متفق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ختم نبوت کے تقریری اور قلمی محاذ پر بریلوی' دیوبندی' اہل حدیث اور اثنا عشری شیعہ سب یک زبان اور ان کے دل ایک ساتھ دھڑکتے ہیں۔ ردقادیانیت کے سلسلے میں بگوی علماء۔ مولانا غلام محمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ (1900ع) مولانا عبدالعزیز بگوی رحمۃ اللہ علیہ (م1908ع)۔ مولانا محمد ذاکر بگوی رحمۃ اللہ علیہ (م1916ع) مولانا ظہور احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ (م1945ع) مولانا افتخار احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ (م1975ع) اور مولانا بابو حبیب اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (م1948ع) کی خدمات کا سلسلہ 1900ع سے لے کر 1975ع تک اور اس کے بعد تک پھیلا ہوا ہے۔

مرزا غلام احمد نے 20 جولائی 1900ء کو ایک لمبا چوڑا اشتہار مع تفصیلی ضمیمہ بنام حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ شائع کیا اور علماء کو تحریری مقابلے کی دعوت دی۔ اس اشتہار میں مولوی حکیم

نورالدین سمیت 20 قادیانی اصحاب کے نام بطور گواہ درج ہیں جن میں اکثر ملازم پیشہ اور مرید لوگ ہیں۔ اس کے ساتھ مرزا نے ہندوستان بھر سے تمام مکتب خیال کے 86 مسلمان علماء کی فہرست شائع کی ہے جنہیں مقابلے کے لئے دعوت دی ہے۔ پنجاب کے علماء میں مولانا غلام محمد بگوی ؒ خطیب شاہی مسجد اور صدر مدرس نعمانیہ لاہور اور مولانا محمد ذاکر بگوی ؒ صدر مدرس حمیدیہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے نام بھی شامل ہیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے ''تذکار بگویہ'' جلد اول، صفحات: 135 تا 154)

عدالتی محاذ:

عدالتی محاذ پر صورت حال مختلف ہے۔ قیام پاکستان سے پہلے ہندوستانی عدلیہ 'انگریزی سرکار کا استعماری اور سامراجی مفاد مقدم رکھتی تھی۔ اعلیٰ عدالتوں کے زیادہ تر جج انڈین سول سروس (ICS) سے ہوتے تھے۔ انگریز کی ضرورت تھی کہ قادیانیت مسلمانوں کی جماعت کے اندر قائم رہے اور دیمک کی طرح اندر اندر سے حملہ آور ہو۔ غیر مسلم قرار دے کر اسے الگ کر دینے سے مسلمانوں کے اندر انتشار اور نفاق کا مقصد پورا نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ قادیانیت کے بارے میں عدالتوں کا رجحان مذہبی آزادی کی آڑ میں برداشت اور چشم پوشی کا رہا۔ مذہب کو پبلک لائف سے الگ رکھا گیا۔

عبدالرزاق قادیانی اور ایک مسلمان عورت عائشہ بی بی کے درمیان تنسیخ نکاح کا مقدمہ 24 جولائی 1926ع کو بہاولپور میں دائر ہوا۔ مختلف مراحل سے گزرتا بالآخر 1932ء میں یہ مقدمہ ڈسٹرکٹ جج جناب محمد اکبر خان مرحوم کی عدالت میں پیش ہوا۔ مولانا غلام محمد گھوٹوی ؒ اس وقت جامعہ عباسیہ جواب اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے نام سے جانی جاتی ہے، کے شیخ الجامعہ تھے۔ وہ حضرت گولڑوی ؒ کے مرید اور مولانا محمد ذاکر بگوی ؒ کے شاگرد اور متوسلین میں سے تھے۔ (یاد رہے کہ حضرت پیر صاحب گولڑوی ؒ اور مولانا محمد ذاکر بگوی ؒ دونوں پیر بھائی اور حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین ثالث سیالوی ؒ کے مرید تھے)۔ انہوں نے اس سلسلے میں انجمن مویدالاسلام بہاولپور تشکیل دی اور تنسیخ نکاح کے اس مسئلے کو پورے ہندوستان کے علماء تک پہنچایا۔ چنانچہ مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتاڑی ؒ، مولانا نجم الدین ؒ، مولانا مفتی محمد شفیع مولانا مرتضیٰ حسن ؒ چاند پوری، مولانا علامہ انورشاہ کاشمیری ؒ، مولانا نجم الدین ؒ، مولانا ابوالوفاشاہ جہانپوری ؒ وغیرہ بطور عدالتی گواہ پیش ہوئے۔ اس سلسلے میں پنجاب کے علماء کی معاون ٹیم میں مولانا ظہور احمد بگوی ؒ بھی شریک

ہوتے رہے۔ ''مقدمہ بہاولپور'' کا فیصلہ 1935ء میں مسلمانوں کے حق میں ہوا۔ ہندوستان کی کسی عدالت میں یہ پہلا فیصلہ تھا جب قادیانیوں کو غیر مسلم اور مسلمانوں سے الگ فرقہ قرار دیا گیا اور ان کے ساتھ ربط و تعلق غیر اسلامی قرار پایا۔

راولپنڈی کیس:

پاکستان بننے کے 8 سال بعد اور تحریک ختم نبوت 1953ع کے دو سال بعد راولپنڈی کے ایڈیشنل سیشن و ڈسٹرکٹ جج جناب شیخ محمد اکبر مرحوم نے 1955ع میں تنسیخ نکاح کے ایک مقدمے میں قادیانی مذہب کے خلاف فیصلہ دیا۔ شیخ محمد اکبر مرحوم کا تعلق بھیرہ سے تھا۔ ان کے بزرگ بگوی علماء سے اور وہ خود مولانا ظہور احمد بگوی ؒ کی شخصیت سے بہت متاثر تھے۔ وہ بھیرہ میں حزب الانصار کی اور شمس الاسلام کی تردید قادیانیت سرگرمیوں سے نہ صرف واقف تھے بلکہ حزب الانصار کے معاون اور رسالہ شمس الاسلام کے باقاعدہ سالانہ خریدار اور قاری بھی تھے۔

اللہ تعالیٰ نے شیخ محمد اکبر مرحوم کی قسمت میں یہ اعزاز لکھا اور وہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے فیصلے کی اولیت اور اس کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ پھر علماء، عوام اور طلبہ کی جدوجہد رنگ لائی اور 1974ع میں مرحوم ذوالفقار علی بھٹو نے 90 سالہ مسئلہ حل کر دیا۔ پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ پاکستان کا عدالتی نظام، باقی ملک کی طرح نظریہ ضرورت کے عقیدے پر کاربند ہے۔ چنانچہ مقننہ کی بیداری کے بعد پھر ملک کی دوسری عدالتیں بھی جاگ اٹھیں۔ 1982ع اور 1984ع کے توضیحی آرڈی نینسوں کے اجراء کے بعد 1984ع اور 1991ع میں وفاقی شرعی عدالت نے 1981ع، 1982ع، 1987ع، 1991ع، اور 1992ع میں ہائی کورٹس نے اور 1988ع اور 1993ع میں سپریم کورٹ آف پاکستان نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ان کے مسلمانی کے دعوے خارج کر دیئے۔

(بحوالہ ''قادیانیت کے خلاف اعلیٰ عدالتوں کے فیصلے''، مرتبہ فیاض اختر ملک مطبوعہ عالمی مجلس ختم نبوت ملتان 1993ع)

1953ع کی تحریک ختم نبوت، مارچ 1953ع میں مارشل لاء کے نتیجے میں کچل دی گئی۔ لاتعداد مسلمان شہید سینکڑوں زخمی اور ہزاروں گرفتار ہوئے مگر کوئی مطالبہ تسلیم نہ کیا گیا۔

پنجاب کے فسادات کی تحقیقات کے لئے ایک کورٹ آف انکوائری (COURT OF INQUIRY) بنائی گئی جس کے صدر جسٹس محمد منیر اور رکن جسٹس محمد رستم کیانی تھے۔ اس انکوائری میں دونوں طرف سے درجنوں اصحاب نے بیانات دیئے۔ دونوں جج آئی سی ایس اور فکری طور پر آزاد خیال اور تجدد پسند تھے اور ذہنی طور پر سیکولر اور مذہب بیزار۔ مسلمانوں کی جانب سے لاہور میں جو دفاعی کیمپ آفس بنایا گیا وہ جناب حکیم عبدالمجید احمد سیفی مرحوم کا گھر تھا۔ سیفی صاحب مرحوم مولانا ظہور احمد بگوی ؒ کے معتمد اور رفیق خاص تھے۔ وہ ان کے ساتھ بھیرہ میں رہ کر تحریک خلافت کے لئے کام کرتے رہے تھے۔ سیفی صاحب مرحوم حضرت مولانا محمد عبداللہ لودھیانوی ؒ سجادہ نشین خانقاہ کندیاں شریف کے مجاز اور مولانا افتخار احمد بگوی ؒ کے ہم زلف تھے۔
جن مختلف ذرائع سے ختم نبوت سے متعلق لٹریچر، حوالے اور کتابیں حاصل ہوتی تھیں ان میں ایک حزب الانصار بھیرہ کا کتب خانہ بھی تھا۔ حکیم سیفی صاحب کے حالات آگے بیان ہوں گے۔

قادیانیت ---- تقسیم ہند سے پہلے:

علماء کی مسلسل کاوشوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ قادیانیت پوری طرح بے نقاب ہوگئی۔ عوام، مرزا غلام احمد کی تعلیمات اور دعووں کے علاوہ ان کے اصل عزائم اور ان کی شخصیت سے بھی باخبر ہوگئے۔ گو قادیانیوں کو سرکاری طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بارے میں انگریز سرکار سے کسی باضابطہ مطالبے کا ذکر نہیں ملتا۔ کیونکہ انگریز سے ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت کی توقع رکھنا ہی حد درجے کی سادگی تھا۔ تاہم مسلم معاشرے میں قادیانیت کی حیثیت متعین اور بالکل واضح ہوچکی تھی۔ ملک کے اندر ہر دینی جماعت، تمام مذہبی طبقے کسی ایک استثنا کے بغیر قادیانی مذہب کے خلاف یک خیال اور یک زبان تھے۔ چنانچہ سواد اعظم کے اندر ان کی حالت ناسور کے پھوڑے جیسی تھی جس کی تشخیص ہوچکی تھی۔ علاج بھی ہورہا تھا بس مناسب حالات میں پھوڑے کا کانٹا باقی رہ گیا تھا۔
متحدہ ہندوستان میں تعلیم، ترقی اور ملازمت کے تمام مواقع پر قادیانی خود کو مسلمان ظاہر کرکے مسلمانوں کے کوٹے سے استفادہ کررہے تھے۔ اس بات سے خود انگریزوں کو فائدہ تھا کہ ان کی وفادار جماعت درجہ بدرجہ کلیدی مناصب پر قابض ہورہی تھی۔ یہ جماعت ایک طرف انگریزی مفاد کی نگہ دار تھی۔ اور دوسری طرف مسلمانوں کے لئے مار آستین۔

اسی پالیسی کے تحت جب ظفر اللہ خان کو وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں مسلمانوں کے کھاتے سے رکن نامزد کیا گیا تو ہر طرف احتجاج ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ نامزدگی مسلمانوں کے مفاد میں نہ تھی۔ اس کے ساتھ ہی مسلم لیگ میں قادیانی جماعت کے خاص نمائندوں بشمول ظفر اللہ خان کا اثر ونفوذ بڑھ گیا۔

حزب الانصار بھیرہ کی قرارداد 1946ع:

ان حالات میں مجلس حزب الانصار بھیرہ کے سولھویں جلسہ سالانہ منعقدہ 15-16-17 مارچ 1946ع میں پاس کردہ درج ذیل قرارداد مسلم عوام اور علماء کی صحیح ترجمانی کرتی ہے۔

مسلم لیگ سے مطالبہ

''حزب الانصار بھیرہ کا یہ عظیم الشان نمائندہ اجتماع مسلم لیگ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ (مسلم) لیگ سے کمیونسٹ (دہریوں) اور مرزائیوں اور ان لوگوں کو جنہوں نے تبرا ایجی ٹیشن میں تبرائیوں کو امداد دی تھی خارج کرکے اہل حق کو مطمئن کرے۔''
(شمس الاسلام 1946ع، جلد 17 نمبر 4، ص:27)

اس قرارداد کے محرک یعنی پیش کرنے والے مولانا محمد حنیف ؒ سجادہ نشین کوٹ مومن ضلع سرگودھا اور اس کے موید یعنی تائید کرنے والے جناب حکیم عبدالمجید سیفی مرحوم تھے۔ یہ قرارداد جامع مسجد بھیرہ کے صحن میں جلسہ سالانہ کے آخری اجتماع میں اتفاق رائے سے منظور کی گئی۔ قرارداد سے واضح ہوتا ہے کہ جب قیام پاکستان کی صبح قریب تر تھی تو اس نعمت سے فائدہ اٹھانے کے لئے قادیانی جماعت کے نامزد ارکین، ایک پروگرام اور مقصد کے تحت تحریک پاکستان میں شامل کردیئے گئے۔ علمائے حقانی کی دوراندیشی کی داد دینا پڑتی ہے کہ انہوں نے مسلم لیگ کی دین سے بے خبر قیادت کو بروقت متنبہ کیا اور ایک ایسے فتنے کی نشان دہی کی جو کل کلاں نئے ملک کے لئے بڑی پریشانیوں کا باعث بننے والا تھا۔ باؤنڈری کمشن 1947ع میں ظفر اللہ خان مسلم لیگ اور پاکستان سرکار کے آفیشل نمائندے تھے۔ وہ ضلع گورداس پور کو ہندوستان میں شامل کرنے پر بضد تھے کیوں کہ قادیان اس ضلع کا حصہ تھا۔ ان کے مرشد اور قائد مرزا بشیر الدین احمد نے کہا تھا۔
''ہم مسلمانوں سے جدا ہیں۔ جس طرح ہندو، سکھ اور مسلمان۔ اسی طرح احمدی

مسلمان ہیں۔''

قادیانیت ---- قیام پاکستان کے بعد:

1947ع میں چاروں صوبوں مشرقی پاکستان میں بنگال اور مغربی پاکستان میں پنجاب' سندھ و بلوچستان اور سرحد میں اور مرکز میں مسلم لیگ کی حکومتیں تھیں' بلاشرکت غیرے 1948ع تک قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ زندہ رہے اور 1950ع تک قائد ملت رحمۃ اللہ علیہ۔ اس دوران پاکستان نہ اسلامی جمہوریہ بن سکا اور نہ ہی اس کا دستور اسلامی۔ ہندوستان نے گاندھی جی کے بغیر پنڈت جواہر لال نہرو کی قیادت میں اسے جمہوریہ ہند بھی بنایا اور اس کا سیکولر آئین بھی۔ اس اثنا میں البتہ پاکستان کا قبلہ راست رکھنے اور ''پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الہٰ الا اللہ'' کے نعرے اور وعدے کو عملی شکل دینے کے لئے سرکار اور علما نے دو اہم کارنامے سرانجام دیئے:

ا۔ پاکستان کی پہلی قانون ساز اسمبلی کے اجلاس منعقدہ کراچی میں متفقہ طور پر قرار داد مقاصد کی منظوری

ب۔ ملک بھر کے تمام فرقوں رجماعتوں کے جید علماء کے 22 متفقہ نکات بابت نفاذ دستور اسلامی

تقسیم ہند کے معاملے میں جہاں انگریز کی مکاری اور ہندو قیادت کی عیاری کا اہم حصہ تھا وہاں مسلم لیگ کی لیڈرشپ اور باؤنڈری کمشن کے مسلم لیگی ارکان کا رول سادگی قرار دیا جائے یا بدنیتی' ان کی کوتاہی اور مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ میں ناکامی بہرحال ایک طے شدہ حقیقت ہے۔ ایک طرف تو آئین اور جمہوریہ کے بغیر ہم تاج برطانیہ کے زیر نگین تھے اور دوسری طرف اپنے ہمسایہ روس سے منہ موڑ کر پاکستان کو امریکہ کا بے دام غلام بنانے پر تلے ہوئے تھے۔

(دیکھئے: ''پاکستان امریکہ کا غلام کیسے بنا؟'' از زاہد چوہدری مطبوعہ لاہور)

بٹوارے میں ناکامی کے بعد مسلم لیگ کی باقی قیادت اور ضلعی سطح کے اکثر عہدے دار آنے والے لٹے پٹے مہاجرین کی دیکھ بھال سے زیادہ جانے والے غیر مسلم تارکین کے بچے کھچے اثاثے' کاروبار اور زمینوں کا دھیان رکھ رہے تھے۔ نئے وطن کی پرانی انتظامیہ مکمل طور پر متحدہ ہندوستان کے انگریزی مقاصد اور طریقہ کار کے مطابق سرکاری خطوط پر کام کر رہی تھی۔ اسلام' پاکستان اور نظریہ پاکستان اس کے لئے سیاسی نعرے

یا عوام ایک انتظامی مسئلے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے تھے۔ مسلم لیگ میں دھڑے بندیاں' بدعنوانیاں' جوڑ توڑ' لوٹ مار اور محلاتی سازشوں کا آغاز ہو چکا تھا۔ ہر طرف گویا آپا دھاپی کا دور دورہ تھا۔

یہ وہ پس منظر تھا جب ملک کے علماء اسلام' پاکستان اور نظریہ پاکستان کے لئے آگے بڑھے۔ 1947ع میں قادیانی جماعت کے قائد مرزا بشیر الدین احمد نے 313 جانثار قادیانی کارکن مستقل طور پر قادیان میں رکھنے کا اعلان کیا تھا۔ تعداد یہی رہتی تھی' کچھ لوگ واپس پاکستان آجاتے تھے اور کچھ نئے یہاں سے چلے جاتے تھے۔ شروع شروع میں تو ان پر ویزا پاسپورٹ کی پابندی بھی نہ تھی۔ یہ وہ دن تھے جب پنجاب فرقہ وارانہ فسادات میں جل رہا تھا اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ بے گھر ہو کر ہندوستان کے کونے کونے سے پاکستان میں داخل ہو رہے تھے۔ فسادات میں غالباً سب سے کم نقصان قادیانی جماعت کو ہوا۔ اس کے پیروکار عام طور پر قتل و غارت سے محفوظ رہے تھے۔ قادیانی جماعت تو اور مقاصد کے لئے منظم اور مضبوط ہو رہی تھی۔ قادیانی جماعت کو سینکڑوں ایکڑ زمین کوڑیوں کے بھاؤ الاٹ ہوئی تاکہ ربوہ میں مرزائی ہیڈ کوارٹر تعمیر کیا جا سکے۔ یہ سہولت پاکستان میں کسی اور مذہبی یا علمی جماعت یا مدرسے کو نہ ملی۔ اسی موقع پر 1948ع میں ظفر اللہ خان نے بانی پاکستان کا جنازہ پڑھنے اور مغفرت کے لئے دعا میں شریک ہونے سے انکار کر دیا۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ کا موقف تھا۔

''آپ یوں سمجھ لیجئے کہ میں ایک مسلمان حکومت کا کافر وزیر ہوں یا ایک غیر مسلم حکومت کا مسلمان وزیر!''

مرزائی ریاست کا خواب:

پاکستان بننے کے بعد قادیانی جماعت کی ''تبلیغی'' سرگرمیاں بہت بڑھ گئی تھیں۔ قادیانی واعظوں اور مبلغوں کے ملک گیر اور منظم دورے' ان کے بے باک مباحثے مناظرے' روزنامہ الفضل کی نگارشات' قادیانی جماعت کے قائد کے ارشادات 'فرمودات اور الہامات اور ہر طرح سے عام مسلمانوں کو ورغلانے کے ہتھکنڈے عام ہو گئے۔ ظفر اللہ خان اور دوسرے قادیانی ملازمین جس جس محکمے میں تعینات تھے' جس عہدے پر کام کر رہے تھے وہ اپنے اختیار اور اقتدار کو قادیانیت کے فروغ دینے اور پھیلانے میں صرف کرنے لگے۔ علماء جب اسلامی آئین

کے لئے جدوجہد کر رہے تھے۔ مہاجرین اپنی آبادکاری کے ذریعے نئی زندگی کے لئے اور عوام آٹا' چینی' کوئلہ' مٹی کا تیل اور کفن کے کپڑے کے لئے راشن کارڈوں کے ذریعے جی رہے تھے۔ مسلم لیگی قیادت باہم سر پھٹول اور لوٹ مار میں مصروف تھی۔ قادیانی جماعت اپنے قائد کی آشیرباد اور ظفر اللہ خان اور دوسرے مقتدر سرکاری ملازمین کی مدد سے پاکستان کو مرزائی ریاست بنانے کا خواب دیکھ رہی تھی۔

مجلسِ احرار کا فیصلہ:

قادیانیت کے ساتھ مسلمانوں کا نزاع 1882ء سے جاری ہے جب مرزا غلام احمد نے مجدد اور مامور من اللہ کا اعلان کر کے گویا نبوت کے پہلے زینے پر قدم رکھا۔ ہر اسلامی جماعت کے علماء نے قادیانیت کی تردید اور استیصال کے لئے مقدور بھر کوششیں کیں تاہم یہ صرف احرار تھے جنہوں نے تقسیم سے پہلے اور قیام پاکستان کے بعد رد قادیانیت کو اپنا واحد مشن قرار دیا۔ 1949ء میں لاہور میں منعقدہ ایک جلسہ عام میں مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان کیا کہ ان کی جماعت احرار ملکی سیاست سے کلیتہً الگ ہو رہی ہے۔ آئندہ سیاسی معاملات میں مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ اور ان کی ترجمانی مسلم لیگ کرے گی۔ احرار اسلام سیاست سے کنارہ کش ہو کر صرف تبلیغی اور ملک کے استحکام کے لئے کام کرے گی۔ احرار کا یہ ایک اہم فیصلہ تھا جس کے دور رس نتائج نکلنے تھے۔

تحریک ختم نبوت 3-1952ء اس وقت برپا ہوئی جب پاکستان کے دونوں حصوں اور چاروں صوبوں میں اسی مسلم لیگ کی حکومت تھی جس نے تقسیم ہند اور قیام پاکستان کا کریڈٹ لیا تھا۔ 5 سال گزرنے کے باوجود ملک اسلامی آئین سے اور اسلامیہ جمہوریہ بننے سے کوسوں دور تھا۔ چنانچہ یہ جاننا ضروری ہے کہ ایسے مایوس کن حالات میں تحریک ختم نبوت 1953ء کے برپا ہونے کے اسباب کیا تھے۔

اسبابِ تحریکِ ختم نبوت:

1) قادیانیت کا مسئلہ انگریزوں کا پیدا کردہ تھا اور تقسیم ہند سے پہلے بھی پوری شدت کے ساتھ موجود تھا۔ اسلامی پاکستان میں اس مسئلے کا ابھرنا ایک قدرتی اور لازمی امر تھا۔

2) تردید قادیانیت میں گو ہر فکر کے علماء نے حصہ لیا تھا تاہم مجلس احرار اسلام کے

قائدین اور اس کے کارکن ہمیشہ ہراول دستے میں رہے۔ اور اب احرار نے سیاست کو خیرباد کہہ دیا تھا۔

3) قادیانیت کے خلاف ہر فکر کے تمام علماء متفق تھے۔ توحید اور آخرت کی فروعات پر اختلاف ہو سکتا ہے۔ رسالت اور ختم نبوت پر آج تک کسی ایک عالم نے یا کسی مذہبی گروہ نے کبھی اختلاف نہیں کیا۔

4) مسلم لیگ نے اسلام کے نام پر ووٹ لئے تھے اس لئے پاکستان ہر حال میں ایک نظریاتی اسلامی مملکت تھی۔ یہاں اسلام کا آئین بننا تھا اور اسے ہی بطور نظام رائج ہونا تھا۔

5) نظریہ پاکستان اصل میں کیا ہے؟ پروفیسر اصغر سودائی مرحوم کے الفاظ میں

پاکستان کا مطلب کیا
لا الٰہ الا اللہ

جو قرآن وسنت کی حاکمیت اور اسلامی نظام حیات کا نام ہے۔

6) مسلم لیگ کی قیادت میں انگریزوں کے مراعات یافتہ جاگیرداروں اور اس کی تہذیب و فکر کے لیبرل سیکولر پرستاروں کے سبب ہندوستان بھر کے قابل ذکر علماء اور مذہبی جماعتیں یا تو کانگریس کی ہمنوا تھیں یا مسلم لیگ کے تصور پاکستان کے غیر موافق بلکہ مخالف۔ قیامِ پاکستان کے چھ سال بعد مایوسی ظاہر ہونے لگی تھی۔

7) قرارداد مقاصد 12 مارچ 1949ء اور 33 علماء کے 22 نکاتی منشور اسلامی کے بعد ملک میں اسلامائزیشن کی تحریک تیز ہوئی اور پاکستان اپنی تخلیق کی منطقی منزل کی جانب بڑھنے لگا۔ یہ بات لیبرل' سیکولر' لادین عناصر اور قادیانیوں کے لئے بہت پریشان کن تھی۔ ان کے لئے اسلامی پاکستان ان کی تباہی اور مایوسی کی نوید تھا۔

8) قادیانی جماعت 313 درویشوں (رضاکاروں) کے ساتھ قادیان کو بدستور مرکز نگاہ بنائے ہوئے تھی۔

9) مرزا بشیر الدین احمد نے مسلمانوں سے ہٹ کر کشمیر جنگ میں فرقان بٹالین قائم کر دی تا کہ کشمیر میں حضرت مسیحؑ کی مبینہ قبر کے گرد مذہبی چودھراہٹ کا مقبرہ تعمیر کیا جا سکے۔

(10 تقسیم ہند اور انگریزوں کے تسلط سے آزادی' قادیانی جماعت کے مقاصد کے مطابق نہ تھی۔ چنانچہ پاکستان میں کلیدی عہدوں پر مرزائیوں یا سیکولر لوگوں کی تعیناتی جماعت کے اصل اہداف کے لئے ضروری تھی۔

(11 قادیانی جماعت کبھی محض مذہبی نہیں رہی۔ پاکستان بننے کے بعد تو اس کے سیاسی عزائم اور توسیعی منصوبے کھل کر سامنے آ گئے تھے۔

(12 ظفر اللہ خان اور دیگر قادیانی افسران نے اپنے منصب اور اختیار کا پورا پورا فائدہ اٹھایا اور جہاں جس طرح ممکن ہو سکا لالچ' خوف' خوشامد' ہر حربے کے ذریعے مسلمانوں کو قادیانی بنانے کے لئے سرکاری مشینری کو استعمال کیا۔

(13 1950-51ء کے الیکشن میں مسلم لیگ نے 3 قادیانیوں کو ٹکٹ دیئے۔ 8 قادیانی آزاد کھڑے ہو گئے۔

(14 26 مئی 1951ء کو تمام قادیانی امیدواروں کی ناکامی پر مجلس احرار نے یوم تشکر بنایا اور مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ سے الگ کیا جائے۔

(15 ''الفضل'' ربوہ نے اپنی تحریروں کو اپنی جماعت تک محدود نہیں رکھا بلکہ الہامات و انکشافات میں ان مسلمانوں کو بھی نشانہ بنا لیا جو محض اپنا ایمان سلامت رکھنے اور جان کا رشتہ باقی رکھنے کے لئے نئے ملک میں جدوجہد کر رہے تھے۔

(16 حالات کا تقاضہ تو یہ تھا کہ قادیانی جماعت عوام اور علماء کا غم و غصہ دیکھ کر رخ بدل لیتے اور کسی ایسی حرکت کے مرتکب نہ ہوتے جس سے مزید اشتعال اور ردعمل پیدا ہوتا۔ مگر حکومت میں دخیل ہونے اور حکومتی وسائل تک رسائی نے اس میں رعونت' بے اعتنائی اور ضد پیدا کر دی۔ چنانچہ چیف سیکرٹری پنجاب اپنے مراسلہ 5 جون 1952ء میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹوں کو لکھتا ہے:

"On the other hand the Ahmadiy's community inspite of undisguised hostility of seation of the public or probably beacuse of it, insists on holding their tablighi conferences freguently and in public (Inquiry Report p·59)

پس منظر:

کشمیر میں ہندوستانی فوج کی مداخلت اور ڈوگرہ فوج کے مظالم کے خلاف احرار دفاع پاکستان کے نام سے جگہ جگہ جلسے منعقد کر رہے تھے۔ ان کا بڑا مقصد پاکستان کی حفاظت کے لئے رائے عامہ کو ہموار کرنا اور کشمیر میں لڑنے والے مجاہدین کی مدد کرنا تھا۔ پنجاب کے انتخابات میں احرار نے بطور جماعت نہ تو کوئی امیدوار کھڑا کیا تھا اور نہ اس مقصد کے لئے مسلم لیگ سے اسمبلی کی کوئی نشستیں طلب کی تھیں۔ چنانچہ وہ اکثر حلقوں میں مسلم لیگ کے نامزد امیدواروں کی مدد کر رہے تھے۔ البتہ جہاں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر یا آزادنہ طور پر قادیانی امیدوار الیکشن لڑ رہے تھے' احرار نے ان کی کھلے عام مخالفت کی۔

اب قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں' لن ترانیوں اور روز بروز بڑھتی ہوئی پبلک سرگرمیوں کو جگہ جگہ احرار اسلام کی مخالفت' رکاوٹ اور محاذ کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ قادیانیوں نے پہلے سیالکوٹ پھر لائل پور (موجودہ فیصل آباد) میں پبلک گراونڈ میں عام جلسے منعقد کرنے کی کوشش کی جہاں ختم نبوت' رفع مسیح' نزول مسیح موعود' مرزا کے دعوی نبوت کی حمایت میں قرآن وحدیث کی تعلیمات کے خلاف قادیانی ایمان واسلام کی تبلیغ کی جاتی تھی۔ اسی سلسلے میں 17-18 مئی 1952ء کو جہانگیر پارک کراچی میں ایک قادیانی جلسہ ہوا جس کا عنوان ''زندہ اسلام'' تھا۔ اس جلسے میں ظفر اللہ نے نہ صرف خود شرکت کی بلکہ بطور وزیر خانہ غیر ملکی سفارت کاروں اور حکومت پاکستان کے متعدد بااثر اہل کاروں اور مقتدر افسروں کو بھی مدعو کیا۔ اسلامی ریاست میں اور سرکاری طور پر ارتداد پھیلانے کی یہ کھلی جسارت تھی۔

کراچی میں ظفر اللہ خان کے ''زندہ اسلام'' کے عنوان کے تحت خطاب عام سے علماء اور عوام میں شدید ردعمل ہوا۔ 13 جولائی 52ء کو لاہور میں آل مسلم پارٹیز کنونشن زیر صدارت مفتی محمد حسن ؒ مہتمم جامعہ اشرفیہ منعقد ہوا جس میں علماء اور سجادہ نشین شامل ہوئے۔ اس کے حوالے سے ماسٹر تاج الدین انصاری مرحوم لکھتے ہیں:

اس اجلاس کے انعقاد سے قبل حکومت تذبذب میں مبتلا تھی۔ کبھی وہ یہ خیال کرتی کہ سب مکتب خیال کے علماء اور پیران عظام اگر ایک جگہ جمع ہو گئے اور کوئی فیصلہ کر بیٹھے تو حکومت مفلوج ہو کر رہ جائے گی۔ اس لئے اس اجتماع پر پابندی لگا دی جائے پھر خیال آیا کہ اگر پابندی لگا دی گئی تو یہ پراپگنڈہ ختم ہو جائے گا کہ یہ سوال احراریوں نے طالع آزمائی کے لئے

کھڑا کیا ہے اس لئے پابندی ان لوگوں پر لگائی جائے گی جنہیں احرار کے خلاف یا کم از کم احرار سے آج تک دور رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ غرضیکہ اس تذبذب میں حکومت کے اعلیٰ عہدے دار اور وزراء مشورے کرتے رہے اور کوئی فیصلہ نہ کر سکے تا نکہ اجلاس کی متعین تاریخ سر پر آ پہنچی۔ احرار کے تجربہ کار سالاروں اور رضا کاروں نے جرات، جوانمردی اور سیاسی فراست کا ثبوت دیا اور کسی سرکاری آدمی کو ہال کے اندر جانے نہ دیا۔ اس پابندی پر جھگڑے کا احتمال تھا مگر بپھرے ہوئے مسلمانوں اور مذہبی رہنماؤں کے اجتماع نے حکومت کو ایسا مرعوب کیا کہ وہ دبک گئی۔ یہ اجتماع بہت دوررس نتائج کا حامل ہوا۔ اور سارا پنجاب سرحد اور سندھ بے حد متاثر ہوا۔ اور مسئلہ ختم نبوت پوری آب وتاب سے مسلمانوں کا قومی اور مذہبی مسئلہ قرار پایا۔

ان حالات میں یہ چرچا عام ہو گیا کہ اس گراں قدر بوجھ کو تنہا احرار کے کاندھوں پر نہ ڈالا جائے۔ ساری ملت اسلامیہ تحفظ ختم نبوت کے مقدس فرض کی ادائیگی میں بقدر استطاعت حصہ لے اور تنہا احرار کو مرزائیوں اور حکومت کی ملی بھگت کا ہدف بننے کا موقع نہ دے۔

(تحریک ختم نبوت' ص:183)

آل مسلم پارٹیز کانفرنس:

2 جون 1952 ع کو مولانا لال حسین اختر ؒ کی کوششوں سے تھیوسافیکل ہال کراچی میں آل مسلم پارٹیز کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ اجلاس کی صدارت مولانا سید سلیمان ندوی ؒ نے کی۔ اجلاس میں آل مسلم پارٹیز کنونشن بلانے کے لئے درج ذیل بورڈ تشکیل دیا گیا:

1 سید سلیمان ندوی ؒ صدر تعلیمات اسلامی بورڈ 2 مفتی محمد شفیع ؒ ممبر تعلیمات اسلامی بورڈ

3	مولانا عبدالحامد بدایونی ؒ	4	مولانا محمد یوسف ؒ کلکتوی
5	مولانا مفتی احمد داد صاحب ؒ	6	مولانا سلطان احمد صاحب ؒ
7	علامہ احمد نورانی صاحب ؒ	8	مولانا لال حسین اختر صاحب ؒ
9	الحاج ہاشم گزدر صاحب ؒ	10	مولانا مفتی جعفر حسین ؒ مجتہد ممبر تعلیمات اسلامی بورڈ
11	مولانا احتشام الحق تھانوی ؒ (کنویز)		

بورڈ کے پہلے اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ 16-17-18 جنوری 1953 ع کو کل پاکستان سطح کا ایک آل مسلم پارٹیز کنونشن بلایا جائے اور درج ذیل جماعتوں کو دعوت نامے جاری کئے جائیں۔

1	جمعیت العلمائے اسلام پاکستان	2	جمعیت العلمائے پاکستان
3	مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان	4	مجلس احرار اسلام پاکستان
5	مجلس تنظیم اہل سنت والجماعت پاکستان	6	جمعیت اہل حدیث پاکستان
7	جماعت اسلامی پاکستان	8	حزب اللہ مشرقی پاکستان
9	ادارہ تحفظ حقوق شیعہ پاکستان	10	جمعیت اہل سنت
11	جمعیت العربیہ	12	جمعیت الفلاح
13	سفینۃ المسلمین	14	موتمر اہل حدیث پنجاب

بحوالہ ''تحریک ختم نبوت 1953 ع'' از مولانا اللہ وسایا مطبوعہ 1991 ع باب اوّل ''اکتوبر 1934 ع سے جنوری 1953 ع لاہور و کراچی تک'' تحریر: ماسٹر تاج دین انصاری مرحوم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان

کل پاکستان مجلس عمل:

کنونشن کے فیصلوں کی روشنی میں درج ذیل ''تحفظ ختم نبوت مجلس عمل'' تشکیل دی گئی جس میں تمام قابل ذکر دینی جماعتوں کے دو دو نمائندے شامل کئے گئے تھے:

1 مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری ؒ جمعیت العلمائے پاکستان
صدر و مولانا محمد بخش مسلم بی اے

2 مولانا امین احسن اصلاحی ؒ جماعت اسلامی نائب صدر

3 مجلس تحفظ ختم نبوت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ، مولانا محمد علی جالندھری ؒ

4 انجمن حزب الاحناف مولانا غلام دین ؒ، مولانا غلام محمد ترنم ؒ

5 جماعت اسلامی مولانا نصر اللہ عزیز ؒ، میاں طفیل محمد ؒ

6 جمعیت اہل حدیث مولانا داؤد غزنوی ؒ، مولانا عطاء اللہ حنیف ؒ

7	جمعیت العلماء اسلام	مولانا محمد طفیلؒ، مولانا عبدالحلیمؒ
8	تنظیم اہل سنت والجماعت	مولانا نورالحسن شاہ بخاریؒ، مولانا عبدالعلیمؒ
9	ادارہ تحفظ حقوق شیعہ	مولانا کفایت حسینؒ مجتہد، سید مظفر علی شمسیؒ
10	جمعیت المشائخ	صاحبزادہ سید فیض الحسنؒ، مولانا عبدالغفور ہزارویؒ
11	نامزد اراکین	علامہ علاؤالدین صدیقی (سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی)

مولانا اختر علی خان مرحوم (زمیندار)

مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش مرحوم (مغربی پاکستان)

مجلس عمل کے مطالبات:

آل پارٹیز کنونشن پنجاب کے اجلاس 18 جولائی 52ء میں درج قراردادیں منظور ہوئیں۔

قرارداد نمبر 1

محرک: مولانا غلام محمد ترنم

موید: حضرت علامہ کفایت حسین

1۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے چونکہ اسلام کے بنیادی اور اجتماعی عقیدہ ختم نبوت کا انکار کر کے دعویٰ نبوت کیا ہے اور اپنے نہ ماننے والوں کو اس طرح کافر قرار دیا ہے جیسے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے منکر کافر ہیں۔

2۔ غلام احمد قادیانی نے اپنی امت کو مسلمان سے علیحدہ اقلیت تصور کیا ہے اور جس طرح حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ کے نبی نہ ماننے کی وجہ سے عیسائی کافر ہیں اسی طرح غلام احمد کے نبی نہ ماننے کی وجہ سے تمام اہل اسلام کو کافر قرار دیا ہے گویا جس طرح عیسائی اور مسلمان ایک قوم نہیں اسی طرح مسلمان اور مرزائی بھی ایک قوم نہیں اس لئے کوئی مرزائی بڑے سے بڑے مسلمان کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ چنانچہ چوہدری ظفر اللہ نے قائداعظم کا جنازہ نہیں پڑھا اور مسلمانوں کے کسی معصوم بچہ تک کا بھی جنازہ نہیں پڑھتے۔

3۔ جس طرح کسی مسلمان کے ہندو سکھ یا عیسائی ہو جانے کو مسلمان مرتد تصور کرتے

ہیں اس طرح مرزائی اس شخص کو جو مرزائیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو جائے مرتد قرار دے دیتے ہیں۔

4۔ مسلمانوں کے تمام فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

5۔ اسلام کا مدار عقیدہ توحید اور ختم نبوت پر ہے' اگر کوئی فرقہ توحید و رسالت کا اقرار کرے لیکن رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی پر ختم نبوت ہونا تسلیم نہ کرے۔ بلکہ تسلسل نبوت کا قائل ہو تو وہ اسلام سے خارج متصور ہوتا ہے۔ برہموسماج حضور نبی کریم ﷺ کو نبی مانتے ہیں لیکن آپ کے بعد تسلسل نبوت کے قائل ہونے کی وجہ سے خارج از اسلام سمجھے جاتے ہیں۔ ایسے ہی غلام احمد اور اس کی امت برہموسماج وغیرہ کی طرح تسلسل نبوت کے قائل ہونے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

6۔ پاکستان کی بنیاد دو قوموں کے نظریہ پر رکھی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو دنیا کے سب اہل مذاہب مانتے ہیں۔ لیکن انبیاء کی نسبت اختلاف پایا جاتا ہے اور نبوت کی تقسیم سے قوم جدا ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ یہود میں سے کسی نے عیسیٰ علیہ السلام کو نبی تسلیم کر لیا تو وہ یہودی نہ رہا۔ حالانکہ اسی نے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار نہیں کیا۔ کسی عیسائی نے حضرت محمدؐ رسول اللہ کو نبی مان لیا تو عیسائیت سے انکار کیا۔ اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام کا اس نے انکار نہیں کیا۔ اسی طرح جب کسی مسلمان نے مرزا غلام احمد کی نبوت کو قبول کر لیا تو وہ مسلمان نہ رہا۔ اگرچہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبی مانتا ہو اس لئے نقاش پاکستان علامہ اقبال مرحوم نے انگریزی دور اقتدار میں مطالبہ کیا تھا کہ مرزائیوں کو اہل اسلام سے جدا غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ جس طرح ہندو سے سکھ جدا کر دیئے گئے ہیں (تفصیل حرف اقبال از لطیف شیرازی میں موجود ہے) چنانچہ حضرت علامہ اقبال نے انجمن حمایت اسلام کی رکنیت اور دیگر ذمہ داریوں سے مرزائیوں کو غیر مسلم ہونے کی وجہ سے خارج کر دیا تھا۔

7۔ مرزا بشیر الدین محمود خلیفہ قادیانی نے وزارتی مشن کی آمد کے زمانہ میں اپنی جماعت کو علیحدہ تسلیم کرانے کا مطالبہ کیا تھا۔ جس کا اس نے خود ذکر کیا'' میں نے

اپنے ایک نمائندہ کی معرفت ایک بڑے ذمہ دار انگریز افسر کو کہلوا بھیجا کہ پارسیوں اور عیسائیوں کی طرح ہمارے حقوق بھی تسلیم کئے جائیں۔ جس پر افسر نے کہا کہ وہ تو اقلیت ہیں اور تم ایک مذہبی فرقہ ہو۔ اس پر میں نے کہا کہ پارسی اور عیسائی بھی تو مذہبی فرقہ ہیں۔ جس طرح ان کے حقوق علیحدہ تسلیم کئے ہیں اسی طرح ہمارے بھی کئے جائیں۔ تم ایک پارسی پیش کر دو اس کے مقابلہ میں دو دو احمدی پیش کرتا جاؤں گا۔''

بنا بریں یہ کنونشن مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہوئے حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ ان کو علیحدہ غیر مسلم اقلیت قرار دیتے ہوئے ان کے حقوق مسلمانوں سے جدا کر کے مسلمانوں کے حقوق دستبرد سے محفوظ کرے۔

قرارداد نمبر 2

محرک: مولانا محمد بخش مسلم بی اے

موید: مولانا داؤد غزنوی صدر جمعیۃ اہلحدیث

آل مسلم پارٹیز کنونشن پنجاب (منعقدہ لاہور) کا یہ اجلاس اس حقیقت کو پورے زور سے واضح کر دینا اپنا ایمانی، قومی، ملی اور ملکی فرض تصور کرتا ہے کہ ختم نبوت یا رد مرزائیت کے مضمون پر کسی فرد یا جماعت کا اظہار کرنا خواہ وہ مسجد میں ہو یا کسی جلسہ عام میں نہ صرف جائز بلکہ اسلام کا اہم ترین فریضہ ہے کہ مسلمان جماعت خواہ وہ احرار ہوں یا غیر احرار اس حق سے محروم کرنے (کو) صریحاً مداخلت فی الدین تصور کرتا ہے اور ہم اسے کسی صورت میں برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ نیز ہم اس امر کو مذموم سمجھتے ہیں کہ حکومت نے مرزائیوں اور احرار کو یکساں قرار دیا ہے۔ امن عامہ کے پیش نظر حکومت کا یہ فرض ہے کہ دفعہ 144 اٹھا کر گرفتار شدگان کو رہا کر کے فضا کے تکدر کو دور کرے ورنہ کسی جماعت یا فرد پر پابندی جملہ اہل اسلام پر پابندی سمجھی جائے گی۔

قرارداد نمبر 3

محرک: مولانا بہاؤ الحق قاسمی امرتسری

موید: علامہ علاؤ الدین صدیقی صدر شعبہ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی لاہور

آل مسلم پارٹیز کنونشن پنجاب، چوہدری ظفر اللہ خان وزیر خارجہ کی پاکستان کے ساتھ وفاداری کو مشکوک جانتا ہے۔ نیز یقین رکھتا ہے کہ ظفر اللہ خان نے وزارت خارجہ کے

عہدہ کو مرزائیت کی تبلیغ اور اسلامی ملکوں میں مرزائیت کے دفتر کھلوانے اور ملازمتوں پر مرزائیوں کو قابض کرانے کا ذریعہ بنایا ہوا ہے اور یہ کہ پاکستان اور ہندوستان کو صرف قادیان کی وجہ سے ہی اکھنڈ بنانے پر مذہبی عقیدہ رکھتے ہیں اور مسئلہ کشمیر کے حل کرانے میں ان کی ناکامی نہ صرف ان کی نا اہلیت کی وجہ سے ہے بلکہ برطانیہ سے ظفر اللہ خاں اور ان کی جماعت کی قدیم مذہبی وفاداری کو اس میں بہت بڑا دخل ہے اس لئے پاکستان، اسلامی ممالک اور کشمیر کے مفاد کا تقاضا ہے کہ چوہدری ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ سے جلد از جلد علیحدہ کر دیا جائے۔

قرارداد نمبر 4

اراضی ربوہ کی واپسی کا مطالبہ

محرک: مولانا مرتضی احمد خان میکش

موید: قاضی مرید حسین ایم۔ ایل۔ اے

آل مسلم پارٹیز کنونشن۔ مرزائی پارٹی کی گزشتہ تاریخ کے پیش نظر قادیان میں دن دہاڑے قتل کرانا، مکانات کا جلانا، مخالفین کو اخراج از شہر کی سزا، دیوانی، فوجداری مقدمات میں جرمانہ، قرقی جائیداد، سزائے بیدزنی دینا اور باوجود ان سب باتوں کے پولیس کا گواہ مہیا کرنے سے عاجز رہنا اور قانون کا شل ہو جانا جس پر اس انگریزی زمانہ کی عدالتوں کے فیصلہ جات گواہ ہیں۔ اس خیال کو تقویت پہنچاتا ہے کہ ربوہ کی آبادی جواب صرف قادیانیوں کی بنائی جا رہی ہے۔ اب جس کے ارد گرد کے بارہ مواضعات کی متروکہ اراضی جو مہاجرین کو الاٹ ہوئی تھی ان سے چھین کر مرزائیوں کے حوالے کی جا رہی ہے۔ جس میں کسی دیگر فرقہ کی کوئی آبادی نہیں ہوگی۔ گزشتہ حالات واقعات کے اعادہ کا باعث بنتی جا رہی ہے۔ اس لئے یہ کنونشن حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ تعمیر شدہ عمارتوں کے علاوہ باقی خالی زمین واپس لے کر دیگر فرقوں کو آباد کر کے آنے والے خطرات کا سد باب کرے۔

قرارداد نمبر 5

محرک: مولانا محمد یوسف ؒ سیالکوٹی

موید: مولانا عبدالستار نیازی ایم۔ ایل۔ اے مرحوم

آل مسلم پارٹیز کنونشن پنجاب (منعقدہ لاہور) کا یہ اجلاس قرار دیتا ہے کہ تمام وہ

مطالبات جو تجاویز کی شکل میں منظور کئے گئے ان کی تائید میں 18 جولائی کا جمعہ یوم مطالبات منایا جائے اور تمام مساجد اور علماء اکابر ملت سے استدعا کرتا ہے کہ اس کنونشن کی منظور کردہ قراردادوں کی تائید کر کے اپنے فیصلوں کی اطلاع حکام ضلع اور صوبہ کے وزیر اعظم صاحب کی خدمت میں بھیج دیں۔

سر سے کفن باندھ کر اس قربانی کو پیش کریں گے۔ اگر جیلوں میں جانے کا سوال پیدا ہوا تو ہم جیلوں کو بھر دیں گے۔

قرارداد نمبر 6

محرک مولانا محمد ذاکر ایم۔ ایل۔ اے محمدی شریف

موید: علامہ محمد یعقوب

آل مسلم پارٹیز کنونشن پنجاب کا یہ اجلاس پاکستان کی سالمیت کو اپنا ملکی و ملی فریضہ تصور کرتا ہے اور مملکت پاکستان سے اس دلی محبت کے پیش نظر مرکزی اور صوبائی حکومتوں کو متنبہ کرتا ہے کہ چونکہ مرزائیوں کی وفاداری پاکستان کے ساتھ مشکوک ہے اور ان کے مذہبی سیاسی رہنما مرزا محمود کے عزائم سے جیسا کہ ان کے خطبات اور دیگر تدابیر سے عیاں ہے۔ یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ پاکستان پر اپنا تسلط جمانا چاہتے ہیں اور اسی کے لئے ممکن تیاریاں بھی کر رہے ہیں جن کی تکمیل کے لئے انہوں نے ربوہ کو مسلمانوں سے بالکل الگ مخصوص مرکز بنا رکھا ہے۔ تعلیم یافتہ مسلمان بالعموم اور ملازم طبقہ بالخصوص اپنے تجربات اور مشاہدات کی بنا پر مرزائیوں کو پاکستان اور ملت اسلامیہ کے لئے غایت درجہ خطرناک تصور کرتا ہے۔

حکومت کو چاہئے کہ مرزائیوں پر کڑی نگرانی رکھے اور ان کی خطرناک سرگرمیوں کی تفتیش و تحقیقات کے لئے ایک مجلس تحقیقات متعین کرے جس کے ارکان میں غیر سرکاری مسلمان عناصر بھی شامل ہوں۔

نیز جو مرزائی ذمہ دار عہدوں پر فائز ہیں۔ ان کو اپنے منصب کی آڑ میں تبلیغ مرزائیت سے روکنے کا فوری اقدام کرے۔

مسلم لیگ سے مطالبہ:

آل مسلم پارٹیز کنونشن کا یہ اجلاس ملک کی سب سے بڑی و سیاسی جماعت مسلم لیگ کی جنرل کونسل اور صوبہ کی نمائندہ اسمبلی کو متوجہ کرتا ہے کہ وہ اپنے اپنے قریبی اجلاس میں فتنہ

مرزائیت کے سد باب کے سلسلہ میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور چوہدری ظفر اللہ کی وزارت خارجہ سے علیحدہ کرنے کی تجویز پاس کر کے سنٹرل مسلم لیگ اور سنٹرل گورنمنٹ کو روانہ کر کے پنجاب کے تمام مسلمانوں کی ترجمانی کرنے کے فرائض سر انجام دے۔

شیخ محمد عبدالرشید صدیقی۔ داعی بورڈ

(بحوالہ ”تحریک ختم نبوت 1953ء“ از مولانا اللہ وسایا: ص192 تا197)

کلیدی مطالبہ:

آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے اجلاس منعقدہ کراچی میں قادیانی مذہب کے بارے میں جو چار بنیادی مطالبات طے ہوئے۔ اشتہار میں ان کی تفصیل اور ترتیب کچھ یوں شائع ہوئی۔ یہ اشتہار پورے ملک میں، شہر شہر قریہ قریہ جس بھی ذریعے سے ممکن ہو سکا، بڑی تیزی اور ذمہ داری سے پہنچائے گئے:

مسلمانان پاکستان کا

حکومت پاکستان سے

مُطالبہ

- ظفر اللہ مرزائی کو وزارت خارجہ سے الگ کیا جائے
- مرزائیوں کو پاکستان کی کلیدی ملازمتوں سے علیحدہ کیا جائے
- مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے
- ربوہ کو مسلمانوں کے لئے کھلا شہر قرار دیا جائے

یوم مطالبات:

مجلس احرار اسلام، پاکستان کے قیام سے پہلے بھی رد قادیانیت تحریک کا پرچم تھامے ہوئے تھی۔ حکومت پنجاب کی پوری کوشش تھی کہ ایک دینی مسئلے محض احرار قادیانی نزاع قرار دیا جائے اور احرار اسلام کو عوام اور مسلمانوں سے کاٹ کر ایک محدود چپقلش بنا دیا جائے۔ چنانچہ 18 جولائی 1952ء کو یوم مطالبات منانے کا اعلان ہوا۔

آل مسلم پارٹیز کنونشن پنجاب منعقدہ لاہور نے 18/جولائی 1952ء بروز جمعۃ المبارک

یومِ مُطالبات

منانے کا فیصلہ کیا ہے۔اس میں تمام مسلمان حکومت پاکستان سے پر زور مطالبہ کریں کہ

1۔مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

2۔مرزائی وزیر خارجہ ظفر اللہ کو وزارت سے الگ کیا جائے۔

3۔مرزائیوں کو کلیدی عہدوں سے فوراً علیحدہ کر دیا جائے۔

4۔ربوہ میں جو سرکاری زمین مرزائیوں کو ارزاں قیمت پر دی گئی ہے وہ واپس لی جاوے اور ربوہ میں مسلمانوں کو بھی آباد ہونے کی وہی مراعات حاصل ہوں جو مرزائیوں کو حاصل ہیں۔

5۔مجلس احرار کے جلسوں پر امتیازی طور پر جو دفعہ 144 کا نفاذ کیا گیا ہے اسے واپس لیا جائے۔اور تمام گرفتار شدگان کو رہا کر دیا جائے۔

(منجانب) شعبہ نشر و اشاعت تحفظ ختم نبوت لاہور

سرگرمیاں:

تحریک ختم نبوت 1953ع کے زمانے میں جو اردو انگریزی اخبار تحریک کے حامی یا مخالف نہ تھے ان میں نوائے وقت' امروز اور پاکستان ٹائمز شامل تھے۔سول اینڈ ملٹری گزٹ تحریک کا مخالف تھا۔تحریک کے حامی اخبارات میں آزاد' زمیندار' احسان' مغربی پاکستان اور آفاق شامل تھے۔ان میں سے بھی زیادہ پر جوش آزاد اور زمیندار تھے۔تحریک کا مخالف اخبار ربوہ سے شائع ہونے والا روزنامہ ''الفضل'' تھا جو چومکھی لڑ رہا تھا اور سرکاری ملازمین کے سہارے ہر اہم جگہ پر موجود ہوتا تھا۔آل مسلم پارٹیز کنونشن لاہور منعقدہ 14 جولائی 1952ع کے تین اہم مطالبے تھے۔

ا۔ چوہدری ظفر اللہ خان کو پاکستان کی وزارت خاجہ سے الگ کیا جائے۔

ب۔قادینوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

ج۔قادیانیوں کو ریاست کے کلیدی مناصبے ہٹایا جائے۔

ان مطالبوں کو پاکستان مسلم لیگ کی ذیلی خصوصاً ضلعی تنظیموں سے بھرپور' متفقہ اور مسلسل تائید ملی۔جلسوں کی صدارت اور جلسوں کی شمولیت کے ساتھ ساتھ مجلس عمل کے فیصلوں پر مسلم لیگ کے کارکنوں اور عہدے داروں نے پورا پورا تعاون کیا۔اسی پر اکتفا نہیں' واقعہ یہ ہے کہ تحریک ختم نبوت 1953ع کے معاملے میں ہر مسلمان نے وہ جہاں بھی کام کر رہا تھا' اپنے دل و جان قربان کر دیئے تھے۔سول' فوجی اور عدالتی بیوروکریسی کو چھوڑ کر ہر قابل ذکر حلقے نے تحریک میں حصہ لیا۔ظاہر ہے اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں وہ عناصر کیونکر من پسند مذہب کا پرچار کر سکتے ہیں جو خدا اور اس کے رسول کی تعلیمات کے منافی اور ختم نبوت کے مخالف نظریات کا حامل ہو۔1947ع سے پہلے معاملہ اور تھا۔انگریز کا قبضہ تھا' اس کے اپنے قانون تھے۔دیسی نبوت اس کی ضرورت تھی۔اب وہ خطۂ زمینجس کے لئے دہائیوں سے محنت کی تھی۔آگ اور خون کے دریا عبور کئے تھے۔گھر بار لٹائے تھے۔عصمتوں اور جانوں کی قربانی دی تھی۔وہ کیسے متحمل ہو سکتا تھا کہ ایک متوازی اسلام وضع کر کے خدائی اسلام کا مذاق اڑایا جائے۔

مجلس عمل کے متفقہ مطالبات چنانچہ علماء کے وفد کے ذریعے 21 جنوری 1953ع کو خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان کو کراچی میں پیش کئے گئے جب لاہور کے ایک سابق بیوروکریٹ آنجہانی ملک غلام محمد ملک کے گورنر جنرل تھے۔

مطالبات کی منظوری سے صاف اور دوٹوک انکار کے بعد مجلس عمل نے راست اقدام (DIRECT ACTION) کا اعلان کر دیا جس کے نتیجے میں سرکاری مشینری نے پورے ملک خصوصاً پنجاب میں مجلس عمل کی قیادت کو گرفتار کر لیا۔

ملک گیر تحریک:

16 جنوری سے 10 مارچ 1953ع تک سارا ملک خصوصاً پنجاب قادیانیت مخالف تحریک میں مصروف رہا۔مرکزی سطح پر قائدین کے وفود خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان' سردار بہادر خان وزیر مواصلات اور دیگر مقتدر اصحاب سے ملتے رہے۔22 جنوری 53ع کی ملاقات پر حکومت کو ایک ماہ کا نوٹس دے دیا گیا کہ وہ مسلمانوں کے مطالبات تسلیم کرے۔اس دوران 16 فروری 1953ع کو خواجہ ناظم الدین ملک خضر حیات کی دعوت پر پہلے سرگودھا اور اسی شام لاہور گئے۔مجلس عمل نے دونوں شہروں میں احتجاجی ہڑتال کا

اعلان کر دیا۔ چنانچہ مکمل اور زبردست شٹر ڈاؤن ہڑتال ہوئی۔ اتنے وسیع اور عوامی ردعمل کے باوجود مرکزی اور صوبائی حکومتیں مصلحت کا شکار رہیں۔

عوامی سطح پر ہر روز جلسے ہو رہے تھے۔ جگہ جگہ جلوس نکل رہے تھے۔ اخبارات میں زور وشور سے تحریک کی خبریں، رہنماؤں کے بیانات اور عوامی ہلچل کی تفصیلات چھپ رہی تھیں۔ اس وقت آزاد میڈیا کا تصور نہ تھا۔ ریڈیو سرکاری تحویل میں تھا اور ٹی وی نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ مقامی طور پر اعلانات سے ہی لوگ باخبر ہوتے تھے۔ لاؤڈ سپیکر نہ تو عام تھا اور نہ دفعہ 144 کے سبب استعمال کیا جاسکتا تھا۔

مجلس عمل اس بات پر بالکل واضح تھی کہ 22 فروری کو 30 روزہ الٹی میٹم ختم ہونے کے بعد جو راست اقدام اٹھایا جائے گا اس کی ذمہ داری ارباب حکومت پر ہو گی جن کے ہاتھ میں مسئلہ حل کرنے کی کنجی ہے۔ فیصلہ کیا گیا کہ ہر ضلع میں رضا کاروں کی بھرتی کا کام شروع کیا جائے۔ چنانچہ ضلعی مجالس عمل کے دفاتر رضا کاروں کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ ہر رضا کار کو اپنا نام درج کراتے وقت ایک حلف نامہ پُر کر کے اور دستخط کر کے دینا ہوتا تھا۔ بعض مقامات پر پرجوش نوجوانوں نے اپنے حلف نامے اپنے خون سے لکھ کر پیش کئے۔ جو لکھ نہ سکتے تھے وہ اپنے جسم پر زخم لگا کر اور اپنے خون میں ڈبو کر انگوٹھے ثبت کرتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق 55 ہزار رضا کار تحریک ختم نبوت کے لئے بھرتی ہوئے تھے۔

اس دوران پورے پنجاب میں مجلس احرار اسلام کے تحت تبلیغ کانفرنسیں شروع ہو گئیں۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ اسلامی معاشرہ کسی غیر مسلم سماج کو اپنے طور طریقوں، رسم ورواج اور مذہبی فقہ کے مطابق زندگی بسر کرنے سے نہیں روکتا۔ وہ انہیں پنپنے، ترقی کرنے اور امن وخوشحالی سے زندہ رہنے کا حق دیتا ہے۔ مسلم ریاست اپنے غیر مسلم سماجوں (COMMUNTIES) کو تحفظ اور آزادی دیتی ہے لیکن اس بات کی اجازت ہر گز نہیں ہوتی کہ اسلامی اقدار کو چیلنج کیا جائے۔ کھلے عام اسلامی شعائر کی توہین کی جائے اور اپنے عقائد اور مذہبی رسومات کی آڑ میں مسلمانوں کو ان کے دین سے برگشتہ کر کے ارتداد کی دعوت دی جائے۔ قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی تبلیغی سرگرمیاں، قلم، زبان اور سرکاری وسائل کے

ذریعے یقیناً جمہور اور علماء کے لئے فکر، اضطراب اور اشتعال کا سبب تھیں۔

قادیانی سرگرمیوں کو توڑنے اور عوام کو باخبر کرنے کے لئے مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام پنجاب کے کونے کونے میں تبلیغ کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ جن سے سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ، قاضی احسان احمد ؒ شجاع آبادی، مولانا محمد علی جالندھری ؒ، شیخ حسام الدین ؒ، ماسٹر تاج الدین انصاری ؒ، مولانا عبدالرحمٰن میانوی ؒ، مولانا محمد داؤد غزنوی ؒ، مولانا مظہر علی اظہر ؒ، حافظ کفایت حسین ؒ، مولانا تاج محمود ؒ، مولانا غلام غوث ہزاروی ؒ، مولانا بہاؤالحق قاسمی ؒ، مولانا ابوالحسنات احمد قادری ؒ، مولانا محمد حیات ؒ، شورش کاشمیری مرحوم اور دیگر مرکزی، علاقائی اور مقامی علماء اور احرار کے عہدے داران خطاب کرتے رہے۔

سرگودھا میں تبلیغ کانفرنس:

رمضان المبارک کا تیسرا جمعہ (غالباً 8 جون 1952ء) سرگودھا کے لئے مقرر تھا۔ چنانچہ احراری قائدین اور مقررین کا وفد لاہور سے سرگودھا پہنچا۔ تو معلوم ہوا کہ ڈپٹی کمشنر سرگودھا نے دفعہ 144 لگا دی ہے۔ اب کمپنی باغ میں تبلیغی جلسہ نہیں ہوسکتا تھا۔ اس وفد میں ماسٹر تاج الدین انصاری صدر مرکزیہ مجلس احرار اسلام پاکستان، شیخ حسام الدین ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام اور رضا کاران احرار کے سالار سعید اقبال موجود تھے۔ باہمی مشورے کے بعد فیصلہ ہوا کہ سعید اقبال کار پر جائیں۔ اور شہر کے بازاروں میں یہ اعلان کریں:

باغ جہاں جلسہ ہونا تھا وہاں حکومت نے دفعہ 144 نافذ کر دی ہے۔ اس لئے (کمپنی) باغ میں کوئی مسلمان نہ جائے۔ جنہوں نے احرار رہنماؤں سے بات کرنی ہو وہ بلاک نمبر 1 کی جامع مسجد میں آ جائیں۔ ہم وہیں بات کریں گے اور جو کہنا چاہتے ہیں وہیں کہہ لیں گے۔ کوئی سیاسی بات تو ہے نہیں۔ جس کے لئے کھلے میدان کی ضرورت ہو۔ مذہب کی بات ہے، خدا کا پیغام ہے آ جاؤ۔ خانہ خدا ہی میں آ کر سن جاؤ۔

(''تحریک ختم نبوت'' 1953ء، ص:11)

اعلان عام کے ذریعے پیغام سارے شہر میں نشر ہو گیا اور ہزاروں کی تعداد لوگ نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد بلاک نمبر 1 میں پہنچ گئے۔ مولانا مفتی محمد شفیع ؒ جامع مسجد کے خطیب تھے۔ تقریروں کے دوران معلوم ہوا کہ ڈی سی نے تحریری حکمنامے کے ذریعے جامع مسجد کے اندر بھی دفعہ 144 لگا دی ہے۔ بقول انصاری صاحب ؒ:

برطانوی راج میں دفعہ 144 مسجد سے باہر رہا کرتی تھی مگر پاکستان کی برکت سے دفعہ 144 نے اب کلمہ پڑھ لیا ہے اس لئے مسجد کے اندر چلی آئی ہے۔

(ص:188)

اس جلسے کے نتیجے میں دونوں ماسٹر تاج انصاری ؒ اور شیخ حسام الدین ؒ کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو گئے۔ یہ دونوں رہنما پروگرام کے مطابق تبلیغی کانفرنسوں سے خطاب کر رہے تھے۔ بالاخر پولیس نے گرفتار کرلیا اور پکڑ کر سرگودھا جیل میں قید کر دیا۔ سرگودھا سے شیخ محمد عبداللہ اور پراچہ صاحب بھی دفعہ 144 توڑنے کے الزام میں قید ہوئے۔

مسجد جو خدا کا گھر ہے۔ جہاں باجماعت نمازیں اور عیدیں ادا کی جاتی ہیں وہاں پر دفعہ 144 کا نفاذ بالکل غیر اسلامی اور مسلمانوں کے لئے ایک اشتعال انگیز حرکت تھی جس پر علما نے شدید احتجاج کیا۔ حکومت نے بعد ازاں ایک بیان جاری کیا کہ مساجد کے اندر اجتماعات پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

اس سے پہلے مجلس احرار سرگودھا ضلع نے مولوی محمد عبداللہ احراری مرحوم کے ذریعے استحکام پاکستان احرار کانفرنس 25-24 مارچ 1952ء کو منعقد کی؛ جس سے مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ، مولانا عبدالرحمٰن میانوی ؒ، مولانا محمد علی جالندھری ؒ، چوہدری محمد بشیر بہاولنگری ؒ نے خطاب کیا تھا۔ جلسے کے بعد جلوس نکالا گیا۔ جس کی قیادت مولوی محمد عبداللہ احراری مرحوم، مولوی صالح محمد ؒ مدرس سراج العلوم اور میر عبدالرشید اشک مرحوم بانی مدیر شعلہ کر رہے تھے۔ شرکاء نے ظفر اللہ مرزا بشیرالدین محمود اور مرزائیت کے خلاف نعرے لگائے۔

28 مارچ 1952ء کے ''شعلہ'' میں میر عبدالرشید اشک رپورٹ کرتے ہیں:

□ جب تک ظفر اللہ وزیر خارجہ ہے کشمیر پاکستان کو نہیں مل سکتا۔

□ ظفر اللہ' پاکستان کا وفادار نہیں۔ حکومت کی مشینری کے پرزے مرزا محمود کی مرضی کے مطابق تبدیل کئے جاتے ہیں۔

□ ہم جان دے دیں گے نبی علیہ السلام کی نبوت پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔

1۔ مولانا مفتی محمد شفیع ؒ خوشابی دارالعلوم سراج العلوم کے بانی اور دیو بند کے فاضل

تھے۔ بانی امیر حزب الانصار مولانا ظہور احمد بگوی ؒ جب نے 1932ء میں مرزائی مبلغین کا بھرپور تعاقب کیا۔ تو اس مناظراتی ٹیم میں دیگر علماء کے ساتھ مولانا خوشابی ؒ بھی بطور مبلغ حزب الانصار شامل تھے۔ تردید و تعاقب کا سلسلہ اگست سے ستمبر تک جاری رہا۔

(تفصیلات کے لئے دیکھئے ''ضلع شاہ پور (سرگودھا) میں مرزائیوں کا تعاقب'' تذکار بگویہ جلد اول ص:657 تا 683 مطبوعہ بھیرہ 2004ء)

بھیرہ کا مزاج:

بھیرہ بنیادی طور پر مذہبی' علمی اور سماجو سیاسی مزاج رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ برصغیر کے اکثر رہنما جب بھی اس علاقے میں آئے انہوں نے بھیرہ کے عوام سے ضرور خطاب کیا اور انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ بھیرہ برصغیر کی سیاسی تحریکوں میں شامل رہا۔ چنانچہ جب بھی متحدہ ہندوستان اور متحدہ پاکستان میں کوئی تحریک اٹھی' بڑے شہروں کی طرح بھیرہ اس سے پوری طرح متاثر ہوا۔ اہالیان بھیرہ اور یہاں کے رہنما ایسی قومی تحریکوں میں پورے جوش و خروش اور جذبہ و عمل کے ساتھ شامل ہوئے۔

ذرائع ابلاغ و اطلاع:

1953ء کی تحریک ختم نبوت میں ذرائع ابلاغ سابقہ انگریزی حکومت کی طرح مکمل طور پر سرکار کے قبضے میں تھے۔ ریڈیو اور اخبار دو ہی بڑے ذریعے تھے۔ ریڈیو مکمل طور پر سرکاری کنٹرول میں تھا۔ اس پر تحریک کے مخالف بیانات' تحریک کے نقصانات اور سرکاری نکتۂ نظر بیان ہوتا تھا۔ تحریک کے بارے میں اطلاعات' تحریک کی وجوہات اور اثرات اور تحریک ختم نبوت کا موقف غائب ہوتا تھا۔ سنسر شپ سخت تھا۔ تحریک سے متعلق خبریں اور وضاحتی مضامین عام رسالوں اخباروں میں نہیں چھپتے تھے۔ مساجد میں لاؤڈ سپیکر بھی نہ ہوتے تھے کہ کسی ضروری اعلان یا خبر کو جلد نشر کیا جا سکتا۔ اخبار کا حلقہ اس لئے محدود تھا کہ اخبار پڑھنے والے کم اور خریدنے والے اس سے بھی کم۔ ان حالات میں معلومات کا بڑا ذریعہ مختلف سطحوں کا علاقائی یا صوبائی تنظیم سے موثر رابطہ تھا جو آگے جلسوں یا جمعہ کے اجتماعات کے ذریعے خبریں دینے اور پھیلانے میں کام دیتا تھا۔ ضلع سرگودھا کی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت' عملی طور پر تو شہر سرگودھا کی تنظیم تھی جو ایک بڑے شہر کے مختلف حصوں اور متعدد مساجد اور علماء کو باہم گر رابطے اور حرکت میں رکھتی تھی۔ ضلعی تنظیم اس کے ساتھ صوبائی تنظیم سے برابر رابطہ رکھتی تھی تاکہ تازہ فیصلوں

اور نئی ہدایات کی روشنی میں مصروف عمل رہے۔ ضلع تنظیم، ضلع کے مختلف قصبوں اور چھوٹے شہروں کے علماء سے بھی رابطے میں تھی جنہیں تازہ ترین ہدایات اور فیصلے درکار رہوتے تھے۔

مجلس عمل سرگودھا سے رابطہ:

جس دن سے تحریک تحفظ ختم نبوت پنجاب اور مجلس عمل پاکستان کے رہنما مجلس عمل تحفظ ختم نبوت سرگودھا سے رابطے میں آئے۔ دیگر علاقوں کی طرح اسی ہفتے مولانا افتخار احمد بگوی رحمہ اللہ کا بھی مجلس عمل سرگودھا سے رابطہ ہوگیا۔ ہدایات، معلومات اور خبروں کے حوالے سے یہ سلسلہ تحریک کے آخر تک قائم رہا۔ اگرچہ مختلف شہروں کی مجالس عمل اپنے فیصلے کرنے کی خود مجاز تھیں۔ تاہم ضلعی تنظیم کو چندہ، امداد رضا کار بھیجنے اور اس سے مقررین، لٹریچر اور اشتہارات منگوانے کا نظم بہت موثر ثابت ہوا۔

تحریک ختم نبوت میں
"جریدہ شمس الاسلام" کا حصہ

مجلس حزب الانصار بھیرہ (موسسہ 21 جمادی الاول 1348ھ /5 نومبر 1929ع) کی بنیاد مولانا ظہور احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ اور بھیرہ شہر کے ان اصحاب نے رکھی تھی جو دین سے محبت اور اسلام کی خدمت کے جذبوں سے سرشار تھے۔ حزب الانصار کے اغراض ومقاصد یہ ہیں:

(1) اندرونی، بیرونی حملوں سے اسلام کا تحفظ تبلیغ واشاعت اسلام
(2) اصلاح رسوم معاشرہ
(3) احیاء واشاعت علوم اسلامیہ

ان مقاصد کے حصول کے لئے جو 15 شعبے اور ادارے قائم کئے گئے ان میں ماہنامہ "شمس الاسلام" بھی شامل ہے۔ قادیانیت کے حوالے سے رسالے کے دور ثالث (جنوری 1930ع) کے پہلے شمارے میں "عرض حال" کے تحت مولانا ظہور احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قادیانی مدعی مسیحیت ونبوت، مجددیت وکرشنیت کی ذریت، اغیار کے اشارے پر ہر جگہ مسلمانوں میں تفریق ڈالنے اور ان کو کفار کی غلامی کی ترغیب دینے میں مصروف ہے......

(بحوالہ "تذکار بگویہ" جلد اول۔ صفحات 472، 602)

چنانچہ امیر ثانی مولانا افتخار احمد بگوی رحمہ اللہ کے عہد میں بھی "رسالہ شمس الاسلام" پوری شدومد سے اپنے بنیادی مشن پر کاربند رہا۔ عقیدہ ختم نبوت اور تحریک ختم نبوت 1953ع کے حوالے سے شمس الاسلام میں چھپنے والے نمایاں مضامین کی تفصیل یوں ہے:

مضامین اور مقالے:

1۔ مسئلہ نسخ اور امت مرزائیہ۔ مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ جامع محمدی شریف (شمارہ 6/22) جون 1952ع۔

2۔ محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ تصریحات مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ (شمارہ 8/23) اگست 1952ع۔

3۔ عجائبات مرزا از مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ (شمارہ 8/23) اگست 1952ع۔

4۔ اتحاد واتفاق کا شاندار مظاہرہ ادارہ (شمارہ 9/23) ستمبر 1952ع۔

5۔ آزادی کے دن وزیر اعظم کے "ارشادات" ادارہ (شمارہ 9/23) ستمبر 1952ع۔

6۔ دفاتر میں مذہبی فرقہ کی تبلیغ کی ممانعت۔ ادارہ۔ (شمارہ 9/23) ستمبر 1952ع۔

7۔ قادیانی نبوت وخلافت طالوت۔ (شمارہ 9/23) ستمبر 1952ع۔

8۔ کفریات مرزا حکیم مولوی سید امداد اللہ جالندھری (شمارہ 9/23) ستمبر 1952ع۔

9۔ ایک انوکھا رحمت اللعالمین۔۔ مرزا قادیانی کا ہم سربننا۔ مولانا ابو النور محمد بشیر رحمۃ اللہ علیہ کوٹلی لوہاراں (شمارہ 9/23) ستمبر 1952ع۔

10۔ دعوت اسلام کی ذمہ داری۔ آئین و دستور کی حیثیت۔ ادارہ (شمارہ 10/23) اکتوبر 1952ع۔

11۔ نازک گھڑی۔ ایمان کے تقاضے۔ ادارہ۔ (شمارہ 11/23)۔ نومبر 1952ع۔

12۔ دستور سازی میں مزید تاخیر، اقتدار اعلیٰ کا مالک کون؟ ادارہ۔ (شمارہ 12/23)۔ دسمبر 1952ع۔

13۔ کرائے کے ٹٹو۔ ابو الفضل جبروتی۔ (شمارہ 12/23)۔ دسمبر 1952ع۔

14۔ دستوری سفارشات۔ مرزا محمود کی کذب بیانی۔ ادارہ۔ (شمارہ 1/24)۔ جنوری 1953ع۔

15۔ منکرین ختم نبوت' اسلام کی نظر میں۔ مولوی عبدالرحمٰن (شمارہ 1/24)۔ جنوری 1953ع۔

16۔ موجودہ صورتِ حال پر تفصیلی تبصرہ۔ ادارہ (شمارہ 2/24)۔ فروری 1953ع۔

قادیانیت کی حقیقت:

مولانا ظہور احمد بگوی ؒ اور ان جاری کے کردہ جریدہ "شمس الاسلام" نے قادیانیت کا تارو پود بکھیرنے کے لئے شاندار خدمات سرانجام دی ہیں۔ بانی امیر ؒ کی لسانی، تحریری، عوامی اور تحریکی خدمات کا بیان تذکار بگویہ جلد اول میں تفصیل سے گزر چکا ہے (دیکھئے صفحہ 641 سے 684 تک)۔ آپ نے "برق آسمانی برخرمن قادیانی" میں تجزیہ کرتے ہوئے قادیانی مذہب کی حقیقت کو ان الفاظ میں آشکارا کیا ہے:

چودھویں صدی میں قادیانی فتنہ جس دجالیت کا مظہر ثابت ہو رہا ہے۔ اس کی نظیر سابق دجالوں میں بھی پائی نہیں جاتی۔ انسانی طبائع میں آزادی مذہب کا میلان دیکھ کر میرزائے قادیانی نے ہوا کے رخ پر چلنا شروع کیا۔ اسلامی تعلیم کو مسخ کرنے فلسفہ اور سائنس جدید کو خواہ مخواہ دینی مسائل میں گھسیڑنے سے انگریزی خوانوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیا اور چند ایسے مولوی جو پہلے بھی سبیل المومنین اور سواد الاعظم کو ترک کر کے چکڑالوی یا نیچری بن چکے تھے' اس کے ہمنوا ہو گئے۔ اور ایک پوری تجارتی کمپنی قائم ہو گئی۔ جس نے سلطنت برطانیہ کا سہارا لے کر مشرق و مغرب میں اپنا دام تزویر پھیلا دیا۔ انیسویں صدی میں سلطان عبدالحمید ثانی مرحوم اور سید جمال الدین افغانی ؒ کی مساعی جمیلہ سے اتحاد عالم اسلام (پین اسلامزم) کی مبارک تحریک کا آغاز عمل میں آیا۔ مسلمانوں میں جہاد کی روح پیدا کرنے اور اسلام کا سیاسی اقتدار از سر نو بحال کرنے کے لئے نئے سرے سے جدوجہد شروع کی گئی۔ اقوام یورپ اس تحریک سے لرزہ براندام تھیں۔ مدبرین برطانیہ اس تحریک سے مضطرب اور پریشان ہو رہے تھے۔ مرزائے قادیان اور اس کے ایجنٹوں نے اس موقع سے فائدہ حاصل کیا اور عالمگیر اتحاد اسلامی کو پارہ پارہ کرنے اور جہاد کو حرام قرار دینے میں ایڑی چوٹی تک زور لگایا۔ اس موضوع پر تصانیف لکھ کر بلاد اسلامیہ میں ہزاروں کی تعداد میں شائع کیں۔ اس

طرح حکومت کی ہمدردی حاصل کر کے یہ فرقہ دن بدن بڑھتا گیا اور یہ شجرہ خبیثہ آج کل ایک تناور درخت کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ حکومت برطانیہ کے مقاصد کی اشاعت کے لئے ممالک غیر میں مبلغین بھیجے جاتے ہیں اور دوسری طرف تبلیغ اسلام کا نام لے کر مسلمانوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے۔ سادہ لوح مسلمان انہیں مال وزر سے امداد دیتے ہیں۔ اور اسی روپیہ سے یہ قادیانی کمپنی اور ان کا خلیفہ عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ مشی فی النوم۔ مستورات اور نازیباں کے مشاغل انہیں چندوں کا نتیجہ ہیں۔ غرض اغیار کی سازش سے سادہ لوح مسلمان دام فریب میں آ گئے اور اپنا مال ومتاع بلکہ ایمان تک میرزائے قادیان کی نذر کر بیٹھے۔ یہ حالات عبرت انگیز ہیں۔

سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

(بحوالہ "قادیانیت ہماری نظر میں" از محمد متین خالد مطبوعہ عالمی مجلس ختم نبوت ملتان صفحہ:5-84' 1993ع)

14 اگست 1952ع کے دن:

پاکستان میں معمول ہے کہ 14 اگست کو جہاں ہر حکومت اپنی پسند کے چہروں کو انعامات والقابات سے نوازتی ہے وہاں ملک کا انتظامی سربراہ قوم سے خطاب بھی کرتا رہا ہے۔ ملک میں جاری تحریک تحفظ ختم نبوت کے مطالبات اور عوامی خواہشات کے پیش نظر گمان کیا جا رہا تھا کہ نمازی اور پرہیزگار وزیراعظم خواجہ ناظم الدین اپنی تقریر میں قوم کو اعتماد میں لے گا اور اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے مثبت پیش رفت کرے گا۔ اس سے زیادہ' قوم کے مطالبہ نفاذ اسلام کے بارے میں کی جانے والی دستوری اور حکومتی کوششوں سے بھی اسے آگاہ کیا جائے گا۔ جب ایسا نہ ہوا تو "شمس الاسلام" میں مولانا ؒ لکھتے ہیں:

آزادی کے دن وزیراعظم کے "ارشادات":

مدت سے لگ رہی تھی لب بام ٹکٹکی!

تھک تھک کے رہ گئی نگہ انتظار آج!

مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے اور ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے معزول کر دینے کے عمومی مطالبہ کے بعد بجا طور سے یہ خیال پیدا ہونے لگا تھا کہ آخر ارباب اقتدار جمہوریت کے

تقاضوں کا کچھ تو پاس کریں گے۔ اور اب قوم کی متفقہ آوازوں نے ان کو بیدار کر کے اصلاح حال پر آمادہ کر دیا ہوگا۔ کابینہ سے ظفر اللہ کا اخراج فوری طور پر عمل میں آنا چاہیئے تھا۔ اور مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بارے میں یہ حتمی وعدہ ہونا چاہیئے تھا کہ دستوری سفارشات میں قوم کا یہ مطالبہ منظور کر کے ایسا ہی کر دیا جائے گا۔ قوم اس انتظار میں تھی کہ حکومت کی طرف سے اس سلسلہ میں مسرت انگیز اعلان کب شائع ہوگا۔ اسی دوران میں ''مدیر زمیندار'' نے یہ نوید جانفزا سنا کر آتش شوق کو اور تیز تر کر دیا کہ وزیر اعظم پاکستان الحاج خواجہ ناظم الدین صاحب آزادی کی یوم مسرت کی خوشیوں کو اس قسم کے ہنگامہ خیز اور مسرت انگیز اعلان کی خوشیوں سے دو آتشہ کریں گے۔ یعنی چودہ اگست کی یوم آزادی کے سلسلہ میں وزیر اعظم صاحب کی جو تقریر ہوگی اس میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا واضح فیصلہ سنایا جائے گا۔ مسلمانانِ پاکستان جو اپنے رہنماؤں کے ساتھ حُسن ظن قائم رکھنے میں حد سے متجاوز ہیں۔ انہوں نے یقین کر ہی لیا کہ واقعی ایسا ہی اعلان ہوگا۔ اور نہ معلوم کتنے سادہ لوحوں نے مٹھائی بانٹنے کی تیاریاں کی تھیں۔ اور چودہ اگست کو صبح کے وقت تمام خوشی کی تقریبات میں اس توقع کے ساتھ پورا پورا حصہ لیا کہ واقعی اب ہم آزاد ہو گئے ہیں۔ اور آزادی کی بڑی نشانی یہ ہے کہ اب ہمارے مطالبہ کی آوازیں ملأ اعلیٰ تک پہنچ جاتی ہیں۔ اور ہمارے رہنما ہمارے دل کی دھڑکنوں اور نبضوں کی رفتار کو محسوس کرتے اور اس کا مداویٰ کرتے ہیں۔ اور قوم کی خواہش کے مطابق قوم کا سب سے بڑا اور ذمہ دار نمائندہ آج اعلان کرنے والا ہے۔ ان جذبات مسرت کے ساتھ وہ سراپا گوش بن کر ریڈیو سیٹوں کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ خواجہ صاحب نے شیطان سے پناہ مانگ کر اور اللہ کے نام سے شروع کر کے جب اپنے ارشادات کی ابتدا کی تو امید بندھ گئی کہ آج ضرور اس تقریر سے اللہ والے خوش خوش ہوں گے اور شیطان کے سر خاک پڑے گی۔ اور جب تقریر کرتے کرتے خواجہ صاحب نے یہ فرمایا کہ:۔

''پاکستان مدت کی غلامی کے بعد حاصل ہوا ہے۔ اور عوام کو معلوم ہے کہ ہمیں اس کے حصول کے لئے ہزاروں جانیں قربان کرنا پڑی ہیں۔ گویا پاکستان کروڑوں مسلمانوں کی

آرزوؤں کی تفسیر، دنیائے اسلام کی امیدوں کا مرکز اور اللہ تعالیٰ کی ایک مقدس امانت ہے۔ جس کی حفاظت کے لئے اگر ہم اپنے خون کا آخرہ قطرہ بھی بہا دیں تو بھی کم ہو۔''

تو خیال پیدا ہونے لگا کہ اب کروڑوں مسلمانوں کی آرزوؤں کی تفسیر یعنی مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کی تشریح شروع ہو جائے گی۔ مگر ''اے بسا آرزو کہ خاک شدہ'' کیونکہ

من زخوباں چشم یاری داشتم
خود غلط بود آنچہ من پنداشتم

چنانچہ آگے جا کر خواجہ صاحب نے داخلی خلفشار کا ذکر کیا اور اس کی مضرتیں گنوائیں، اندرونی تشتت وافتراق کو ملک اور قوم کے لئے لعنت اور زہر قاتل قرار دیا۔ اور پھر فرمایا کہ:

''اس کی ابتدائی شکل یہ ہوتی ہے کہ غیر ذمہ دار لوگ بے پر کی اڑاتے ہیں۔ چونکہ قوم ان کے منہ میں لگام نہیں ڈالتی اس لئے آہستہ آہستہ قوم میں بے اطمینانی پھیلنی شروع ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ بے اطمینانی کسی بیرونی طاقت کے ایما پر جاسوسوں اور تنخواہ دار ایجنٹوں کی وساطت سے پھیلائی جاتی ہے۔ سب سے پہلے نہایت غیر ذمہ داری سے نکتہ چینی شروع کی جاتی ہے۔ ملک میں ایسی افواہیں پھیلائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے قوم میں بد دلی پھیل جاتی ہے۔ مجھے بے حد افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے ملک میں بھی غیر ذمہ دارانہ تنقید زور پکڑ رہی ہے۔ جس کا مقصد عام بے اطمینانی پھیلانے کے سوا کچھ نہیں۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ معمولی چائے خانوں سے لے کر فیشن ایبل ہوٹلوں اور ریسٹورانوں تک میں بیٹھنے والے ایسی گفتگو شروع کر دیتے ہیں جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے کارناموں پر فخر کرنے کے بجائے ہراس میں مبتلا ہوں تا کہ ہماری قوت ارادی سلب ہو جائے۔''

اور اسی سلسلہ میں قرآن حکیم کی آیت لاتفسدوا فی الارض تلاوت بھی کی۔ اور پھر مضر افواہوں کا افسوس کے ساتھ ذکر کر کے فرمایا:۔

’’بعض ایسے خارجی اور داخلی دشمن پیدا ہو چکے ہیں جو ایسی افواہیں پھیلانے میں مصروف ہیں جو مملکت کے لئے سخت مضر ہیں۔ یہ افواہیں کبھی اخباروں کے ذریعہ پھیلائی جاتی ہیں اور کبھی زبانی۔ یقیناً اس قسم کی افواہیں پھیلانیوالے اور عوام میں بے اطمینانی پھیلانے والے ہمارے دشمن ہیں۔ حکومت کے خلاف، وزراء کے خلاف اور سرکاری افسروں کے خلاف سرگوشیاں کرتے ہیں۔ کبھی یہ افواہ پھیلاتے ہیں کہ وزارت میں تبدیلی ہونے والی ہے۔ کبھی یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ وزراء میں اختلاف پیدا ہو چکا ہے۔‘‘

اور آگے جا کر فرمایا:۔

’’میں عوام سے وطن کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ وہ جب کبھی ایسی قابل اعتراض بات سنیں تو ان کی سختی کے ساتھ تردید کیا کریں۔ اور ایسی فضول اور لغو باتیں کرنے والے کو خواہ اس کی حیثیت کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو، ملک وقوم کا دشمن تصور کریں۔‘‘

(روزنامہ آفاق لاہور، مورخہ 17 اگست، 52ء)

وزیراعظم کے ان ارشادات اور لب ولہجہ نے تمام سننے والوں کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ مرزائیوں اور ظفراللہ کی وزارت خارجہ کے بارے میں قوم کے مطالبہ سے بے اعتنائی اور اس کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ اگر کچھ مجبوریاں ہیں اور علامہ اقبال مرحوم کے قول کے مطابق اپنے ملک کے اس چمن میں ’’ہم مثال سرو آزاد‘‘ بھی ہیں اور ’’پابہ گل‘‘ بھی ہیں۔ اور ہم نے ’’پابندیوں‘‘ ہی میں رہ کر آزادی حاصل کر لی ہے۔ تو پھر چاہیئے یہ تھا کہ خواجہ صاحب قوم کے سامنے اپنی مجبوریاں اور پابندیوں کا ذکر خواہ وہ اشارات وکنایات ہی کے پیرایہ میں کیوں نہ ہوتا کر دیتے اور ہماری خارجی پالیسی دوسروں کے اشارۂ چشم وابرو پر رقص کرتی رہے گی۔ لیکن خواجہ صاحب نے اُن لوگوں کو دشمن کا ایجنٹ کہہ کر خود ایک سنسنی پیدا کر دی جو کہ ملک کی سالمیت، بقاء وتحفظ، ترقی وخوشحالی اور حقیقی آزادی کی نعمت سے تمتع کی خاطر نہایت خلوص اور صدق نیت کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر انہیں اقلیتی حقوق دیئے جائیں۔ ظفراللہ کو وزارت خارجہ سے معزول کر دیا جائے۔ اور تمام کلیدی

آسامیوں سے مرزائیوں کو نکالا جائے۔ ملک کے حقیقی بہی خواہ ملک کے فائدہ کے لئے جس چیز کو ضروری سمجھتے ہیں اس کو وزیراعظم حکومت کی مخالفت، وزراء کی مخالفت اور سرکاری افسروں کے خلاف سرگوشیاں قرار دے کر اور اسے لغو اور فضول باتیں کہہ کر ایسے بہی خواہوں کو ملک وقوم کا دشمن باور کرانا چاہتے ہیں۔

چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیر ما!

ان ارشادات کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ہماری قوم کی آواز ان حضرات کے کانوں تک ہر طرح پہنچانے کے باوجود نہیں پہنچی۔ قوم اپنے مطالبات جلسوں، تقریروں، تجویزوں، جلوسوں، خطوط، اور تاروں کی شکل میں ارباب اقتدار تک پہنچاتی ہے اور انہیں ذرائع ووسائل سے کام لے کر اپنے نمائندوں کو مافی الضمیر سے مطلع کرتی ہے۔ اور جمہوری نظام میں قوم کے صحیح نمائندوں کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ انہیں آئینوں میں قوم کی مرضیات وخواہشات کی جھلک دیکھیں۔ قومی نمائندے ہمیشہ اپنی قوم کے نفسیات سے باخبر ہوتے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ بے اطمینانی اور ہنگامہ آرائی کے اصلی وجوہ واسباب کیا ہیں۔ دھواں دیکھ کر وہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کتنی آگ جل رہی ہے۔ مگر ہمارے وزیراعظم کا ارشاد ہے۔

’’حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے مظاہروں سے کبھی یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ سارے عوام اس مطالبہ کے حامی ہیں۔‘‘

اس سلسلہ میں خواجہ صاحب نے یہ بھی فرمایا

’’جمہوری نظام یہ کہتا ہے کہ عوام کی شکایات مجلس مقننہ کے سامنے پیش ہوں۔ اور تمام جمہوری ملکوں میں مجلس مقننہ ہی ایک ایسا ادارہ ہوتا ہے جہاں حکومت کے اعمال کا محاسبہ ہو سکتا ہے۔‘‘

یعنی خواجہ صاحب کا مطلب یہ تھا کہ مسلمانانِ پاکستان کو اپنے مطالبات اس شکل میں پیش کرنے کی ضرورت نہیں تھی جس شکل میں وہ اب تک پیش کرتے رہے ہیں۔ بلکہ صو

بجاتی اور مرکزی قانون ساز اسمبلیوں کے ذریعہ یہ مطالبات وشکایات پیش کرنا چاہیئے تھا۔لیکن خود انہیں معاً یہ خیال آیا کہ اس موقعہ پر ایک معقول اعتراض وارد ہوسکتا ہے کہ اس ملک میں نمائندہ مجلس مقننہ صوبوں میں کہاں اور مرکز میں کہاں اور ان مجالس کے ارکان قوم کی نمائندگی کا حق کب ادا کرتے ہیں اس لئے خواجہ صاحب نے یہ فرمانے کی تکلیف گوارا کی کہ:

''جب مجلس مقننہ کی مقررہ مدت ختم ہوجائے تو ازسرنو انتخابات ہوا کرتے ہیں۔چنانچہ پنجاب' سرحد اور بہاولپور میں بالغوں کے حق رائے کی اصولوں پر عام انتخابات ہو چکے ہیں۔ سندھ اور مشرقی پاکستان میں بھی عنقریب انتخابات عمل میں لائے جائیں گے۔''

(شمس الاسلام''شذرات'' ستمبر 1952ع'صفحہ:6تا8)

اتحاد واتفاق کا شاندار مظاہرہ:

علماء کے متفقہ 22 اسلامی نکات (1951ع) کے بعد نہایت مختصر عرصے میں یہ دوسرا موقع تھا جب پاکستان کے ہر مکتب فکر اور ہر مذہبی جماعت نے کامل اتفاق اور اتحاد پاکستان سے مطالبہ کیا کہ

مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔اور سر ظفر اللہ خان کو منصب وزارتِ خارجہ سے الگ کیا جائے۔

''شمس الاسلام'' نے اس وحدت اور ہم آہنگی کو سراہا ہے۔تمام جماعتوں کی مشترکہ جدوجہد کو جہاد کا نام دیا ہے۔اس اعلیٰ اور اہم عمل سے توقع ظاہر کی ہے کہ پاکستان میں آئین اور دستور کو اسلامی قالب میں ڈھالنے اور اسلامی نظام حیات رائج کرنے کا کام جلد اور آسان ہوگا۔چنانچہ امیر ثانیؒ شذرات کے تحت لکھتے ہیں:

پاکستان میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ کے عہدہ سے خارج کرنے کا مطالبہ قوم کی طرف سے نہایت گرم جوشی اور عموم کے ساتھ ہونے لگا ہے۔اور جس طرح بالاتفاق قوم کے تمام طبقات' مختلف جماعتوں اور مختلف زاویہ نگار رکھنے والے اور مختلف مسلک اور خیال کے لوگوں نے یک زبان ہو کر یہ مطالبہ پیش کیا ہے۔دنیائے

مطالبات میں یقیناً یہ ایک بے نظیر صورت ہے۔وہ مختلف عناصر جن کے متعلق یہ سمجھا جا رہا تھا کہ وہ کبھی ایک جگہ مل بیٹھ کر ایک بات کو سوچ نہیں سکتے۔اور ہر ایک اپنی اپنی رائے پر اصرار کرتا ہوا صرف اپنی ہی راہ پر چلتا اور دوسروں کو صرف اُسی پر چلانے کے لئے مجبور کرتا ہے۔ آج ہماری آنکھیں یہ دل خوش کن اور روح افزا نظارہ دیکھ رہی ہیں کہ وہ متضاد عناصر تمام باہمی مخالفتوں اور آویزشوں کو طاق نسیان میں ایک طرف رکھ کر تحفظ ختم نبوت کے مسئلہ پر جمع ہوگئے ہیں۔اور اس کلمہ واحدہ نے ان کو شیر وشکر بنا دیا ہے۔مرکزی مجلس عمل کی جو تشکیل ہوئی ہے۔ اُس کے ارکان کی فہرست پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مطالبہ کو منوانے اور تحفظ ختم نبوت کی خاطر شیعہ سنی' اہلحدیث' بریلوی دیوبندی اور اس طرح کے دوسرے مسلک وخیال کے اختلاف اس وقت یکسر ختم کر کے صرف مسلمان کی حیثیت سے بنیادی مسئلہ سوچنے کی کوشش کی گئی ہے۔اور اب یہ مسئلہ صرف مجلس احرار کا خصوصی مسئلہ نہیں رہا۔بلکہ جماعت اسلامی 'جمعیت علمائے پاکستان' تنظیم اہلسنت' مجلس حزب الانصار' شیعہ کانفرنس اور دوسرے تمام مذہبی اداروں نے بھی اس کو اپنا لیا ہے۔اور مشترکہ جدوجہد سے اس جہاد کو سرانجام دیا جائے گا۔مرکزی مجلس عمل کے ماتحت پنجاب کے جن شہروں میں جو مقامی شاخیں بنی ہیں یا بن رہی ہیں' اُن میں بھی تمام مذہبی طبقوں اور مختلف مسلک وخیال رکھنے والے گروہوں کے نمائندے آپس کے اختلافات کو تہہ کر کے اس ایک ہی مقصد کے لئے پورے خلوص اور صدق ہمت کے ساتھ جمع ہو رہے ہیں۔اتحاد واتفاق کے اس شاندار مظاہرہ کو دیکھ کر طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔ اور مستقبل کے متعلق امید بندھ جاتی ہے کہ اگر احساس فرض اور خلوص نیت کی یہ کیفیت اس مملکت کے ہر بنیادی مسئلہ پر باقی رہی تو حکومت میں ہم اپنے بنیادی مطالبات آئینی حدود میں رہتے ہوئے بآسانی منوا سکیں گے۔اتفاق واتحاد کے اس بے نظیر نمونہ نے بعض غلط کار لوگوں کے اس پروپیگنڈے کو جھٹلا دیا کہ باہمی اختلافات کی وجہ سے علماء ایک مطالبہ پر جمع نہیں ہو سکتے۔یہ اتحاد ان لوگوں کے لئے ایک تازیانہ ہے۔اور انہیں بتا رہا ہے کہ جس طرح مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا بنیادی مسئلہ کسی قسم کے اختلاف کے بغیر مشترکہ طور پر ہم حکومت

کے پیش کر رہے ہیں، اور اس تحریک کو آخر دم تک چلا کر اس مطالبہ کو منوا کے رہیں گے۔ اسی طرح پاکستان کی اس خداداد مملکت کے آئین و دستور کو صحیح اسلامی بنیاد پر استوار کرنے اور کتاب وسنت کے مطابق بنیادی اصول مرتب کرنے کا مطالبہ بھی سب مسلمانانِ پاکستان کا بلا اختلاف متفقہ مطالبہ ہے۔ فروع وجزئیات میں باہمی اختلاف رائے رکھنے کے باوجود ان بنیادی اصولوں میں کسی مذہبی وسیاسی جماعت کو اختلاف نہیں۔ چنانچہ اس طرح تمام مسلمانِ پاکستان کے مختلف فرقوں کے چیدہ چیدہ جید علماء دین نے متفقہ طور پر جنوری 1951ع میں کراچی کے مقام پر جمع ہو کر وہ بنیادی اصول مرتب کئے تھے۔ حکومت سے اب یہ بھی متفقہ مطالبہ ہے کہ ملک کا آئین اور دستوری سفارشات اس طرح مرتب ہو کر منظور ہوں۔ جس میں کوئی دفعہ اُن مرتب کردہ بنیادی اصول کے خلاف نہ ہو۔ امید ہے کہ ارباب اقتدار قوم کے اس اتفاق واتحاد کو اور اس کے تقاضوں کو ایک قومی حکومت کی طرح سمجھ کر ان مطالبات کی اہمیت محسوس کریں گے۔ اور نظام اسلامی اور مرزائیوں کے بارے میں جو قوم کی متفقہ آواز ہے، اسے نہیں ٹھکرائیں گے۔

(شمس الاسلام''شذرات''ستمبر1952ع' ص:5-4)

قادیانی سرگرمیوں پر پریس نوٹ:

پاکستان بننے کے ساتھ قادیانی مرکز نے اپنے حاضر امام مرزا بشیر الدین کی ہدایات کے تحت ارتدادی سرگرمیاں تیز کر دی تھیں۔ نئے ملک کے جاگیرداروں، سول، فوجی اور عدالتی بیوروکریسی اور لادین سیاست کاروں کے روپ میں دین کی پامالی برداشت کرنے والے اور مذہب کو فرد کی ذاتی ضرورت جاننے والے روشن خیال حکمران موجود تھے۔ چنانچہ ہر قادیانی نے وہ جہاں کام کر رہا تھا اسی ادارے میں اپنے مذہب کا پرچار شروع کر دیا۔ تحریک تحفظ ختم نبوت کے برپا ہونے کی وجوہات میں سے یہ ایک اہم وجہ ہے۔ پہلے تو سرکار نے علماء اور دینی جماعتوں کا قادیانی سرگرمیوں پر پابندی کا مطالبہ مسترد کر دیا مگر جب سرکاری ایجنسیوں اور خفیہ رپورٹوں سے نہ صرف تصدیق ہوئی بلکہ ارتداد کے مسئلے کی سنگینی کا

انداز ہوا۔ تب حکومت نے تبلیغی سرگرمیوں کا سختی سے نوٹس لیا۔

دفاتر میں مذہبی فرقہ کی تبلیغ کی ممانعت:

''شذرات'' کے تحت مدیر شمس الاسلام مولانا بگوی ﷫ تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

14 راگست کو اس مضمون کا ایک پریس نوٹ مرکزی حکومت کی طرف سے جاری کیا گیا ہے کہ:۔

'' حکومت پاکستان نے فیصلہ کیا ہے کہ مرکزی وصوبائی حکومتوں کے کسی وزیر کو یہ اجازت نہیں ہوگی کہ وہ اپنی سرکاری حیثیت سے فائدہ اٹھا کر اُن لوگوں میں کسی مذہبی فرقہ کی تبلیغ یا فرقہ وارانہ نظریات کی تلقین کرے، جن سے اس کا واسطہ یا میل جول رہتا ہے۔ ہر ایک صوبائی گورنر کو ہدایت کی جارہی ہے کہ وہ اس فیصلہ سے تمام متعلقہ وزراء کو مطلع کر دیں۔ اور یہ توقع کی جاتی ہے کہ کوئی وزیر اس فیصلہ سے انحراف نہیں کریں گے۔''

پریس نوٹ میں کہا گیا ہے کہ:۔

'' حکومت پاکستان کو اکثر شکایات موصول ہوتی رہتی ہیں کہ مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے بعض حکام جو ایک خاص فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں اپنی سرکاری حیثیت سے ناجائزہ فائدہ اٹھا کر اور ایسے آدمیوں میں اپنے فرقہ کی تبلیغ کرتے ہیں جن سے اُنہیں اپنی سرکاری حیثیت کی وجہ سے ملنے جلنے کا موقع ملتا رہتا ہے۔ حکومت اس صورت حال کو بہت تشویش کی نگاہوں سے دیکھتی ہے۔ اور اندریں وجوہ اُس نے فیصلہ کیا ہے کہ اس مذموم اور ناپسندیدہ روش کو فوراً بند کیا جائے۔ اور اس قابل اعتراض طریقہ سے کسی مذہبی فرقہ کے حق میں پروپیگنڈہ کو ممنوع قرار دیا جائے۔ حکومت یہ اعلان کرنا چاہتی ہے۔ اگر کسی شخص نے چاہے وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو، اس پابندی کی خلاف ورزی کی تو اسکے خلاف شدید کارروائی کیجائے گی۔ صوبائی اور ریاستی حکومتوں کو بھی ہدایت کر دی گئی ہے کہ وہ ایسے افراد کے خلاف سخت کارروائی کریں۔''

(بحوالہ روزنامہ آفاق لاہور، مورخہ 17 راگست 52ع)

الحمدللہ کہ پیہم شکایات اور متواتر مطالبات کے بعد حکومت نے یہ اعلان کر کے مرزائی اثرات کو کم کرنے کا کچھ موقعہ دے دیا۔ ہم اس اعلان پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور اس کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس سے کم سے کم یہ فائدہ تو ہو جائے گا کہ آئندہ اس جرأت و بے باکی کے ساتھ مرزائی افسروں کو سرکاری اثر ورسوخ کو استعمال کرنے کا موقعہ نہ مل سکے گا۔ جس جرأت کے ساتھ اب تک انہوں نے مرزائی مذہب کی تبلیغ کے لئے استعمال کیا ہے۔ لیکن ہم یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ جن متواتر شکایات کی بنا پر حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے وہ اس کی تحقیقات بھی کرے۔ اور جن افسروں نے اب تک اپنے سرکاری اثر ورسوخ کو اپنے فرقہ کے اقتدار کو بلند کرنے یا سرکاری اثر کو اپنے فرقہ کی مذہبی تبلیغ کا ذریعہ قرار دیا ہے اُن کو قرار واقعی سزا دے۔ اس بیان کے بعد ظفر اللہ خان وزیر خارجہ نے جو بیان دیا ہے اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے انہوں نے قادیانیوں کی وکالت کی ہے۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''چور خود ہی اپنی ڈاڑھی'' میں ''تنکا'' ٹٹول رہا ہے۔ امید ہے کہ حکومت اور حکومت کے ذمہ دار کارکن اس اعلان کو ''بے آبرو'' نہ کریں گے۔ اور اس بارے میں کڑی نگرانی رکھیں گے۔ تاکہ سول اور فوج میں کہیں بھی اس فرقہ کو اپنے زہر پھیلانے کا موقع نہ ملے۔

(شمارہ ستمبر 1952ع' ص:9)

حکومت پاکستان سے شمس الاسلام کا مطالبہ:

''فکریات مرزا'' کے عنوان سے ستمبر 1953ع کے ''شمس الاسلام'' میں حکیم مولوی سید امداد اللہ جالندھری کا مضمون شائع ہوا۔ اس میں مرزا کی کتابوں سے وہ اقتباسات دیئے ہیں جو نہ صرف کفریہ بلکہ متانت وشرافت کے بھی خلاف ہیں۔ ان ہزلیات پر ''شمس الاسلام'' نے درج ذیل مطالبہ کیا ہے:

حکومت سے پرزور استدعا ہے کہ مرزا کی اُن کتابوں کو ضبط کرے کہ جن کے حوالہ جات اس اشتہار میں دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ عیسیٰؑ کے بارے میں مرزا قادیانی کے توہین آمیز الفاظ اہل اسلام کے قلوب کو مجروح کر رہے ہیں۔

(شمارہ 9/23' ص:26)

ملکی موجودہ صورت حال پر تفصیلی تبصرہ:

قیام پاکستان کی جدوجہد کے حوالے سے مولاناؒ نے 1953ع کی اس صورتِ حال کا جائزہ لیا ہے جب ایک طرف اسلامی آئین مدّون کرنے اور دوسری طرف قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کی کوششیں ہو رہی تھیں۔ دونوں جانب مسلمانوں کے مطالبات اور ان کی خواہشات کی نمائندگی علماء کر رہے تھے۔ ملک میں 22 دسمبر 1952ع کی دستوری سفارشات پر تنقید وتبصرہ جاری تھا۔ ان مقاصد کے حصول میں جو رکاوٹیں درپیش تھیں ان کے حوالے سے مولاناؒ نے مختلف گروہوں کے مفادات کا بخوبی جائزہ لیا ہے۔ قادیانی جماعت کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی کی امت جو اگرچہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے ہرگز مسلمان نہیں۔ مگر بدقسمتی سے اب تک اُن کو آئینی طور سے غیر مسلم قرار نہیں دیا گیا۔ اس لئے یہ قادیانی' مسلمانوں کے اندر اس ملک میں مسلمان کی حیثیت سے کفر وارتداد کے باوجود رہے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ قادیانیت کوئی مذہبی نہیں۔ بلکہ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا اور ان کی ایک ایجنسی ہے۔ انگریز کی غلامی اور سفید فام آقاؤں کی چاپلوسی اور خیر خواہی ان کی رگ وریشہ میں سرایت کر گئی ہے۔ اور ان کی سرشت ہی میں یہ داخل ہے کہ وہ ہر جگہ بہ ہر صورت انگریز کی بھلائی کی کوشش کریں گے۔ قادیانیوں کی اپنی ایک مستقل تنظیم ہے۔ انگریزوں نے جاتے وقت یا بہ الفاظ صحیح پس پردہ ہوتے وقت اپنے ان ایجنٹوں کو پاکستان میں اہم اور کلیدی محکموں پر متمکن کر دیا ہے۔ ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ کا اہم عہدہ دلوایا۔ اور اس کے علاوہ دوسرے مرزائی دوسرے عہدوں پر قابض ہیں۔ اور بدقسمتی سے پاکستان کے حکمرانوں نے بھی اب تک ان پر بے جا اعتماد کیا ہے۔ وہ ربوہ میں ایک مستقل مرکز بنا کر پاکستان کے اندر ایک احمدی سٹیٹ بنائے بیٹھے ہیں۔ امیر المؤمنین بھی ہے' دار الخلافہ بھی ہے۔ فرقان بٹالین بھی ہے۔ اور دوسرے سارے محکمے اور شعبے قائم ہیں۔ قادیانیوں کی خواہش اور جدوجہد یہ ہے کہ یہاں

برطانیہ کا سابقہ نظام باقی رہے۔ عملاً ہمارا قبضہ ہو۔ ہمارا ظفر اللہ وزیر خارجہ رہ کر انگریزوں کی پوری پوری نمائندگی اور خیر خواہی کرتا رہے۔ عام مسلمان اسلامی تعلیمات اور اسلامی نظام زندگی سے دور اور غافل و جاہل رہیں۔ ہم کو کھلے بندوں قادیانیت اور مرزا کی نبوت کی تبلیغ و اشاعت کا موقع ملے۔ تاکہ لوگ ملازمتوں' عہدوں اور مال و دولت کے لالچ میں آکر اپنے ایمان کو ضائع کرتے رہیں اور ہماری کمپنی کی توسیع ہو۔

(جریدہ شمس الاسلام' فروری 1953ع' ص:9)

پاکستان کے متعلق مرزا محمود کا ایک الہام:

مرزا البشیر الدین' قادیانی مذہب کے بانی مرزا غلام احمد کے فرزند اکبر اور ان کے بعد جماعت کے دوسرے ''امام اور خلیفہ'' تھے۔ اپنے والد کی طرح ان پر بھی الہام ہوتے تھے اور جماعت کے اخبار ''الفضل'' قادیان پھر ربوہ میں باقاعدگی سے اس طرح شائع ہوتے تھے جس طرح موسم کا حال یا منڈیوں کے بھاؤ تاؤ۔ چنانچہ تقسیم ہند سے بابت مرزا ثانی کا الہام جب اشتہار کی شکل میں شائع ہوا تو اہل علم نے اس کا سختی نے نوٹس لیا۔ مدیر ماہنامہ ''شمس الاسلام'' مولانا افتخار احمد بگوی رحمہ اللہ نے ''شذرات'' کے تحت لکھا:

5/اپریل 1947ع کے اخبار ''الفضل'' قادیان میں مرزا البشیر الدین محمود کا ایک الہام شائع ہوا تھا۔ جس کا اظہار مرزا نے ایک شادی کی تقریب کے موقع پر اپنی تقریر میں کیا تھا۔ الہام کا خلاصہ یہ ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی تفریق اور ملک کی تقسیم عارضی ہے۔ پاکستان بن جانے کے بعد بھی ملک پھر متحد ہوگا۔ اور آخر کار ''اکھنڈ ہندوستان'' بن کر رہے گا۔

مرزا محمود کے اس الہام کو متعدد شہروں میں اب پھر شائع کیا گیا ہے۔ اور ان مطبوعہ اشتہاروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جماعت خدام احمد کے ناظر تبلیغ اس کو مشتہر کر رہے ہیں۔ اور اس الہام کی بنا پر احمدیوں کا یہ عقیدہ بتلا رہے ہیں کہ پاکستان کا وجود عارضی ہے۔ اور بہت جلد یہ تقسیم ختم کر دی جائے گی اور ملک اکھنڈ ہو کر رہے گا۔ ان اشتہارات کے جواب میں مرزا محمود

کی طرف سے تو اپنے الہام کے متعلق کچھ بیان نہیں آیا۔ البتہ ''الفضل'' نے جواب دیا کہ (1) ''جماعت خدام احمد'' نام کی کوئی جماعت احمدیوں کی نہیں اور نہ یہ اشتہار ان کی طرف سے شائع ہوا۔ (2) بلکہ یہ اشتہار اُن لوگوں نے شائع کیا ہے جو احمدیت کے دشمن ہیں۔ اور قیام پاکستان سے قبل سیاسی لحاظ سے وہ مسلم لیگ کے مخالف تھے۔ اور انہوں نے پاکستان کی شدید مخالفت کی تھی (یعنی مجلس احرار کی طرف اشارہ ہے)۔ 3' 5/اپریل 47ع کے ''الفضل'' میں جو الہام شائع ہوا تھا اس میں انہوں نے کتر بیونت کر کے اور کچھ حصہ عبارت چھوڑ کر شائع کیا ہے۔

گویا ''الفضل'' نے بھی الہام کا وجود تسلیم کیا ہے اور مندرجہ عبارت کو بھی درست تسلیم کیا ہے۔ البتہ اعتراض اٹھایا ہے کہ اس سے آگے کی عبارت درج نہیں کی گئی۔ لیکن ''الفضل'' نے جو اس سے آگے عبارت درج کی ہے اس سے اصل مدعا پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بلکہ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ الہام میں پاکستان کو ''ہلاکت کا گڑھا'' قرار دیا گیا ہے۔ اور ہم اس بحث میں بھی پڑنے کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ شائع کرنے والا کون ہے۔ اصل مقصد تو یہ ہے کہ مرزا محمود کا ایک الہام اس مضمون کا موجود ہے اور اس بنیادی چیز کو بہر حال مان لیا گیا ہے۔ اس لئے اخبارات میں اس الہام کے متعلق مقالات لکھے گئے ۔ اور سوال یہ کیا گیا ہے کہ مرزائیوں کے مصلح مدعود اور خلیفۃ المسیح کے الہام کی حیثیت یقیناً مرزائیوں کے لئے ایک مذہبی عقیدہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ پس اس الہام کی بنا پر ہر مرزائی کا عقیدہ یہ ہے کہ پاکستان کا وجود عارضی ہے اور ملک اکھنڈ ہو کر رہے گا۔ اور یہ کہ ''احمدیت'' کے فروغ کے لئے بھی ملک ایک ہونے کی ضرورت ہے۔ تو ایسا اس عقیدہ رکھنے کے ساتھ پھر کسی مرزائی کو ملک کا وفادار کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ اور کس طرح اعتماد رکھا جا سکتا ہے کہ ملک کی مدافعت و استحکام میں مرزائی ہمت و استقلال سے کام لے سکیں گے؟

(شمارہ 4 جلد 20 اپریل 1950ع)

مرزائیت اور پاکستان سے غداری:

پاکستان قائم ہو جانے کے بعد بھی قادیانیوں کی جذباتی اور روحانی وابستگی قادیان سے ہے۔ شاید ان کے لئے پاکستان میں پڑاؤ عارضی ہے۔ قادیان میں مقیم مرزائیوں کے لئے ہندوستان سے خصوصی مراعات لینے کے لئے وزارت خارجہ نے طے کیا کہ ننکانہ صاحب میں مقیم سکھوں کو بھی ویسی ہی خصوصی مراعات سے نواز جائے۔ اس ضمن میں مولانا بگوی رحمۃ اللہ علیہ مدیر شمس الاسلام نے حکومت پاکستان کی ''مرزائیت نوازی'' کا گہرائی سے جائزہ لیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ ظفر اللہ خان نے بطور وزیر خارجہ پاکستان کے لئے ابھی تک کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دیا کہ وہ اس منصب جلیلہ پر ناز کرے چنانچہ قادیانیوں کو علیحدہ جداگانہ اقلیت قرار دیا جائے۔ ورنہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ''آزادی'' ملنے کے باوجود ہم انگریزوں کے بدستور غلام رہیں اور اس کے لگائے ہوئے پودے کو پروان چڑھائیں۔

کچھ عرصہ سے پاکستان میں یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ آیا مرزائی پاکستان کے وفادار ہیں۔ یا وہ موقع آنے پر غدار ثابت ہوں گے۔ ملک کے اخبارات نے بجا طور پر اس مسئلہ کو چھیڑا ہے۔ اور پاکستان میں مرزائیوں کی موجودہ سرگرمیوں اور سازشوں اور ان کی فطرت وطنیت سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ اب وفاداری کا یہ دم بھرنے والے نازک وقت میں ہندوستان کے دوست ثابت ہو جائیں گے۔ اور اپنے ''قبلہ و کعبہ'' قادیان میں پھر جا کر بسنے کی خاطر پاکستان کو قربانی کا بکرا بنانے سے دریغ نہ کریں گے۔ قادیان میں مقیم مرزائیوں کے بدلہ میں ننکانہ میں سکھ رکھے گئے ہیں۔ اور خبر آئی ہے کہ ان قادیانیوں کو وہاں بال بچے رکھنے کی اجازت بھی اس شرط پر دے دی گئی کہ یہاں ننکانہ میں سکھ بھی اہل وعیال بلا کر مستقل طور سے اقامت گزین ہوں گے۔ یعنی صرف ایک قادیان کے لئے جس کے ساتھ مسلمانوں کا نہ صرف یہ کہ کچھ تعلق نہیں بلکہ وہ مسلمانوں کی نگاہ میں ایک دشمن خدا اور رسول کا مرکز کفر والحاد ہے اور اس لئے مبغوض ہے۔ پاکستان میں سکھوں کو مراعات دی جا رہی ہیں۔ درآنحالیکہ

مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کی ہزاروں عبادت گاہیں اور خانقاہیں، مدارس و مکاتب قبضۂ اغیار میں ہیں۔ ہم یہ ضرور چاہتے ہیں کہ ہندوستان و پاکستان کے تعلقات خوشگوار ہوں اور دونوں ہمسایہ حکومتیں اور ان کی رعایا نہایت امن و سکون کے ساتھ زندگی بسر کریں اور اقتصادی تجارتی اور دیگر تعلقات استوار ہوں۔ لیکن ہم یہ کبھی نہیں برداشت کر سکتے کہ ہر طرح کی سود بازی صرف قادیان کے حصول کی خاطر ہو۔ اور وہاں پر مراعات حاصل کرنے کے لئے پاکستان کی اسلامی مملکت کے سیاسی مفادات کو قربان کر دیا جائے۔ درحقیقت بنیادی غلطی یہ ہے کہ ہمارے اکابر نے ظفر اللہ خان کی پوزیشن، اسکے مذہب و مسلک اور تمام سیاسی گزشتہ تاریخ پر غور کئے بغیر ہی نہ معلوم کس کے اشارۂ چشم و ابرو پر فوراً ہی وزارت خارجہ کا اہم ترین عہدہ اُس کے حوالہ کر دیا۔ انگریزوں اور انگریزی ایجنٹوں کی طرف سے بالواسطہ اور مرزائیوں کی طرف سے بلا واسطہ بار بار ظفر اللہ کی لیاقت و ہمہ دانی اور ذہانت و قابلیت کا ہمہ گیر پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ اچھے خاصے ''دیندار قسم'' کے لوگ بھی اس باطل پروپیگنڈا سے اس قدر متاثر ہیں کہ وہ مرزائیوں کو کافر قرار دینے کے باوجود ظفر اللہ کی وزارت کو اس کی ''مخصوص صلاحیتوں'' کی بنا پر قابل برداشت سمجھتے ہیں لیکن ہم اس کو انگریزوں کا ایک زبردست پروپیگنڈا سمجھتے ہیں کہ اس طرح وہ اپنے مقاصد کے حصول اور کار برآری کے لئے ظفر اللہ کو ہم پر مسلط رکھنا چاہتے ہیں۔ اور پاکستان کے اہم اور کلیدی محکمہ پر اپنا ایک قابل اعتماد ایجنٹ بٹھائے رکھنا انہیں منظور ہے۔ ورنہ اگر حقیقت یہ نہیں تو آخر بتایا جائے کہ قیام پاکستان کے بعد آخر کونسا وہ میدان ہے جو انہوں نے اپنی لیاقت و ذہانت سے جیت لیا ہے۔ بلکہ پاکستان کو جتنے پیچیدہ مسائل در پیش ہیں۔ خصوصاً مسئلہ کشمیر اُن کی اصل وجہ ظفر اللہ کی غلط سیاست اور انگریزوں پر اعتماد کا غلط جذبہ ہے۔ ہم علیٰ وجہ البصیرۃ کہتے ہیں کہ ظفر اللہ خان، مرزا بشیر الدین محمود اور افواج پاکستان کے دوسرے ذمہ دار مرزائی فوجی افسر اور عام مرزائی حقیقۃً پاکستان کے وفادار و خیر خواہ نہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اپنے مذہب کے بنیادی اصول کے مطابق مرزا غلام احمد کو نہ ماننے

والے تمام لوگوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ اور نجات کے لئے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے احکام و ضوابط کے اعتقاد و پابندی کو کافی یقین نہیں کرتے بلکہ غلام احمد کی نبوت کے اعتقاد اور اس کی پیروی کو بھی لازمی قرار دیتے ہیں۔ اس لئے قرار داد مقاصد کی رو سے کتاب و سنت پر مبنی حکومت کو وہ اسلامی حکومت بھی نہیں کہتے۔ جب وہ حکومت کو اسلامی حکومت نہیں مانتے۔ اس کی اکثریت کیا بلکہ اپنے معدودے چند مرزائیوں کے سوا ساری آبادی کا کافر کا درجہ دیتے ہیں تو آخر اُن سے پھر کیا توقع ہوسکتی ہے کہ وہ اس ریاست اور اس کے قانون کے وفادار ہوں گے۔ اور اسکے باشندوں کے ساتھ خیر خواہی و بھلائی کا جذبہ رکھ سکتے ہوں گے۔ صاف بات یہ ہے کہ مرزائی مذہب' انگریزوں کی بنیادوں کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لئے گھڑ لیا گیا تھا۔ اب انگریز کے چلے جانے کے بعد (اگر ہم واقعتہً سچے دل سے یہ سمجھتے ہوں کہ انگریز چلا گیا ہے) اس ملک میں اب مرزائیت کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ مرزائیت کو اب برداشت کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم انگریزوں کے لگائے ہوئے پودے کو اکھاڑنا نہیں چاہتے۔ اور یہ ہماری خواہش ہے کہ ''آزادی'' ملنے کے باوجود ہم انگریزوں کے غلام رہیں اور ان کی زہریلی جڑوں کو اپنے اندر باقی رہنے دیں۔ اور اگر اُن مرزائیوں کو اب بھی خواہ مخواہ اصرار ہے کہ ہم یہ مذہب ترک نہیں کرسکتے۔ تو پھر زیادہ سے زیادہ رعایت اگر ان کے ساتھ کی جاسکتی ہے تو وہ یہ ہے کہ انہیں مسلمانوں سے علیحدہ ایک جداگانہ اقلیت قرار دیا جائے۔ اور ایک اقلیت کی طرح ان سے معاملہ رکھا جائے۔ لیکن اس فرقہ کے مخصوص سیاسی رجحانات' ان کے مرکز عقیدت قادیان کا انڈیا کے قبضہ میں ہونے اور گزشتہ سیاہ تاریخی کارناموں کی بنا پر ان کی سیاسی سرگرمیوں پر پھر بھی کڑی نگرانی رکھی جائے اور ان کو کسی اہم اور کلیدی محکمہ کے اختیارات حوالہ نہ کئے جائیں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا اور مسلمانوں جیسے نام رکھنے کی وجہ سے ان کو مسلمان سمجھ کر اعتماد کیا گیا تو یاد رکھا جائے آخر کار یہ غدار ثابت ہوں گے اور پتہ اس وقت لگے گا جب کہ پانی سر سے گزر گیا ہوگا۔

معلوم نہیں ہمارے ارباب اقتدار اور ''اونچے طبقہ کے مسلمان'' ان حقائق و

واقعات پر غور کیوں نہیں کرتے۔ ظفر اللہ خان کے ہاتھوں ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ لیکن صحیح حل سوچنے کی انہیں توفیق نہیں ہوتی۔ عام مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس مطالبہ کو اس قدر عام اور ہمہ گیر و مضبوط کریں تاکہ ان اونچے محلات تک یہ آواز پہنچ جائے۔ اور انہیں جھنجھوڑ کر بیدار کر دیا جائے کہ خدارا پاکستان کو ان غداروں سے بچاؤ!

(شمس الاسلام ''شذرات'' شمارہ 3 جلد 20 مارچ 1950ع' ص:7-8)

بھیرہ میں تحریک ختم نبوت کی سرگرمیاں:

جنوری 1953ع میں آل مسلم پارٹیز کنونشن منعقدہ لاہور سے پہلے بھیرہ میں تحریک ختم نبوت کا آغاز ہو چکا تھا۔ مولانا افتخار احمد بگویؒ ہر جمعہ کے دن اپنے گھنٹہ بھر کے خطاب میں عقیدہ ختم نبوت' قادیانی مذہب' مرزا غلام احمد کی شخصیت اور ان کی تعلیمات' اسلام میں ختم نبوت اور رسالت کا مرتبہ و مقام' قادیانی مذہب کے بارے میں برصغیر کے متعدد علماء اور بعض مذہبی جماعتوں کی مسلسل جدوجہد' قادیانیت اور انگریزی اقتدار' جدوجہد آزادی میں مرزا غلام احمد اور قادیانی جماعت کا کردار' قادیانی مذہب کے مسلمانوں کے بارے میں احکامات اور ان کے ساتھ شادی بیاہ' جنازہ تدفین اور دوسرے سماجی روابط کے بارے میں ہدایات' بانی امیرؒ اور حزب الانصار و شمس الاسلام کی لازوال خدمات مسلسل اور باقاعدگی سے ان موضوعات پر اظہار خیال کرتے تھے۔ مولانا کے ساتھ بیرونی مقررین بھی مدعو کئے جاتے تھے جو زیادہ تفصیل سے روشنی ڈالتے تھے۔ یہ سلسلہ کئی مہینوں کے خطابات پر محیط تھا۔ اس دوران مختلف حوالوں سے علاقے کی مساجد میں مذہبی اجتماعات ہو رہے تھے۔ کبھی ختم نبوت کے موضوع پر' کبھی یوم صدیق اکبرؓ کے سلسلے میں' کبھی خلفائے راشدینؓ کے حوالے سے۔ اس دوران تبلیغ کانفرنسیں بھی منعقد ہوئیں۔ زیادہ تر یہ کانفرنسیں جامع مسجد بھیرہ کے وسیع صحن میں عشا کی نماز کے بعد شروع ہوتیں اور رات گئے تک جاری رہتیں۔ ان میں مقامی علماء اور حزب الانصار کے اساتذہ و مبلغین کے علاوہ دیگر علاقوں سے اور ضلعی مجلس عمل کے

ذمہ دار اصحاب بھی شریک ہوتے تھے۔

حزب الانصار کے مبلغین:

مجلس عمل تحفظ ختم نبوت بھیرہ کا باقاعدہ آغاز جنوری 1953ء کے تیسرے ہفتے میں ہوا۔اس سے قبل مجلس حزب الانصار جو ختم نبوت خصوصاً تردید قادیانیت میں خاص ملکہ اور شہرت کی حامل رہی ہے۔اس کے فاضل' بے لوث اور انتھک مبلغین ضلع سرگودھا خاص طور پر تحصیل بھلوال کے تھانہ بھیرہ' تھانہ جھاوریاں اور تھانہ پھلروان کے سینکڑوں دیہات اور گاؤں میں پھیل گئے۔بھیرہ شہر اور نواح کی درجنوں مساجد ہیں جہاں حزب الانصار کے مبلغوں کی محنتوں سے عوام کو اسلام کی صحیح تعلیمات اور قادیانیت کے اصل خدوخال سے آگاہی ہوئی۔ شہروں اور قصبات کے اجتماعات میں ثانی امیر محترم ﷫ خود شریک ہوتے اور خطابات کرتے تھے۔مجلس حزب الانصار نے ہزاروں کی تعداد میں ایسے چھوٹے اشتہار شائع کیے جن میں تبلیغی اجتماع کا اطلاع ہوتی تھی۔مقام دن تاریخ وقت کی جگہ خالی ہوتی تھی۔جس مقام پر تبلیغی اجتماع رکھنا ہوتا تھا۔دو روز قبل خط کے ذریعے مقامی امام مسجد یا خطیب صاحب کو اطلاع دی جاتی اور ایک رضا کار یا دارالعلوم کا طالب علم سائیکل یا تانگے پر جاتا۔مقامی داعی کو دعوت نامہ پیش کرتا۔پروگرام کی توثیق لیتا اور اشتہار ان کے حوالے کر دیتا تھا۔مقامی داعی اشتہار لگواتے۔گاؤں میں اجتماع کا اعلان کرتے اور انتظامات کرتے۔مبلغین کوشش کرتے کہ مقامی داعی پر ان کے قیام وطعام کا بوجھ نہ پڑے مگر رسالت کے پروانے نہ صرف مہمانوں کی آؤ بھگت کرتے' نزدیکی گاؤں میں اجتماع منعقد کروانے کا بندوبست کرتے بلکہ تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں دامے درمے مدد بھی کرتے تھے۔

علماء:

تحفظ ختم نبوت میں کام کرنے والے علماء حزب الانصار کے مبلغین اور دارالعلوم عزیزیہ اساتذہ کے نام یہ ہیں:

مولانا محمد عظیم بدر	مولانا فضل الٰہی پھلروان	مولانا غلام محی الدین شاہ
مولانا حافظ عبدالرحمٰن	مولانا غلام مرتضیٰ میانہ گوندل	مولانا حسین الدین شاہ
مولانا ابوالمختار محمد امین جھنگوی	مولانا محمد یونس چیلیانوالہ	مولانا محمد ذاکر شاہ ایم اے
مولانا سید عبدالرحمٰن شاہ	مولانا امیر الدین جلال آبادی	مولانا محمد حنیف کوٹ مومن

رضا کار بھرتی:

مجلس عمل کے قیام کے بعد حزب الانصار کے مبلغین کے ذمہ یہ کام بھی تھا کہ وہ گاؤں گاؤں' دیہات دیہات مسلمانوں خصوصاً نوجوانوں کو عنیر ول (بھرتی) کریں۔ اس بھرتی کا مقصد رضا کاروں کے جیش (جتھے) تیار کرنا تھا تاکہ حکومت کی جانب سے مطالبات کی نامنظوری اور پکڑ دھکڑ کے خلاف راست اقدام (ڈائریکٹ ایکشن) میں 'جیل بھرو' کی تحریک چلائی جاسکے۔ چنانچہ سینکڑوں کی تعداد میں علاقے کے نوجوان مسلمان تحریک ختم نبوت میں بطور فداکار اور جانثار بھرتی ہوئے۔

مجلس عمل تحفظ ختم نبوت بھیرہ

بھیرہ اور اس کے نواح میں مجلس حزب الانصار اور بگوی علماء کی ایک شناخت ہے اور بہت وسیع حلقہ اثر' تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں ابھی تک کام ان دو علامتوں کے حوالے سے ہو رہا تھا۔جنوری 1953ء کے کنونشن کے بعد حالات تیزی سے بدلنے لگے۔حکومتی ہتھکنڈوں اور ریاستی جبر کا مقابلہ کرنے کے لئے ضروری تھا کہ تمام دینی طاقتیں اور مذہبی حلقے بلا تفریق متحد اور متحرک ہوں۔جنوری 53ء کے آخری ہفتے میں ایک جمعہ کی نماز کے بعد جامع مسجد بگویہ میں شہر کی مساجد سے آئمہ وخطباء اور تمام محلوں سے نمائندہ معززین کا اجتماع ہوا۔اس اجتماع

کے داعی امیر حزب الانصار مولانا افتخار احمد بگوی ؒ تھے اور بالاتفاق انہوں نے ہی اس غیر رسمی اجلاس کی صدارت کی۔ آپ نے ملکی حالات' تحریک کے فیصلوں اور مرکزی قائدین کی گرفتاری کے بارے میں تفصیلی اظہار خیال کیا۔ اجلاس کے دیگر شرکاء نے مقامی احوال اور دیگر معاملات کے بارے میں اپنے اپنے جذبات کا اظہار کیا اور آئندہ لائحہ عمل کے لئے ٹھوس تجاویز دیں۔ اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ اب بھیرہ میں مجلس عمل کی باقاعدہ تنظیم کی جائے۔ چنانچہ درج ذیل عہدے دار کامل اتفاق رائے سے طے پائے۔

صدر: مولانا افتخار احمد بگوی امیر حزب الانصار وخطیب جامع مسجد بھیرہ

نائب صدر: حضرت پیر بدر الامیر گیلانی ؒ سجادہ نشین بھیرہ۔ جناب شیخ محمد اسلم رئیس بھیرہ' حضرت پیر محمد شاہ ؒ سجادہ نشین بھیرہ۔ حکیم مولوی شاہ محمد ؒ آف شیخ پور۔

ناظم اعلیٰ: مولانا حکیم برکات احمد بگوی ؒ۔

ناظم مالی امور: مولانا غلام محی الدین شاہ ؒ۔ مولانا حسین الدین شاہ۔ حکیم برکات احمد بگوی۔

مجلس عاملہ: مولانا حافظ عبدالرحمٰن۔ مولانا حافظ فضل کریم گوندل' ڈاکٹر رشید احمد' مولانا حسین الدین شاہ' حکیم برکات احمد بگوی' شیخ عبدالمجید' چوہدری فضل احمد پراچہ' محمد افضل پراچہ' قاضی محمد عبداللہ' بابو فضل احمد' میاں غلام الٰہی' قاضی شیر محمد' ڈاکٹر خواجہ احسان الٰہی' حکیم ایرانی' حکیم سلطان محمود' سیٹھ محمد صدیق' مولوی محبوب الٰہی۔

مجلس عمل بھیرہ کا دائرہ کار:

مجلس عمل تحفظ ختم نبوت بھیرہ کے فرائض میں درج ذیل امور شامل تھے:

(1) بھیرہ شہر اور نواح میں تحفظ ختم نبوت کے لئے جلسوں/اجتماعات کا انعقاد۔

(2) مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پنجاب/پاکستان کی ہدایت پر جلوسوں اور ہڑتالوں کا اہتمام

(3) ختم نبوت کے حوالے سے مضامین' پمفلٹ' اشتہاروں' اور بیجوں کی اشاعت اور

تقسیم

(4) ڈاریکٹ ایکشن کے لئے فداکار اور جانثار رضاکاروں کی لام بندی اور انتظامات

(5) حسب ہدایت تاروں اور وفود کے ذریعے سرکاری عمال اور حکومتی کارندوں تک رسائی۔

(6) 'جیل بھرو' اقدام کے تحت رضاکاروں کی تنظیم اور گرفتاری

(7) رضاکاروں کی جیل میں ضروریات کی سپلائی اور فراہمی کا انتظام۔

(8) جیل میں محبوس رضاکاروں کے امداد طلب لواحقین اور اہل خانہ کی دیکھ بھال۔

(9) تمام فرقوں میں ہم آہنگی رکھنے اور فرقہ واریت کے استیصال کے لئے کوشش تاکہ ففتھ کالمسٹ باہمی اتفاق واتحاد کو پامال نہ کریں اور تحریک متاثر نہ ہو۔

(10) تحریک کو پرامن رکھنا اور شہر میں "جلاؤ گھیراؤ' پکڑو مارو" کا کلی سد باب۔

(11) تحریک ختم نبوت کے لئے چندہ کی فراہمی تاکہ اس سے مقامی اخراجات اور ضلعی و صوبائی مجالس کی ضروریات کو پورا کیا جاسکے۔

مجلس عمل ختم نبوت بھیرہ خوش قسمت تھی کہ اس کے ساتھ بھیرہ جیسی اسلام دوست علم پرور' اور فدائی رسول بستی کے عوام تھے۔ اس کے پاس مجلس حزب الانصار کے مقامی اور نواحی کارکن اور دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ کے صدہا طلبا کا اثاثہ تھا۔ جو درس نظامی اور حفظ قرآن کے شعبوں میں زیر تعلیم تھے۔ شعبہ مبلغین اور شعبہ تدریس کے جواں سال اور فعال اراکین تھے۔ شہر کے تمام آئمہ مساجد' مقررین اور دیندار طبقہ مکمل طور پر تحریک ختم نبوت اور حزب الانصار کا ہم نوا تھا۔ چنانچہ مجلس عمل بھیرہ کے دائرہ کار میں آنے والے تمام فرائض بڑی خوش اسلوبی سے طے پا رہے تھے۔ شہر اور اس کے نواح میں جلسے جلوسوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا۔ پمفلٹ اور اشتہار مختلف عنوانوں کے تحت چھپ کر جگہ جگہ تقسیم ہو رہے اور چسپاں ہو رہے تھے۔ قریہ قریہ سے رضاکاروں کی فہرستیں اور شہر کے محلے محلے سے نوجوان

بوڑھے جامع مسجد بگویہ بھیرہ میں آ رہے تھے اور لام بندی کے تحت اپنے کوائف اور بعض خون سے لکھے ہوئے حلف نامے جمع کرا رہے تھے۔ یہ رضا کار مخیّر حضرات سے چندہ بھی اکٹھا کر رہے تھے اور قیادت کے زیر حکم شہر کا امن بھی برقرار رکھ رہے تھے۔ شر پسند عناصر ہر تحریک میں کھیل کھیلنے کا موقع تلاش کرتے ہیں تا کہ ایک طرف ان لوگوں کو پکڑنے' مارنے اور لوٹنے کا کام کریں جن کے خلاف تحریک چل رہی ہوتی ہے دوسری طرف حکومت کو موقع فراہم کرتے ہیں کہ وہ ڈنڈے سے تحریک کو کچل سکے۔ حکومت کی کوشش ہوتی ہے کہ تحریک کے اندر پھوٹ ڈالی جائے۔ مختلف طبقوں کو فروعات پر الجھا دیا جائے تا کہ اصل مقصد غائب ہو سکے۔ ان تمام منفی کاموں کے تدارک کے لئے مولانا حکیم برکات احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ محترم پیر بدر الامیر گیلانی اور مولانا سید حسین الدین شاہ نے بڑے تدبر اور تدبیر سے رضا کاروں کو مثبت خدمات پر لگایا۔

حلف نامہ رضا کار مجلس عمل:

تحریک ختم نبوت کے لئے عنیر ول ہونے والے رضا کاروں کو یہ حلف لینا اور دستخط کرنے ہوتے تھے۔

رضا کار مجلس عمل میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کر کے عہد کرتا ہوں کہ سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے منصب نبوت کے تحفظ اور حضور ﷺ کے مدعیان نبوت کے فتنوں کے استیصال کے لئے آل پارٹیز کنونشن کی مجلس عمل کی راہ نمائی میں ہر قسم کی جانی و مالی قربانی کے لئے تیار ہوں گا۔

اللہ تعالیٰ مجھے اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دستخط رضا کار پورا پتہ

(بحوالہ تحریک ختم نبوت 1953ء' ص:406)

رضا کار:

رضا کار بھرتی کرتے وقت یہ دیکھا جاتا کہ وہ جوش و جذبہ اور ایمان و محبت کے علاوہ پر عزم اور بلند حوصلہ ہو۔ وہ صحت مند اور تندرست ہو۔ ضعیف والدین یا واحد کفیل ہونے کی صورت میں اسے WAITING LIST میں رکھا جاتا۔ اس کے حالات سے اندازہ لگایا جاتا کہ جیل میں لوازمات کی فراہمی کے علاوہ اس کے اہل خانہ کے لئے کتنی امداد کافی ہو گی تا کہ رضا کار کی غیر حاضری میں گھر والے متاثر نہ ہوں۔ مجلس عمل بھیرہ نے مجلس حزب الانصار کے تعاون سے ایسا انتظام کیا کہ گرفتاری دینے والے رضا کاروں کو بریفنگ دی جاتی تا کہ وہ گرفتاری کی صورت میں آنے والی مشکلات کے لئے ذہنی طور پر تیار ہوں۔ جیل اور پولیس کی مشکلات سے دوچار ہوتے ہی وہ بے حوصلہ نہ ہو جائیں اور اندرونی سازش سے معافی پر نہ اتر آئیں۔ رضا کاروں کے انتخاب اور ان کی تیاری کا نتیجہ یہ نکلا کہ مجلس عمل بھیرہ کا کوئی رضا کار کسی جیل سے یا پولیس کی حراست سے معافی مانگ کر رہا نہیں ہوا۔

اس اعزاز کا کریڈٹ رضا کاروں کے خلوص و ایمان اور قیادت کی فراست و تربیت کو جاتا ہے۔

رضا کاروں کا جوش و جذبہ دیکھ کر:

سید امین گیلانی مرحوم' ختم نبوت کے پر جوش فدائی اور مجلس احرار اسلام کے باضابطہ شاعر تھے۔ انہوں نے ختم نبوت کے حوالے سے بہت خوبصورت شاعری کی ہے۔ احرار کے جلسوں اور کانفرنسوں میں وہ اپنی ولولہ انگریز اور ایمان افروز شاعری سنایا کرتے تھے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت 1953ء کے رضا کاروں میں جوش و جذبہ اور جرأت و ہمت دیکھ کر سید امین گیلانی نے ان کردار کا یوں نقشہ کھینچا ہے:

ختم نبوت کے جانثار:

یہ سرمست و بے خوف، جری اور جیالے
یہ خوددار ماؤں کی گودوں کے پالے
ترے نام پر سر کٹا دینے والے
یہ ختم نبوت کا پرچم سنبھالے

بڑھے جا رہے ہیں بڑھے جا رہے ہیں

نہیں ان کو پرواہ کچھ بیش و کم کی
انہیں روک سکتی ہے جھڑکی نہ دھمکی
انہیں فکر ہے گولیوں کی نہ بم کی
کفن سر پہ جانیں خدا کے حوالے

بڑھے جا رہے ہیں بڑھے جا رہے ہیں

چمکتا ہے چہروں پہ کیا نور ایماں
خجل ہو اگر دیکھ لے ماہ تاباں
لبوں پر درود اور پہلو میں قرآں
کمر میں ہیں تیغیں نہ کاندھوں پہ بھالے

بڑھے جا رہے ہیں بڑھے جا رہے ہیں

نہ کانپے قدم ہی نہ جی ڈگمگائے

برسنے لگیں گولیاں مسکرائے
ترا نام لے کر لہو میں نہائے
ترے پیار میں یوں مرے مرنے والے

کہ تو لطف کی اک نظر ان پہ ڈالے
بڑھے جا رہے ہیں بڑھے جا رہے ہیں

تحریک ختم نبوت کے کارکن:

مجلس عمل تحفظ ختم نبوت بھیرہ کا ہیڈ کوارٹر جامع مسجد بگویہ تھی۔ یہ تحریک کا روحانی اور فکری مرکز بھی تھا اور انتظامی اور سیاسی محور بھی۔ اس نظم کو چلانے کے لئے مجلس عمل کی مشاورتی کمیٹی تھی جس میں شہر کے تمام محلوں، برادریوں اور مسجدوں کے نمائندے اور فعال کارکن شامل تھے۔ تاہم ہیڈکوارٹر کے انتظامات، شہر سے رابطہ، مختلف کمیٹیوں کو اطلاع اور ان کے اجلاس، رضا کاروں کی رجسٹریشن، ترسیل و گرفتاری، دوران قید ان کی اور ان کے اہل خانہ کی نگہداشت، مقامی جلسے جلسوس کی تنظیم، شرکت اور تسلسل، مطبوعہ لٹریچر، اشتہارات اور ہینڈ بلز کی تقسیم غرض تحریک ختم نبوت کے بیسویوں کام تھے جن کے لئے ناظمین اور ذمہ دار کارکنوں کی بہت بڑی تعداد درکار تھی۔

دارالعلوم عزیزیہ کے طلبا اور اساتذہ:

یہ کام سرانجام دینے میں دارالعلوم عزیزیہ کے اساتذہ، عملہ، طلبہ اور دارالمبلغین کے اراکین اور شہر کے پرجوش نوجوان اور شہری سب سے آگے تھے۔ جمادی الثانی اور رجب 1372ھ / فروری۔ مارچ 1953ع میں حزب الانصار کے دارالعلوم عزیزیہ میں زیر تدریس طلبا اور عملے وار اکین کے نام یہ ہیں:

1 مولانا افتخار احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم 2 شیخ الحدیث مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ

3 مولانا غلام محی الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

4	حافظ غلام یسین رحمۃ اللہ علیہ	5	منشی غلام حسین رحمۃ اللہ علیہ	6	مولانا حسین الدین شاہ
7	مولانا محمد عظیم بدر	8	مولانا محمد ذاکر شاہ	9	مولوی محمد قاسم
10	مولوی حسن الدین	11	مولوی محمد ابراہیم	12	مولوی حاکم الدین
13	مولوی محمد اکرم	14	مولوی محمد اسلم	15	حافظ محمد رفیق
16	حافظ افتخار احمد	17	مولوی عماد الدین	18	مولوی منظور احمد
19	مولوی محمد رمضان	20	مولوی اصغر علی شاہ	21	مولوی مہر شاہ
22	حافظ جمیل الرحمٰن	23	مولوی عبدالغنی	24	محمد رفیق
25	غلام محمد	26	مولوی عبدالخالق	27	حافظ محمد امیر
28	حافظ کرم دین	29	غلام یسین مخدوم	30	عنایت اللہ
31	فضل کریم	32	محمد الدین	33	حافظ محمد انور
34	حافظ اللہ دین	35	حافظ فتح علی (نابینا)	36	غلام یسین خورد
37	غلام عباس	38	معتلی خان	39	ظہور احمد
40	گل محمد	41	غلام ربانی	42	محبوب الٰہی
43	محمد اقبال	44	محمد لطیف	45	محمد اسماعیل
46	عزیز الرحمٰن	47	سعید الرحمٰن	48	عبدالرحمٰن

49	فتح محمد	50	غلام رسول	51	اللہ دین خورد
52	نور محمد	53	محمد سلطان	54	دین محمد
55	محمد رمضان خورد	56	محمد افضل	57	محمد اقبال
58	محمد لطیف خورد	59	محمد یعقوب	60	خدا بخش
61	عطا محمد	62	محمد یوسف	63	دوست محمد
64	محمد صدیق	65	گل محمد خورد	66	غلام رسول خورد
67	عبدالخالق ثانی	68	فتح محمد ثانی		

(بحوالہ رجسٹر حاضری طلبہ وعملہ از قلم حضرۃ حافظ غلام یسین رحمۃ اللہ علیہ مدرس)

درج بالا فہرست میں زیادہ تعداد نوجوان طلبہ کی تھی جو دور دراز سے آ کر بھیرہ میں زیر تعلیم تھے۔ ان میں نو عمر طلبہ بھی تھے۔ ان سب کے ذمے تحریک کے چھوٹے بڑے کام لگائے گئے تھے۔ یہ سب رضا کار دن رات اپنے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ ان میں سے کئی نوجوان قید و بند کی آزمائش سے بھی گزرے۔ ڈنڈرت کے کے حافظ فتح علی اگرچہ نابینا تھے لیکن جلوسوں اور خاص طور پر تحریک ختم نبوت کے جلسوں میں پُر جوش اور مقررہ نعرے لگوانے کی ذمہ داری ان کی تھی۔

حزب الانصار کے کارکن:

ظاہر ہے کوئی بھی دینی یا سیاسی جماعت خلا میں کام نہیں کرتی۔ یہ ایک موافق سر زمین میں اگتی، پروان چڑھتی اور پھولتی پھلتی ہے۔ کارکن ہی اس کا اثاثہ ہوتے ہیں۔ حزب الانصار 1929ع سے بھیرہ اور اس کے نواح میں سرگرم عمل ہے۔ اس مضبوط بنیاد کی وجہ سے تنظیم نے ملکی اور علاقائی سطح پر وہ علمی اور دینی کام کئے کہ آج بھی ان پر حیرت اور فخر ہوتا ہے۔ چنانچہ 1953ع تک بلکہ خود ساختہ فیلڈ مارشل ایوب خان کے 1958ء کے آغاز تک حزب الانصار پورے شہر اور علاقے میں واحد، موثر اور مشہور جماعت تھی۔ جنرل ایوب خان نے

من مانی اصلاحات سے اسلام کو روشن خیال بنانا چاہا اور اپنے ہم نوا پیروں مولویوں کی سرکار نواز کھیپ تیار کر لی۔ تب ملک کے قدیم مذہبی ادارے، مدرسے، رسالے ڈگمگانے لگے۔

بھیرہ کی قدیم جدید آبادیاں:

بھیرہ کے مشہور محلے، بازار کچھ اس طرح ہیں:

محلہ علی بھٹہ۔ محلہ شاہ لطیف۔ محلہ کھوکھراں والہ۔ بھلوال روڈ۔ پھلروان روڈ۔ میانی روڈ۔ دروازہ چک والہ۔ محلہ نمدگراں وفراشاں۔ محلہ فاضل امام۔ محلہ بلوچاں والہ۔ بھٹیاں دی ماڑی۔ لالووالہ دروازہ۔ چاہ ڈھولیاں والہ۔ اسلام پورہ لوکڑی۔ دروازہ پیرانوالہ۔ محلہ مسجد کھجور والی۔ (ہدایت شاہ) محلہ علی پوریانوالہ۔ محلہ شیخاں والہ۔ محلہ پنکھیاں والہ۔ دروازہ چڑی چوگ۔ محلہ ڈھبے والی۔ محلہ مسیت دریائی۔ محلہ حاجی گلاب۔ محلہ اسلامی باغ۔ محلہ لوہارانوالہ۔ محلہ پراچگان۔ محلہ پیر اعظم شاہ۔ محلہ پاکستانی (معمارانوالہ)۔ محلہ الٰہی والہ۔ صرافہ بازار۔ محلہ ساہنیانوالہ۔ محلہ خواجگان۔ محلہ تیلیاں والہ۔ محلہ حکیماں نوالہ۔

مضافات شہر کے درج ذیل گاؤں ہیں۔ زین پور۔ علی پور۔ ہجکہ۔ فتح گڑھ۔ خیر وکوٹ۔ بھڑتھ۔ جھٹ۔ چھاٹ۔ کلس۔ کلیان پور۔ رتو کالا۔ شیخ دا لوک۔ بھوجی کوٹ۔ میانی۔ چک قاضی۔ شیخ پور کہنہ۔ میاں والہ۔ حضور پور۔ ودھن۔ رانجھیانوالہ۔ جھاو وغیرہ۔

شہر اور نواح میں حزب الانصار خوب منظم تھی۔ ہر محلے گاؤں میں یونٹ کام کرتے تھے۔ جب ضرورت پڑتی یہ بے لوث اور انتھک کارکن اپنے امیر کی پکار پر چلے آتے تھے۔ چنانچہ درج بالا ان سب بستیوں محلوں میں ایک بہت بڑی تعداد ایسے نوجوانوں، بزرگوں اور عورتوں کی بستی ہے۔ جو مجلس حزب الانصار اور جامع مسجد بگویہ بھیرہ کے نام اور کام سے بخوبی واقف ہیں۔ ایک تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو ہر ماہ بڑی باقاعدگی سے مجلس حزب الانصار کی رکنیت کا سالانہ چندہ ایک روپیہ یا آٹھ آنے ادا کرتے تھے۔ کچھ ہمدرد مہینے

کے بعد، کچھ خیر خواہ چند ماہ کا اکٹھا۔ بعض خود چندہ دینے آتے تھے، کچھ منشی غلام حسین صاحب مرحوم محرر دفتر حزب الانصار کے ذریعے اور بعض حزب الانصار کے باضابطہ محصل قاضی محمد عبداللہ مرحوم کے ذریعے سے۔ ان کے علاوہ ہر محلے میں واقع مسجد کا ایک امام ہے۔ بعض مساجد کے امام پڑھے لکھے خطیب بھی ہیں۔ ان میں سے اکثر یا تو دارالعلوم کے شعبہ حفظ القرآن یا شعبہ کتاب کے پڑھے ہوئے ہیں یا جامع مسجد بگویہ کے ساتھ شرعی معاملات اور فقہی امور میں جڑے ہوئے ہیں۔

دارالعلوم عزیزیہ کے سٹاف اور طلبہ کے علاوہ تحریک ختم نبوت 1953ع بھیرہ کا سب سے بڑا اثاثہ بھیرہ اور نواح کے شہری اصحاب ہیں جو امیر حزب الانصار ثانی کی پکار اور تحریک کی دعوت عام پر لبیک کہتے ہوئے نکلے اور جاںنثاروں کا ہراول دستہ بن گئے۔ اندازہ ہوتا ہے کہ جنوری، فروری، مارچ، اپریل 1953ع میں کسی روز کسی محاذ پر مجلس عمل تحریک ختم نبوت کو بھیرہ میں کبھی افرادی یا جذباتی کمی کا مسئلہ درپیش نہیں آیا۔

تحریک میں حصہ لینے والے شہری:

1953ع کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں بھیرہ کے حصہ لینے والے اصحاب کی درج ذیل فہرست حزب الانصار کے رجسٹر رکنیت و رجسٹر عطیات سے مرتب کی گئی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اسلام کے کئی جاںنثار مگر خاموش رفقا کے نام درج ہونے سے رہ گئے ہوں۔ لیکن اس کے باوجود ان بے نام سپاہیوں کی خدمات اور قربانیاں کم نہیں ہوتیں۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے خون پسینے سے ختم نبوت کے چمن زار میں بہار آئی ہے۔ انہی کے دم سے گلشن اسلام مہک رہا ہے۔ یہ ان لوگوں کی قربانیاں تھیں کہ بالآخر عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ ممکن ہوا۔

بھیرہ کے بعض اصحاب کے نام لکھے جاتے ہیں جو بطور رکن معاون اور ہمدرد مجلس حزب الانصار کے مخلص ساتھی اور دینی مقصد کے لئے تحریک ختم نبوت 1953ع میں بہت مددگار رہے ہیں:

1 مولوی قاضی شیر محمد مدرس 2 جناب قاضی محمد عبداللہ محصل
3 جناب جلال دین شیر فروش 4 جناب حافظ اللہ دتہ امام مسجد
خواجگان 5 جناب خواجہ فضل الٰہی گوڑواڑہ 6 ملاں فضل الٰہی قصاب
7 سلطان احمد شیر فروش 8 حاجی فضل کریم مالک آٹا مشین 9
حافظ فضل الٰہی شانہ گر
10 حافظ جان محمد حلوائی 11 شیخ محمد نذیر پنشنر 12 حاجی قائم
الدین وعطا الٰہی دکاندار
13 خواجہ کرم الٰہی گوڑواڑہ 14 صوفی محمد دین 15 میاں غلام
محی الدین کوبھار
16 میاں امام بخش ومحبوب الٰہی 17 حافظ غلام الٰہی 18
محمد بخش علی بھٹہ
19 مستری دوست محمد آٹا مشین والہ 20 میاں فضل کریم درزی 21
میاں فیروز الدین دھوبی
22 خواجہ عبدالوحید دروازہ چک والا 23 صوفی محمد شریف دکاندار
24 حافظ غلام دین
25 مستری شیر محمد لوہار 26 مستری غلام محمد معمار انوالہ 27
اللہ دین آرہ کش
28 حاجی غلام حسین لوہار 29 سراج دین بالی امرتسری 30
فضل کریم نہاریہ
31 جناب شیخ محمد سکندر بخت 32 جناب خواجہ محمد سعید چاندی
33 خواجہ محمد شریف

34 جناب خواجہ غلام صمدانی سیٹھی 35 قاری عبداللطیف 36
خواجہ محمد عثمان سیٹھی
37 حکیم خواجہ محمد نصیر 38 خواجہ محمد حنیف 39 شمیم
بھیروی
40 قاضی فضل الٰہی 41 خدا بخش علی بھٹہ 42 منشی محمد
لال دین عرائض نویس
43 فضل کریم تلمیذ حکیم غلام جیلانی 44 حافظ اللہ دتہ ماچھی 45
حاجی رحمت دین
46 رحم الدین 47 اللہ بخش 48 محمد الدین زرگر
49 مستری غلام یسین آرہ کش 50 میاں عبداللہ تاجر کتب 51
خواجہ حافظ فضل احمد روڑ
52 بشیر احمد حلوائی 53 محمد ابراہم شیر فروش 54 قاضی محمد
رمضان
55 محمد یوسف آرائیں 56 غلام محمد ولد فضل الدین آرائیں محلہ قاضیاںوالہ
57 ڈاکٹر مقبول احمد علی بھٹہ
58 صوفی خدا بخش کریانہ فروش چک والہ 59 عمر حیات ولد معراج
دین 60 خواجہ عبدالغنی
61 اقبال احمد بھیرہ 62 جناب پیر شمس الامیر گیلانی 63
جناب جلال دین محلہ گل فروشاں
64 ماسٹر فضل الٰہی رشک ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ 65 حاجی محمد شریف کلاتھ
مرچنٹ 66 الحاج مفتی عبدالروف

67 فضل عظیم دردمنیاری فروش 68 حافظ اللہ دین چاہ مناں والہ

69 مستری غلام محمد محلہ بلوچاں

70 احمد از فتح گڑھ 71 مجیب الرحمٰن محلہ تیلیاں نوالہ 72

مولوی سعید احمد بگوی محلہ پراچگان

73 حافظ محمد شریف امام مسجد بلوچاں 74 مولوی شیر محمد ہیڈ ماسٹر اسلامیہ مڈل سکول

ٹھٹھی نور 75 سیٹھ محمد صدیق

76 ماسٹر محمد شریف گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ 77 خواجہ عبدالرشید

78 مستری غلام یسٰین آئرن مرچنٹ

79 محمد یوسف سینٹری انسپکٹر 80 حافظ مولوی عبدالرحمٰن صاحب محلہ حفظانہ

81 جناب پیر شمشیر علی گیلانی

82 حکیم عبدالخالق 83 راجہ غلام عباس 84 بشیر احمد و

محمد رمضان۔ بوڑھی والہ

85 قاضی عبدالجلیل محلہ خواجگان 86 محمد یوسف ولد کرم الدین علی بھٹہ

87 ملک غلام سرور

88 نادر خان وغلام محمد گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ 89 فتح محمد لال والی لوکڑی

90 خورشید ولد منشی خان

91 غلام محمد محلہ قاضیاں والہ 92 غلام رسول ولد کرم الدین فراش

93 مولانا حافظ فضل کریم گوندل

94 صوفی بشیر محمد بجکہ 95 صوفی یار محمد سیاں والہ 96 چوہدری

فضل احمد پراچہ

97 پیر اعظم شاہ ٹھٹھی ولانہ 98 میاں حبیب اللہ (شک شینا) 99

خلیفہ سلطان (چک قاضی)

100 نادر شاہ ولد نور شاہ (رتو کالا) 101 ولی محمد ولد عالم (بجکہ) 102

ماسٹر فضل الٰہی ہیڈ ماسٹر (ودھن)

103 خواجہ محمد عثمان۔ مستری محمد اکبر۔ بشیر احمد 104 قاضی محمد صدیق بی

اے 105 خدا بخش مُستی۔ اللہ دین۔ فضل حق

106 محمد یوسف دھوبی۔ محمد بوٹا 107 فضل الٰہی سیکرٹری 108

حافظ فیض بخش۔ حافظ امام بخش

109 کرم دین کوچوان 110 حافظ غلام محی الدین 111 محمد دین

بافندہ بوڑھی والہ

112 بہاول بخش قریشی (ٹھٹھی ولانہ) 113 صاحبزادہ محمد عارف قریشیانوالہ

114 محمد عبداللہ ولد سردار محمد (میانی)

115 صوبیدار محمد شریف (للّہ) 116 حافظ احمد دین ولد کرم (شیخ پور)

117 سردار محمد ولد محمد دین۔ (زین پور)

118 صالح محمد ولد میاں محمد آرائیں (فتح گڑھ) 119 مسماۃ راجی و مسماۃ

آمنہ 120 مسماۃ بھاگ بھری (رکنیت)

121 غلام رسول ولد محمد خان (ٹھٹھی نور) 122 آفتاب احمد کپور

123 شیخ نصیر احمد پراچہ

124 حکیم مولوی غلام رسول (علی پور) 125 حکیم حافظ محمد افضل گوندل

126 غلام حیدر محلہ پیرانوالہ

127 خواجہ عبدالمجید 128 قاضی محمد حیات 129 مہر اللہ محلہ

فاضل امام

130 حافظ گل حسن — 131 پہلوان محمد صادق قلعی گر

132 حکیم دوست محمد

133 محترم پیر بدر الامیر گیلانی — 134 حافظ فیض بخش

135 شرف الدین۔ اللہ بخش (شاہ لطیف)

136 گلزار احمد ولد فضل کریم پراچہ — 137 اہلیہ عبدالرحیم پراچہ

138 مستری خدا بخش حکیماں والا

139 محمد صادق بافندہ — 140 ڈاکٹر مقبول الٰہی (بھلوال)

141 شاہ محمد بھیرہ

142 جناب چوہدری میاں خان (چک نمبر 11 شمالی) — 143 محمد صادق سینٹری انسپکٹر

144 مولوی فضل دین (سردار پور)

145 سائیں غلام علی — 146 ڈاکٹر رشید احمد — 147 ڈاکٹر عبدالعزیز

148 غلام رسول بخور فروش — 149 محمد یوسف ارائیں — 150 صاحب خان کانسٹیبل

151 حافظ محمد حسین جٹ — 152 مستری شیر محمد لوہار — 153 محمد شریف محلہ ڈھیے والی

154 خدا بخش سابق مزارع جامع مسجد — 155 مستری مراد بخش

156 کرم الٰہی

157 محمد رمضان حاجی گلاب — 158 ملک محمد حیات پوسٹ مین

159 مستری غلام حبیب

160 مستری محمد صادق — 161 حاجی بابو غلام رسول پوسٹ ماسٹر

162 محمد سراج رنگریز

163 محمد بوٹا ماشکی — 164 محترم پیر نعمت اللہ گیلانی — 165 جناب بابو محمد دین پوسٹ ماسٹر

166 ڈاکٹر حکیم خواجہ احسان الٰہی مرحوم — 167 شیخ فضل الٰہی — 168 حافظ محمد حسین

169 غلام حیدر علی بھٹہ — 170 حافظ محمد صدیق ارائیں

جلسہ سالانہ 1953ع:

مجلس حزب الانصار کا سالانہ جلسہ ماضی کی ایک شاندار روایت رہا ہے۔ اس اجتماع میں اسلام کی شان وشوکت، علماء کا باہمی اتفاق واحترام، مسلمانوں کے بنیادی مسائل، کارکنوں کا تجدید عہد اور امت مسلمہ کی رہنمائی پیش نظر ہوتی ہے۔ 1953ع/1372ھ پاکستان اور مسلمانوں کی تاریخ کا ایک نہایت اہم سال ہے۔ جب مسلمان ایک جانب اسلامی دستور کے لئے جدوجہد کر رہے تھے اور دوسری طرف وہ اسلامی نظام کے تحت ختم نبوت کے منکرین کی حیثیت متعین کرنے کے لئے سردھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ ان حالات میں مجلس مرکزیہ حزب الانصار کی تیسویں سالانہ کانفرنس 6-7-8 مارچ 1953ع جمعہ ہفتہ اور ایتوار کو جامع مسجد بھیرہ میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کے 6 اجلاس ہوئے جن میں شریک ہونے والے علماء اور مشائخ کے نام یہ ہیں:

- حضرت صاحبزادہ محبوب الرسول للّٰہ شریف
- حضرت مولانا محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ کوٹ مومن
- حضرت حافظ پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھیرہ
- مولانا پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ شاہ ملتانی
- مولانا نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ عباسی
- مولانا درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ جھنگ
- مولانا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ جھنگ
- مولانا کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ پدھڑار

مولانا فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ پھلروان

- مولانا محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ ● مولانا غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ ● مولانا محمد عظیم بدر

مقرر علماء بلکہ نعت خوانوں تک نے اپنی گزارشات اور تقریرات میں عقیدہ ختم نبوت، ناموس رسالتؐ، حب رسولؐ، مقام مصطفیٰؐ اور تحفظ ختم رسالت کو ہی مقدم رکھا اور اس کے حوالے سے قرآن و حدیث سے استدلال کیا۔ علماء نے مرزا غلام احمد قادیانی کی شخصیت، تعلیمات، ان کے مذہب کے اسلام اور مسلمانوں پر اثرات اور قادیانیت کی حقیقت بیان کی۔ بالخصوص مولانا فضل الٰہی خطیب پھلروان کی تقریر نے جلتی پر تیل کا کام دیا اور سامعین شدت جذبات میں بہہ نکلے۔ اس اعتبار سے یہ جلسہ علاقے میں تحریک ختم نبوت میں جوش و جذبہ پیدا کرنے کا نمایاں سبب بنا۔ اس جلسہ سالانہ میں درج ذیل علاقوں سے مسلمان شامل ہوئے اور وہ بھیرہ سے تحریک ختم نبوت کا پیغام اور تحریک کا جذبہ لے کر اپنے علاقوں کو لوٹے:

جہلم چکوال پنڈ دادنخان ہرن پور پیل پدھراڑ میانی گول پور

کٹھیالہ ڈلوال وحولہ لالہ موسیٰ للہ منڈی بہاؤالدین گھوڑپور میانہ گوندل مونہ ڈپو ملک وال رکن اجووال گجرات گوجرانوالہ

کیمبل پور بھڑتھ تلہ گنگ لاہور خوشاب مٹھٹوانہ اجنالہ

چک نمبر 19 چک نمبر 11 للیانی کوٹ مومن جلال پور

پنن وال چیلیاں۔ نلی وغیرہ

(بحوالہ شمس الاسلام، مارچ اپریل 1953ع، شمارہ 3-4 جلد 24، صفحہ: 6-7)

سائیں آزاد بھیروی

مجلس عمل بھیرہ نے اپنی تقریری اور تحریری سرگرمیوں سے پورے علاقے میں عوام کے اسلامی جذبات اور ان کی محبت و عقیدت کو جگا دیا تھا۔ شہر میں ہر طرف ختم نبوت کا چرچا تھا۔ رات کو جلسوں کا سلسلہ ہوتا تھا اور دن کو جلوسوں کا۔ نوجوان، بچے، بوڑھے اور عورتیں ہر طبقہ اپنی مقدور کے مطابق تحریک میں جوش و جذبہ سے حصہ لے رہا تھا۔ تحریک سے متعلق پوسٹر، ہینڈ بل اور پمفلٹ تواتر سے چھپ رہے اور بٹ رہے تھے۔

بھیرہ کی علمی اور مذہبی فضا ایسے لوگوں کے لئے بہت سازگار ہے جو فطرت سے ذہن رسا اور طبع موزوں لے کر آتے ہیں۔ چنانچہ بھیرہ کی سرزمین نے ایسے کئی شاعر پیدا کئے ہیں جو اپنی مادری زبان   بھیرہ کی پنجابی بولی میں فی البدیہہ شعر کہنے کا ملکہ رکھتے تھے۔ بعض ایسے شاعر بھی گزرے ہیں جو کسی اہم واقعہ پر ارتجالاً اور موقع پر شعروں میں منظر کشی کرتے تھے اور کھڑے کھڑے سینکڑوں شعر موزوں کر کے سنا دیتے تھے۔ اسی طبقہ میں سے ایک ابوالسجاد سائیں آزاد علی قلندر حیدری قادری عرف سائیں آزاد بھیروی ہیں۔ ان کا اصل نام محمد عمر ہے جو اب کسی کو یاد نہیں۔ وہ صرف سائیں آزاد کے عرف سے ہی مشہور ہیں۔ وہ 1892ع میں محمد بخش بلوچ کے گھر میں پیدا ہوئے جن کا پیشہ نمد گری تھا۔ سکول کی تعلیم دو جماعت تھی۔ جامع مسجد بگویہ میں ناظرہ قرآن مجید پڑھا تھا۔ ایک ہندو ٹھیکے دار کے بھٹے پر اینٹیں بنانے کا فن سیکھا اور اس کے پاس ہی ملازمت کرتے رہے۔ وہ ایک غریب مگر خوددار مسلمان تھے۔ اکتوبر 1975ع میں فوت ہو گئے۔ ان کے مطبوعہ کلام میں سوز آزاد، رحمت باری یعنی انوار بخاری، تذکرہ نوری و دربار حضوری (1935ع) شجرہ طالبی، زخمی دلاں دی پکار، وڈے ممبر دے دربار۔ ملنگ دی پھڑک۔ ملنگ دا نعرہ وغیرہ شامل ہیں۔ مگر ان کی زیادہ شہرت مرزا قادیانی کے بارے میں ان کی طویل مسدس نظم "رگڑا" سے ہے۔

دھر رگڑا مست قلندر دا:

سائیں آزاد ایک طبع زاد عوامی شاعر تھے۔ بھیرہ میں تحریک ختم نبوت کے شعلہ بار

ماحول سے وہ کس طرح الگ رہ سکتے تھے۔ جامع مسجد بگویہ اور بھیرہ کی مختلف مساجد میں پہلے مجلس حزب الانصار اور پھر مجلس عمل تحریک ختم نبوت بھیرہ کے زیر اہتمام جو جلسے ہو رہے تھے۔ علماء جس طرح قادیانی مذہب کی حقیقت، مرزا غلام احمد صاحب کی شخصیت اور اسلام کی حقانیت بیان کر رہے تھے اس سے عام و خاص بلا امتیاز اثر لے رہے تھے۔ چنانچہ سائیں آزاد مرحوم نے پنجابی زبان میں ایک مسدس نظم لکھی۔ جو اصل میں بھیرہ کی مخصوص زبان اور مقامی لہجے کی نمائندہ ہے۔ نظم میں سلاست، روانی، وزن اور ردھم کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ محض تک بندی نہیں ہے۔ یہ نظم لکھ کر سائیں آزاد مرحوم سب سے پہلے مولانا افتخار احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے محلے دار اور مداح جناب ماسٹر عالم دین مومن بی اے (علیگ) مرحوم سائیں آزاد مرحوم کے ساتھ تھے۔ انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں اور بڑے جوش کے ساتھ یہ نظم پڑھ کر سنائی۔ نظم کی معنویت، جذبات اور پیغام سن کر امیر ثانی رحمۃ اللہ علیہ بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے سائیں آزاد کی بھرپور تحسین کی، انعام سے نوازا اور اسے تحریک ختم نبوت کے جلسوں میں پڑھنے کی تاکید کی۔

''رگڑا'' کی مقبولیت:

امیر ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید و تحسین سے سائیں آزاد مرحوم کو بہت حوصلہ ہوا۔ پہلی بار انہوں نے یہ نظم جامع مسجد بگویہ بھیرہ میں ایک جمعہ کی نماز ختم ہونے کے بعد پڑھی۔ پھر ہر جمعہ کی نماز کے بعد جب نمازی فارغ ہو جاتے تو آزاد جامع مسجد کے مین گیٹ کے باہر جنازہ گاہ کی چھوٹی دیوار پر چڑھ جاتے اور اپنی نظم سنانا شروع کر دیتے۔ اب انہوں نے مجلس عمل بھیرہ کے جلسوں میں یہ نظم پڑھنا شروع کر دی۔ سائیں آزاد مرحوم کی آواز پاٹ دار تھی۔ بھیروی لہجے میں تحت اللفظ پڑھتے، دیکھتے ہی دیکھتے نظم کے کئی بند لوگوں کو ازبر ہو گئے۔ ٹیپ کا بند ''دھر رگڑا مست قلندر دا'' تو بچوں کی زبان پر گویا مقبول ترانہ ہو گیا جسے وہ گلیوں میں زور و شور سے گاتے پھرتے تھے۔

آہستہ آہستہ اس نظم کی شہرت بھیرہ سے نکل کر قرب و جوار تک پہنچ گئی۔ سائیں آزاد مرحوم واقعی آزاد منش اور سیلانی طبع تھے۔ تحریک کے دوران انہیں بیرون شہر نظم سنانے کی دعوت دی جاتی تھی۔ وہ خود بھی جہاں موقع ملتا، لوگوں کو محظوظ کرتے اور اپنا خوش رنگ کلام سنایا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ تحریک ختم نبوت 1953ء کے بعد بھی جاری رہا۔ سائیں آزاد مرحوم کبھی کبھی جوگیانہ روپ دھارتے اور چہرے مہرے سے قلندری ملنگ نظر آتے تھے۔ محمد حنیف ندیم ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی ''دھر رگڑا مست قلندر دا'' کے عنوان سے رقمطراز ہیں:

54یا55ء کی بات ہے 1953ء کی تحریک ختم نبوت کے اثرات باقی تھے۔ میں ان دنوں مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم مقام حیات سرگودھا میں زیر تعلیم تھا۔ مدرسہ کے مہتمم و بانی حضرت مولانا جلیل الرحمن رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد گول چوک کے خطیب تھے۔ وہ اکثر و بیشتر عصر اور مغرب کی نماز جامع مسجد گول چوک میں ادا کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی وہ مجھے بھی اپنے ہمراہ لے جاتے۔ ایک دن میں ان کے ہمراہ گیا۔ نماز عصر کے بعد انہوں نے مجھے کسی کام سے بھیجا۔ گول چوک سے ایک سڑک رحمن پورہ کوٹ فرید کی طرف جاتی ہے۔ میں جب اس سڑک سے بلاک نمبر4 کی نکڑ پر پہنچا تو میں نے دیکھا دائرے کی شکل میں لوگوں کا ایک بڑا ہجوم جمع ہے۔ میں اس خیال سے کہ یہ ہجوم کیوں جمع ہے، دیکھنے کے لئے گیا تو کیا دیکھتا ہوں ایک بزرگ پاؤں تک لمبا سبز کرتا، سر پر سبز عمامہ، ہاتھ میں بہت بڑا سوٹا، جس میں گھنگھرو لگے ہوئے ہیں، لیے کھڑا ہے۔ زمین پر سوٹا مارتا ہے۔ گھنگھرو بجتے ہیں تو وہ اپنی لے میں مست ہو کر یہ نظم سناتا ہے۔

دھر رگڑا مست قلندر دا
بھن بوتھا مرزے کنجر دا

سامعین خوب داد دے رہے ہیں اور عش عش کر رہے ہیں۔ میں بھی خوب محظوظ ہوا۔ اس اللہ کے بندے نے کسی سے کوئی سوال وغیرہ نہیں کیا اور چلا گیا۔ مجھے اس نظم سے اتنی

دلچسپی ہوئی کہ کئی دن تک نظم سننے کے لئے اس ''ختم نبوت کے ملنگ'' کو تلاش کرتا رہا لیکن مجھے اس کا کہیں نام ونشان نہ ملا۔ میں اس سے یہ نظم لکھوانا چاہتا تھا۔

اس کے بعد 73ء یا 74ء کی بات ہے میں مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں راولپنڈی سے شائع ہونے والے رسالے ''الجمعیۃ'' کا ایڈیٹر تھا۔ ایک دن سرگودھا سے بذریعہ ٹرین راولپنڈی جارہا تھا۔ غالباً ملکوال یا منڈی بہاؤالدین کے قریب ایک بڑے میاں گاڑی میں سوار ہوئے اور آتے ہی زوردار انداز میں السلام علیکم کہا۔ سب نے یہی خیال کیا کہ یہ بابا کوئی سوالی ہے۔ خلاف توقع اس نے پہلے ہی کہہ دیا کہ میں آپ سے کوئی سوال نہیں کرتا۔ میری چند گزارشات سن لیں۔ بس پھر کیا تھا اس نے فتنہ قادیانیت کے بخیے ادھیڑنے شروع کر دیئے۔ اور تو کسی کو دلچسپی تھی یا نہیں، مجھے چونکہ دلچسپی تھی اس لئے اپنی طبیعت کے برعکس جھوم اٹھا اور خوب داد دی۔ تقریر کے بعد میں نے اس سے مصافحہ اور معانقہ کیا اور پکڑ کر اپنی سیٹ پر بٹھا دیا۔ جب اس سے بات چیت ہوئی تو اس نے صرف اتنا کہا:

''میں ختم نبوت کا پروانہ اور عطاء اللہ شاہ بخاری کا رضا کار ہوں۔''

''بابا جی! آپ کو یہ شوق کیسے لگا؟'' میں نے اس سے پوچھا۔

اس نے کہا ''بخاری نے لگا دیا پہلے میں ایک نظم سنایا کرتا تھا اور میں نے وہ نظم ربوہ میں جا کر سنائی تو مجھے اتنا پیٹا گیا کہ میں لہولہان ہوگیا۔ جتنا مزا مجھے اس مار میں آیا، کبھی نہیں آیا۔ میں مار بھی کھاتا اور نظم بھی سناتا رہتا تھا۔ مرزائیوں کے بچے میرا مذاق اڑاتے اور پتھر بھی مارتے تھے۔''

میں نے کہا ''بابا جی! وہ نظم کیا تھی''، تو انہوں نے کہا:

دھر رگڑا مست قلندر دا
بھن بوتھا مرزے کنجر دا

یہ مصرعہ سن کر مجھے خیال آیا کہ شاید یہ وہی ختم نبوت کا ملنگ ہے جس نے بلاک

نمبر 4 کی نکڑ پر لوگوں کے ہجوم میں یہ نظم سنائی تھی۔ خدا جانے وہ ملنگ کون تھا اور کہاں کا رہنے والا تھا۔ سرگودھا کے حضرات کو شاید اس کے بارے میں کچھ علم ہو۔ اب حضرت مولانا محمد رمضان علوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھولی بسری نظم کو بھیج کر پرانی یاد تازہ کر دی۔

(بحوالہ ''مجاہدین ختم نبوت کی داستانیں'' از محمد طاہر رزاق ص:8-157 'مطبوعہ عالمی مجلس ختم نبوت ملتان 2000ء)

سائیں آزاد کا ''رگڑا'' جسٹس منیر کی انکوائری رپورٹ میں:

قیام پاکستان کے بعد سول اور ملٹری بیوروکریسی کے ساتھ قوم کو عدالتی بیوروکریسی بھی منتقل ہوئی تھی جو انگریز نے برصغیر پر اپنے مضبوط قبضے کے لئے قائم کر رکھی تھی۔ 1953ء کے فسادات کی تفتیش کیلئے جو کورٹ آف انکوائری تشکیل دی گئی اس کے دو رکن پنجاب ہائی کورٹ کے حاضر سروس جج جسٹس محمد منیر اور جسٹس محمد رستم کیانی تھے۔ تحریک ختم نبوت اور اسلامی نظام کے بارے میں ان ججوں کی ''روشن خیالی''، ''اسلام بیزاری'' اور ''علما دشمنی'' سطر سطر سے عیاں ہے۔ سائیں آزاد کا قلندرانہ رحمۃ اللہ علیہ ''رگڑا'' بھی محفوظ نہیں رہا۔

چنانچہ انکوائری رپورٹ کے چوتھے حصے ADMINISTRATIVE MACHINERY کے ذیلی عنوان ADEQUACY OR OTHERWISE OF MEASURES TAKEN BY CIVIL AUTHORITES TO MEET THE SITUATION کے تحت ''رگڑا مست قلندر دا'' مارچ 1952ء۔

''صرف انتباہ'' کے بارے میں لکھا ہے:

(تحریک ختم نبوت کے زمانے میں) میاں انور علی کے نوٹس میں ایک پمفلٹ آیا جس کا عنوان تھا ''رگڑا مست قلندر دا'' از قلم سائیں آزاد قلندر بھیروی۔ سی آئی ڈی کی رپورٹ کے مطابق اس میں بانی قادیانی مذہب کے بارے میں بے ہودہ اور غلط تنقید کی گئی تھی۔ جو CODE OF CRIMINAL PROCEDURE کے تحت قابل تعزیر ہے۔ انور علی

نے نوٹ لکھا کہ حالیہ ہدایات کے مطابق تو ایسے لوگوں کے ساتھ سختی سے نپٹنا چاہیئے لیکن شاعر چونکہ غیر معروف ہے اس لئے اس کے خلاف کارروائی کرنے سے وہ خواہ مخواہ مشہور ہو جائے گا۔

کورٹ آف انکوائری کے جج سائیں آزاد بھیروی کے ''رگڑا'' کی صورت حال پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ مجرموں کو مشہوری سے کیوں محروم رکھا جائے۔ انور علی کے مشورے کے پیچھے مشیر اعلیٰ کی 1950ع میں دی ہوئی نصیحت کارفرما نظر آتی ہے کہ احرار کو سستی شہادت کا مرتبہ نہ دیا جائے یعنی گرفتاری اور قید سے ان کا مقام بڑھ جائے گا۔ (ص:304)

گویا انکوائری کرنے والے ججوں کا خیال ہے کہ رگڑا ایک خطرناک تحریر ہے۔ اس پر قانون کے مطابق سخت ایکشن لینا چاہتے تھے۔ اس کو چھوڑ دینا' ایک غلط انتظامی فیصلہ تھا۔

رگڑا مست قلندر دا:

بھیرہ کی بولی پنجاب کے دیگر علاقوں میں بولی جانے والی زبانوں سے قدرے مختلف ہے۔ اس کی ادائیگی اور اس میں زیادہ استعمال ہونے والے بعض الفاظ ہندکو کے الفاظ ہیں۔ اس میں دریائے جہلم اور دریائے چناب کے اس پار بولی جانے والی سرائیکی کے الفاظ بھی ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے دریاؤں کے ساتھ دوسرے علاقوں سے بہہ کر آنے والی مٹی' اس دھرتی میں رچ بس گئی ہے۔ سائیں آزاد مرحوم نے اپنی نظم میں خالص بھیروی لہجہ اور الفاظ برقرار رکھے ہیں اور ناظرین کی سہولت کے لئے کئی نامانوس الفاظ کے معنی بھی درج کر دیئے ہیں۔

نظم پڑھنے سے پہلے یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ رگڑا اس زوردار پینے کو کہتے ہیں جب بنگا یا ڈنڈے کو دوڑی یا کونڈے میں تیزی سے گھمایا جاتا ہے جس سے موٹے اجزاء مزید باریک ہو جاتے ہیں۔ کنجر بظاہر ایک غیر ثقہ لفظ ہے مگر اسے مرزا غلام احمد قادیانی نے برصغیر کے علماء اور مشائخ کے خلاف بطور گالی بار بار استعمال کیا ہے۔ مرزا کے مختلف دعاوی'

الہامات' مکاشفات' اشعار' بہشتی مقبرہ اور دیگر شطحیات کو موضوع سخن بنا کر سائیں آزاد نے طبع آزمائی کی ہے۔ یوں شاعر نے اپنے 'ممدوح' کے کام اور کلام پر ہی لکھا ہے' کوئی الزام تراشی نہیں کی۔ 6 صفحے کا یہ پمفلٹ نسیم بک ڈپو حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ نے شائع کیا ہے۔ جس کی قیمت ایک آنہ ہے۔

نظم ''رگڑا''

لعنت اللہ علی الکاذبین

محمدؐ رحمت للعالمین بود — مرزا در کفر خانہ نشین بود

مرزے قادیانی دے مندر تے رگڑا

مست قلندر دا

مصنف سائیں آزاد قلندر حیدری قادری از بھیرہ مقیم شاہی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

توں حمد اس لائق پاک احد — نہیں صفت تیری دی ہرگز حد

توں سمیعؐ بصیرؐ علیمؐ صمد — توں واقف باہر اندر دا

دھر رگڑا مست قلندر دا

بھن مندر مرزے کنجر دا

یا سیدؐ سرور عرب و عجم — صلوٰۃ اللہ تیتھے دمدم

توں ساقی کوثر خیر اُمم — توں فخر گدا و سکندر دا

دھر رگڑا مست قلندر دا
بھن بت مرزیدے مندر دا

سب آل اصحاب ازواج نبیؐ — باراں چوداں کل غوث ولی
پرمیرے فداک اُمی ابی — میں خادم شیر قلندر دا

دھر رگڑا مست قلندر دا
بھن مندر مرزے کنجر دا

کن ذکرتوں قادیاں والے دا — لاہ گل تھیں کوٹ سیالے دا
بن کرشن پیا گئوشالے دا — پڑھ سبق شیطان مچھندر[1] دا

دھر رگڑا مست قلندر دا
بھن بت مرزے دے مندر دا

کھیا آیا جوش مداری نوں — کڈھ بیٹھا ہور پٹاری نوں
کجھ خلقت کرماں ماری نوں — کردسیا کھیل متیندر[2] دا

دھر رگڑا مست قلندر دا
بھن بت مرزیدے مندر دا

آ آیسا ڈورو کھڑ کایا — شیطان بھی قدماں وچہ آیا
بنگالی منتر ٹھٹ لایا — کم دسیا بکرے بندر دا

دھر رگڑا مست قلندر دا
بھن بت مرزے کنجر دا

کرچندے کل مخلوقاندے — بند کیتے قفل صندوقاں دے

کربیٹھا ناز معشوقاں دے — گھت تختہ چیل اندر دا

دھر رگڑا مست قلندر دا
بھن بت مرزیدے مندر دا

پھر شیطان آ کے پھسلایا — بن مہدی ہیں کیوں شرمایا
ہوڈورالدین میں درآیا — چا بھار کفر دے جندر[3] دا

دھر رگڑا مست قلندر دا
بھن بت مرزے کنجر دا

بہ ویکھ میاں کی کرناں میں — کس کس دے گاٹے چڑھناں میں
نہیں مول کسے تھیں ہرناں میں — ہے ورکھ[4] مینوں ہرسندر دا

دھر رگڑا مست قلندر دا
بھن بت مرزیدے مندر دا

چھک نقشے اپنیاں رولاندے — گرو بن بیٹھے مجھولاں دے
منہ وعظ بیان مقبولاں دے — دل ڈولے ویکھ بھندر دا

دھر رگڑا مست قلندر دا
بھن بت مرزے کنجر دا

1 شرارتی 2 جس کا کوئی مخصوص نہ ہو 3 طریقۂ کفر 4 کایا پلٹنا۔ نظر بندی۔ مداریوں کا کھیل 5 ٹیچی ٹیچی ایک فرشتہ کا نام ہے جو مرزا قادیان پر نازل ہوتا تھا۔

کدی بندہ کدی خدا بن دا — کدی آپ بالے شاہ بن دا
کدی کیڑا ٹٹی دا بن دا — ہے پتر کھوتے ڈنگر دا

دھر رگڑا مست قلندر دا
بھن بت مرزیدے مندر دا

جد کرشن مُرارا مام ہوئے — کئی آ بے دین غلام ہوئے
پھر ٹیچی[3] دے الہام ہوئے — کم چل پیا پیراُ ڈندر دا

دھر رگڑا مست قلندر دا
بھن بت مرزیدے کنجر دا

وت ہوری طرف رجوع ہویا — آ حیض نفاس شروع ہویا
پھر وضع حمل موضوع ہویا — لے لنکا باہر اندر دا

دھر رگڑا مست قلندر دا
بھن بت مرزے کنجر دا

کی دساں شکل سنجھاپ وچوں — جم بیٹھا اپنے آپ[3] وچوں
نہ جمیاں ماں تے باپ وچوں — گر مرزائیاں دے مندر دا

دھر رگڑا مست قلندر دا
بھن بت مرزیدے مندر دا

سب حدا اسلام دی بھن بیٹھا — جد پتر خدا دا بن بیٹھا
شیطان بھی اُسنوں من بیٹھا — چھڈ دعوی اپنے پھندر[4] دا

دھر رگڑا مست قلندر دا
بھن مرزیدے مندر دا

ہتھ کفر شرک دے پھڑ کے بم — ایہہ کیتس ربدے نال ظلم
بن بیٹھا شاہ مدنی صلعم — باشندہ نرگ[5] سمندر دا

دھر رگڑا مست قلندر دا
بھن بت مرزیدے مندر دا

بہ قادیا[6] ندے ٹھاکر دوارے — پیا بمیاں والے دم مارے
ایہ مجلس ہتھ نانک سارے — جد ٹٹسی ٹھیٹر چندر دا

---

1 تتمہ حقیقت الوحی ص 143 واربعین 4 حاشیہ ص 15 — 2 کشتی نوح ص 47

3 ایک مخلص مرید قاضی یار محمد صاحب بی اوایل پلیڈر نور پور ضلع کانگڑہ اپنے ٹریکٹ 34 ج موسومہ اسلامی قربانی مطبوعہ ریاض پریس امرت سر کے ص 12 پر مرزا کی اظہار رجولیت تحریر کرتے ہیں نعوذ باللہ۔ 4 مکر و فریب 5 الہام مرزا 6 دعوی کرشن ہونے سے قادیان ٹھاکر دوار۔

دھر رگڑا مست قلندر دا
بھن بت مرزیدے مندر دا

لٹ دولت زر گھر یاراں نوں — پیا بخشے جنت یاراں نوں
تک لیٔو نبی دیاں کاراں نوں — ایہ ٹھیکدار سمندر دا

دھر رگڑا مست قلندر دا
بھن بت مرزیدے مندر دا

کدی ایہ بھی گفت شنید ہوئی　　　بیع جنت زر خرید[7] ہوئی

لے رقماں والیو عید ہوئی　　　کھلا ٹکٹ کراچی بندر دا

دھر رگڑا مست قلندر دا

بھن بت مرزیدے مندر دا

رہی لوڑ نہ پڑھن پڑھاون دی　　　انج گوڈے پیر بھناون دی

پک رقم لگے بخشاون دی　　　در کھل گیا چلو چلندر[8] دا

دھر رگڑا مست قلندر دا

بھن بت مرزے کنجر دا

لا دھر کے جنت بقیعاں دے　　　گھر لٹ لئے کئی سودہیاں دے

ایہو ہون کم نبیاں دے　　　گر سوچو کجھ پھس[9] پھندر دا

دھر رگڑا مست قلندر دا

بھن بت مرزے دے مندر دا

تک مکر غریب شیطان تسے　　　آزاد محمدی کون پھسے

جو پھس گئے اوہ پے کھان گھسے　　　پے لین سواد چھندر[10] دا

مجاہدین کی رضا کارانہ گرفتاری:

حزب الانصار بھیرہ کا سالانہ جلسہ 8 مارچ 1953ع بروز ایتوار اختتام پذیر ہو چکا تھا۔ اس کے آخری دن سے رضا کاروں کی باقاعدہ بھرتی شروع ہو چکی تھی۔ ضلع بھر میں رضا کارانہ گرفتاریوں کے لئے مجلس عمل سرگودھا فعال اور سرکردہ کردار ادا کر رہی تھی۔ وہاں سے خصوصی پیغام بر کے ذریعے خفیہ پیغام آتا کہ 5 پھولوں کا انتظام کریں۔ اس سے

مراد 5 رضا کار ہوتے جو مختصر سفری سامان کے ساتھ تیار ہو کر نکلتے۔ حسب ہدایت یہ 5 جانثار کبھی جامع مسجد بھیرہ سے روانہ ہوتے، گلے میں ہار اور زبان پر ختم نبوت کے پرجوش نعرے۔ یہ جانباز سرگودھا جا کر مقررہ مقام سے برآمد ہوتے۔ آگے

---

7 مرزا قادیاں نے ایک ٹکٹ جنت میں حاصل ہونے کا قیمت پر کھول رکھا ہے۔ جو دو ٹکٹ خریدے وہ بغیر اعمال صالحہ کے جنتی ہے　8 مفت پاس۔ WITHOUT

9 خلاصی پانا　10 شکاری۔ فریب کمانے والا۔ کم سواد

پولیس کی نفری موجود ہوتی۔ اسے معلوم ہوتا تھا کہ اعلان کے مطابق آج کس مقام سے 5 یا زیادہ رضا کاروں کا جتھہ نکلے گا اور دفعہ 144 کی خلاف ورزی پر پولیس گرفتار کر لے گی۔

عام آگاہی، سرکاری مشینری کے جبر کے رد عمل اور علماء کے جگائے ہوئے جذبات کے سبب سرگودھا شہر اور ضلع کے دیگر بڑے قصبات میں رضا کاروں کی بھرتی کا سلسلہ جاری تھا۔ ان سب جگہوں پر مجالس عمل متحرک اور موثر ہو چکی تھیں۔ انتظامیہ تحریک ختم نبوت کے تمام ممکنہ اقدامات اور اعلانات سے باخبر رہتی تھی۔ جب گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہوا تو ضلعی انتظامیہ اور تحریک کے رہنماؤں کے درمیان طے پایا کہ رضا کار اسی تعداد میں گرفتاری دیں گے جو ضلعی انتظامیہ اپنے وسائل دیکھ کر بتائے گی۔ پھر دفعہ 144 کی پابندی اور امن عامہ کی عمومی صورت حال کے پیش نظر یہ بھی متعین کیا گیا کہ گرفتاریاں ضلع یا شہر کے کن کن مقامات سے ہوں گیں۔

ضلع سرگودھا میں صرف دو جیلیں تھیں۔ ایک سرگودھا میں اور دوسری بڑی اور پرانی شاہ پور میں۔

یہ جیلیں اخلاقی مجرموں کی وجہ سے پہلے ہی کثرت کا شکار (OVER CROWDED) تھیں۔ چنانچہ تحریک ختم نبوت کے رضا کار قیدیوں کو پہلے ان جیلوں تک پہنچایا جاتا۔ پھر کاغذات مکمل کر کے دوسرے ضلعوں کی جیلوں میں منتقل کر دیا جاتا تھا۔

مقصد یہ تھا کہ قیدی گھر سے دور، زیادہ نامانوس حالات میں پریشان حال رہیں اور یہاں کی جیلوں میں مقامی قیدیوں کے بہاؤ کو سمونے کی گنجائش رہے۔ ایسا بھی ہوتا رہا کہ پولیس رضا کاروں کو بظاہر گرفتار کر کے اپنی لاری میں ڈال لیتی اور دس پندرہ میل باہر جا کر ویرانے میں اتار دیتی تھی۔ شروع میں شہر سرگودھا کے علاوہ چھوٹے شہروں میں بھی گرفتاریاں ہوئیں مگر پولیس کے پاس چونکہ سپاہیوں کی نفری بھی کم تھی اور قیدیوں کو لے جانے والی گاڑیاں بھی۔ جلد ہی گرفتاریوں کے لئے پورے ضلع میں ایک جگہ متعین کر دی گئی۔ ضلع سرگودھا میں یہ جگہ مرکزی جامع مسجد بلاک نمبر 1 تھی۔ یہی مسجد جس کے خطیب مولانا محمد شفیع خوشابی ؒ تھے۔ اور جو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت ضلع سرگودھا کا ہیڈ کوارٹر بھی تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے لاہور میں مسجد وزیر خان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پنجاب کا اور جامع مسجد بگویہ، مجلس عمل تحفظ ختم نبوت بھیرہ کا ہیڈ کوارٹر بنی ہوئی تھی۔

جب ضلع کے مختلف مقامات سے آنے والے رضا کاروں کی تعداد بڑھ گئی تو گرفتاری دینے کے لئے قرعہ اندازی کی جاتی تھی۔ یہ دراصل محبت اور جانثاری کا معاملہ تھا۔ جیلیں کم، رضا کار زیادہ اور جذب وشوق اس سے بھی زیادہ۔ حکومت کے سارے کام ٹھپ ہو کر رہ گئے۔ یہ بات البتہ قابل ذکر ہے کہ تحریک کے دنوں میں چوری چکاری، لوٹ مار اور قتل و غارت کی وارداتوں میں نمایاں کمی آئی۔

فسادات کی وجہ:

پنجاب میں اکاد کا جگہوں سے عوام اور حکومتی اداروں کے درمیان تصادم کی خبریں آرہی تھیں۔ واقعہ یہ ہے کہ حکومت کے ساتھ ٹکراؤ کسی بھی پرامن سیاسی اور بامقصد مذہبی تحریک کا مدعا نہیں ہوتا۔ یہ بات تحریک، عوام اور حکومت تینوں فریقوں کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے۔ حکومت کی رٹ (WRIT) چیلنج ہوتی ہے اور سرکاری تنصیبات اور کاموں کا زیاں ہوتا ہے۔ تحریک اپنے مقصد سے دور اور اعلیٰ قیادت کی رہنمائی سے محروم ہو جاتی ہے اور عوام خوف اور

پریشانی سے دوچار ہو جاتے ہیں۔

جسٹس محمد منیر اور جسٹس محمد رستم کیانی نے اپنی انکوائری رپورٹ بابت 1953ع میں اس حقیقت کے ادراک اور اعتراف سے قصداً روگردانی کی ہے۔ حالات کو بگاڑنے کی غلطی نئے ملک کے موقع پرست حکمران کر رہے تھے جو نہ اسلام سے مخلص تھے اور نہ نظریۂ پاکستان سے۔ تحریک کو کچلنے اور مسئلے کو صحیح معنوں میں الجھانے کا کام بیوروکریسی کر رہی تھی۔ یہ دونوں طبقے اسلامی دستور اور اسلامی نظام سے خوفزدہ تھے۔ بعض اوقات نادان آفیسر، سرکاری گماشتے اور تخریب کار عناصر تشدد پر اکساتے ہیں اور ایسے حالات پیدا کر دیتے ہیں جب سیاسی اور مذہبی قیادت بے بس ہو کر رہ جاتی ہے۔ پھر حالات پر کسی کا کنٹرول نہیں رہتا۔

1953ع کی تحریک سیاسی قیادت اور نوکر شاہی کے لئے آزادی کے بعد پہلا چیلنج تھا جس میں دونوں طبقے بری طرح ناکام ہوئے۔ 3-1952 ملکی مرکزی اور صوبائی سیاسی قیادت اور ملک کا حکمران طبقہ وژن سے محروم تھا۔ جرأت کا فقدان تھا۔ نوکر شاہی انگریزی عہد کی طرح ہر جگہ اس قیادت پر پوری طرح حاوی تھی۔ چنانچہ وہ تحریک کو سیاسی میدان میں پسپا نہ کر سکی اور یوں قادیانیت کا 70 سالہ مسئلہ حل نہ ہو سکا۔ مگر صرف اکیس سالوں کے بعد ایک عوامی قیادت اور سیاسی قوت نے یہی مسئلہ 1974ع میں بڑے احسن طریقے سے حل کر دیا۔ نوکر شاہی اس تاریخی فیصلے پر اثر انداز نہ ہو سکی۔

بھیرہ میں امن کی صورت:

تحریک کے سال سوا سال میں جلسے جلوس کی تمام تر سرگرمیوں کے باوجود بھیرہ اور اس کا نواح قتل وغارت اور لوٹ مار سے محفوظ رہا۔ اس کا کریڈٹ بھیرہ کے پُرامن شہریوں اور تحریک ختم نبوت کی بُردبار، دوراندیش اور مخلص قیادت کو جاتا ہے جنہوں نے ہوش پر جوش کو غالب نہیں ہونے دیا اور شہر کی عمومی فضا کو ضبط واعتدال میں رکھا۔

مارشل لاء کا نفاذ:

لاہور میں انتظامی مشینری نے معاملات کو تدبر اور تحمل سے سلجھانے کی کوشش نہیں کی۔ انتظامیہ اور پولیس دونوں نے ڈنڈے کے سہارے تحریک کو کچلنا چاہا۔ جوابی طور پر عوام کا بپھرنا ایک قدرتی ردعمل تھا۔ صف اول کی مذہبی قیادت پہلے ہی جیل میں تھی۔ سیاسی قیادت نے کسی موقع پر بھی بات چیت کو مسئلہ حل کرنے کے لئے نہیں چنا۔ چنانچہ عوامی ردعمل نے ایک نوع کی سول نافرمانی کی شکل اختیار کر لی۔

جب حالات ابتر ہوئے تو پنجاب حکومت نے 6 مارچ 1953ء بروز جمعہ' نماز جمعہ سے پہلے لاہور میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ سول انتظامیہ نے شہر فوج کے حوالے کر دیا۔ شہر کے GOC میجر جنرل اعظم خان نے جگہ جگہ فوجی دستے تعینات کر کے کرفیو لگا دیا۔ پاکستان کے قیام کے چھٹے سال یہ ملک کا پہلا مارشل لاء تھا جو اصل میں پاکستان بنانے والے سیاست کاروں اور انگریز کی تربیت یافتہ اور اس کی تابعدار نوکر شاہی نے لگایا تھا۔

اس مارشل لاء نے فوج کے جرنیلوں کو سول حکومت کی لذت وراحت اور عوام کو مارشل لاء کی لاقانونیت اور آمریت سے آشنا کیا۔

امیر ثانی اور مجلس عمل بھیرہ کے دیگر رہنماؤں کی گرفتاری:

دولتانہ حکومت کی انتظامی مشینری جس شدت اور بے رحمی سے مجلس عمل کی صف اول کی قیادت کو پابند سلاسل کر چکی تھی۔ اس کا عوامی ردعمل فطری تھا۔ حکومت کی بے تدبیری اور سیاسی نافہمی کے سبب حالات کنٹرول ہونے کی بجائے ابتر ہوتے چلے گئے۔ جب انتظامیہ نے مجلس عمل کی صف دوم کی قیادت کو پکڑنا شروع کیا تو تحریک منتشر ہو کر ان لوگوں کے ہاتھ میں چلی گئی جو قائدین کے طرح سوجھ بوجھ اور دوراندیشی سے بہرہ ور نہ تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب انتظامیہ مسجد وزیر خان لاہور میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے ہیڈ کوارٹر کو بجلی پانی سے محروم کر کے

قبضہ کرنا چاہتی تھی اور عوام اپنے لیڈر خود بن رہے تھے۔

مجلس عمل بھیرہ کے قائدین کو حالات کی سنگینی کا اندازہ تھا۔ وہ ذہنی اور عملی طور پر گرفتاری کے لئے تیار تھے۔ امیر ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جیل کے لئے ساتھ لے جانے والا سامان جس میں مسواک' چپل' کھیس' دو جوڑے کپڑے' جانماز' تسبیح' قلم' کاغذ' حمائل اور چند کتابیں شامل تھیں' الگ باندھ رکھا تھا۔ آپ نے 15 مارچ 1953ء بروز ہفتہ عشا کے بعد تنظیمی معاملات کا جائزہ لیا۔ دارالعلوم عزیزیہ کے سٹاف' سینئر طلبہ اور حزب الانصار کے چیدہ چیدہ شہری کارکنوں کے ساتھ تفصیلی ملاقات کی اور اہم امور پر بات چیت کی۔ اس زمانے میں دروازے پر گھنٹی کا رواج نہ تھا۔ رات ایک بجے کے لگ بھگ گھر کی سیڑھیوں کے دروازے کی کنڈی' سفید کپڑوں میں ملبوس ایک شخص نے کھٹکھٹائی۔ بقیہ باوردی گارد اندھیرے میں اور جامع مسجد کی بغلی سڑک پر دبکی ہوئی تھی۔ مولانا نے دریافت کیا

''کون ہے؟''

کھٹکھٹانے والے نے جواب دیا'' جناب ذرہ نیچے تشریف لائیں۔ ایک ضروری کام ہے''

اتنی دیر میں خادم اور چند طالب علم جاگ اٹھے۔ مولانا نیچے تشریف لائے اور پوچھا

''کیا کام ہے جو اتنی رات گئے آنا پڑا؟''

''جی آپ کو ایس ایچ او صاحب نے یاد کیا ہے۔ میں تھانہ بھیرہ کا ہیڈ کانسٹیبل ہوں۔''

مولانا نے کہا کہ وہ کپڑے بدل لیں۔ وہ گھر میں گئے اور کپڑے بدل کر سامان کا تھیلا نیچے لے آئے۔

اتنی دیر میں اوٹ میں کھڑے گارد کے باقی سپاہی بھی آ گئے۔ مولانا کے چھوٹے

بھائی اور مجلس عمل بھیرہ کے ناظم اعلیٰ مولانا برکات حکیم احمد بگوی بھی گھر سے نیچے اتر آئے۔وہ امیر ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ کر کے اور ضروری ہدایات لے کر جانے لگے تو ہیڈ کانسٹیبل نے کہا

''حکیم صاحب۔آپ بھی ساتھ لے چلیں۔SHO صاحب نے آپ کو بھی بلایا ہے۔''

تھوڑی دیر میں حکیم صاحب بھی اپنا سفری سامان کا تھیلا لے آئے۔

نقارے کی چوٹ:

پولیس کے ساتھ جب دونوں بگوی برادران تھانہ جانے لگے تو دارالعلوم عزیزیہ کا عملہ اور طلبہ جاگ چکے تھے۔باتوں کی آوازیں سن کر محلہ کے مکین یکے بعد دیگرے آنا شروع ہو گئے۔یوں ایک ہجوم آدھی رات کے اندھیرے میں جمع ہو گیا۔مقامی پولیس کی اس طرح کی تین ٹیمیں رات گئے مختلف محلوں سے دوسرے اصحاب کو ساتھ لے جا رہی تھیں۔مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے جاتے ہی ایک طالب علم اچانک دارالاقامہ کی چھت پر چڑھا اور وہاں رکھے ہوئے لوہے کے بہت بڑے نقارے کو پیٹنا شروع کر دیا۔چوب کی پہلی چوٹ کچھ اس شدت سے ٹکرائی کہ فضا گونج اٹھی۔

آدھی رات کا سیاہ اندھیرا' سٹریٹ لائٹس ناپید' چاند کی روشنی غائب' ہر طرف گہرا سناٹا۔نقارے کی یکلخت اور پُر ہیبت چوٹ نے ایک بار تو دل دہلا دیئے۔

یوں لگا جیسے اچانک زلزلہ آ گیا ہو۔جہاں جہاں آواز پہنچی' لوگ ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھے۔نفیر قیامت اور کیا ہو گا۔سویا ہوا شہر یک ایک انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھا۔اعلان کے بغیر ہی لوگ معاملے کو سمجھ گئے۔اتنی دیر میں ختم نبوت اور حرمت رسولؐ کے یہ پانچوں ملزم' ہتھکڑیوں کے بغیر تھانہ بھیرہ پہنچ گئے۔

1 امیر ثانی مولانا افتخار احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ صدر مجلس عمل تحفظ ختم نبوت بھیرہ 2 حضرت پیر بدرالامیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نائب صدر

3 جناب شیخ محمد اسلم مرحوم نائب صدر رئیس بھیرہ 4 مولانا حکیم برکات احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ ناظم اعلیٰ

5 جناب حافظ محمد صدیق ارائیں مرحوم

عوام کا جوش اور اشتعال:

SHO زیر حراست پانچوں اصحاب کو ان کی گرفتاری کے وارنٹ دکھا رہا تھا اور تھانہ بھیرہ کے باہر عوام کا جم غفیر جمع ہو رہا تھا۔بھیرہ میں T کی شکل کا ایک لمبا بازار ہے۔جس کی مشرقی جانب گنج منڈی کے میدان کے ساتھ تھانہ بھیرہ کی پرانی عمارت واقع ہے۔

16 مارچ 1953ع جب ایت وار کا روز شروع ہو چکا تھا۔رات ڈیڑھ دو بجے شہر کے مین بازار' میدان گنج منڈی' اس کے باہر سڑکیں اور تھانہ بھیرہ کی عقبی اور بغلی گلیاں انسانوں سے بھری ہوئی تھیں۔بعض مکانوں کی چھتوں پر عورتیں پہنچ گئی تھیں۔لحظہ بہ لحظہ ہجوم بڑھ رہا تھا۔ساتھ ساتھ نعروں کا شور بڑھ رہا تھا۔

- نعرۂ تکبیر : اللہ اکبر
- نعرۂ رسالت : یارسول اللہ
- تاج وتخت ختم نبوت : زندہ باد
- ختم نبوت : پائندہ باد
- نعرۂ تحقیق : حق چاریارؓ
- دشمنان ختم نبوت : مردہ باد
- غیر مسلم مرزائیوں کو : اقلیت قرار دو
- سر ظفر اللہ خان کو : الگ کرو
- دولتانہ سرکار : مردہ باد
- خواجہ ناظم الدین : مردہ باد
- اسیران ختم نبوت : زندہ باد
- مجلس عمل بھیرہ : زندہ باد
- پاکستان کے تین خدا اعظم ناظم ظفر اللہ
- امیر حزب الانصار : زندہ باد
- تحریک ختم نبوت : پائندہ باد

ایک تو پولیس کی نفری کم تھی۔دوسرا کوئی ذمہ دار جوڈیشل یا ایگزیکٹو مجسٹریٹ موجود نہ تھا۔SHO کی پریشانی حقیقی تھی' مشتعل اور بے قائد ہجوم کچھ بھی کر سکتا تھا۔اس نے کوشش کی کہ جتنا جلد

ہو سکے پانچوں اسیران ختم نبوت کو پولیس وین میں بٹھا کر شہر سے نکل جائے۔ اس نے جلدی سے وارنٹ گرفتاری پر دستخط کروائے اور انہیں ایک بغلی دروازے سے پولیس وین میں سوار کر دیا۔ لیکن وین کو بہر حال مین بازار' میدان گنج منڈی اور بیرونی سرکلر روڈ سے گزر کر محصول چونگی کے سامنے سے بھلوال روڈ پر جانا تھا۔

جامع مسجد بگویہ کے پُر ہیبت نقارے کا آوازہ بھیرہ اور اس کے نواح میں جہاں جہاں سنائی دیا۔ لوگوں نے اسے DISTRESS CALL جانا اور اپنے طور پر محلے اور گاؤں کی نوبت بجا دی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ پیدل' سائیکلوں' تانگوں پر نکل بھاگے۔ جامع مسجد بگویہ اور دروازہ چک والہ کے سامنے چونگی بھلوال روڈ' آدہ' شیخ پور تک جہاں جہاں سڑک کے کنارے آبادی تھی' لوگوں کی کثیر تعداد جمع تھی۔

انہی دنوں صوبے کے مختلف مقامات پر پولیس کے ساتھ عوام الجھ چکے تھے۔ لاہور میں ایک ڈی ایس پی ہلاک ہو چکا تھا۔ پولیس کی فائرنگ کے نتیجے میں تھانوں کو مشتعل عوام آگ لگا چکے تھے۔ SHO کی ذرہ سی بے احتیاطی اور تیزی معاملے کو بگاڑ سکتی تھی۔ اس کی اپنی جان' نوکری اور تھانہ کی حفاظت مقدم تھی۔ مولانا ؒ اور دیگر اسیرانِ ختم نبوت جب پولیس وین میں بیٹھ گئے تو عوام کا جوش و خروش زیادہ ہو گیا۔ نعروں کی گونج اور دھمک میں اضافہ ہو گیا۔ تھانیدار نے پہلے تھانے کے دروازے پر کھڑے ہو کر لوگوں کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ وہ گاڑی کو گزرنے کے لئے راستہ دیں۔ پہلے تو لوگوں نے بات سننے سے انکار کر دیا۔ پھر نعروں کی گونج میں مصر ہوئے کہ

''اسیران ختم نبوت کو رہا کیا جائے ورنہ وہ تھانے کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ بھیرہ کے مجاہدین نے نہ تو کوئی قانون توڑا ہے اور نہ قانون کو ہاتھ میں لیا ہے۔ انہوں نے کس قسم کا جرم نہیں کیا۔''

عوام پر تھانیدار اور دیگر اصحاب کی اپیلوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔

ادھر ہجوم بھی بڑھ رہا تھا اور بھیرہ کے عوام کا اضطراب اور غصہ بھی۔

تھانیدار کے حکم پر پولیس وین کے ڈرائیور نے انجن سٹارٹ کیا اور گاڑی کو آہستہ سے چلانے کی کوشش کی۔ یہ دیکھ کر نوجوان اشتعال میں آ گئے چند مجاہد پولیس وین کے آگے لیٹ گئے۔ کچھ نوجوان وین کے بونٹ اور مڈگارڈ پر چڑھ گئے۔ ہجوم نے پہلے سے بھی زیادہ جوش سے نعرے بازی جاری رکھی۔

صورت حال لمحہ بہ لمحہ بے قابو ہوتی نظر آ رہی تھی۔ ایس ایچ او نے اپنے سٹاف سے مشورہ کیا اور خود پولیس وین کے اندر آ گیا۔ اس نے مولانا افتخار احمد بگوی ؒ کو معاملے کی سنگینی کا بتایا اور گزارش کی کہ وہ خود باہر آ کر عوام کے جذبات کو ٹھنڈا کریں اور ان سے گاڑی کو نکلنے کا راستہ دینے کی اپیل کریں۔

مولانا بگوی ؒ نے بلا توقف SHO کی درخواست منظور کی اور گاڑی سے باہر نکل آئے۔

مولانا کا عوام سے خطاب:

مولانا بگوی ؒ پولیس وین کی چھت پر چڑھ گئے۔ گیس لیمپوں' لالٹینوں اور ٹارچوں کی روشنی میں صلوٰۃ و سلام کے بعد عوام سے خطاب کیا:

''میں اور میرے رفقاء آپ تمام ساتھیوں' نوجوانوں' عورتوں اور بچوں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ وہ اپنا آرام اور رات کی نیند چھوڑ کر ہمیں خدا حافظ کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ میں آپ کے جذبوں کو آپ کی محبتوں کو سلام پیش کرتا ہوں۔ ہم دراصل اپنے خدا اور اس کے رسول مقبولؐ سے کئے ہوئے وعدے ایفا کرنے جا رہے ہیں۔ ہم ان غازیوں' شہیدوں اور مجاہدوں کی راہ پر جا رہے ہیں جو ختم نبوت کی کٹھن راہ پر چلے اور سرخرو ہوئے۔ ہم ایک عظیم مقصد کے لئے گھر بار شہر کو چھوڑ رہے ہیں تاکہ خیر البشرؐ رسول امیؐ اور محبوب خدا کے ناموس کی حرمت قائم رہے۔ اس راہ میں یہ ناتواں جسم تو کیا ہزاروں لاکھوں جانیں بھی قربان

ہیں۔ عزیزانِ گرامی! پولیس اپنا فرض ادا کر رہی ہے۔ محبت، یک جہتی اور تعاون کا فرض آپ
نے یہاں آ کر ادا کر دیا ہے۔ اب ہمارا فرض اور ہماری سعادت پوری ہونے دیجئے تا کہ
خادمانِ ختم نبوت جیل جا سکیں۔ وقت کم ہے اور سفر لمبا ہے۔ آپ ہمارے لئے دعا کریں کہ اپ
محبوب پاکؐ کے صدقے اللہ تعالیٰ ہمیں ثابت قدمی، جرأت اور استقامت عطا کرے۔

میری آپ سے گزارش ہے کہ تحفظ ناموسِ رسالت اور توقیر ختم نبوت کے لئے
تحریک کو پُرامن طور پر جاری رکھیں۔ ہماری گرفتاریوں سے تحریک ختم نہیں ہو سکتی۔ آپ سب
لوگ خصوصاً نوجوان اپنی ذمہ داریاں اچھی طرح ادا کریں۔ اب میں ختم رسالت کے جانثاروں
ناموس نبوت کے پاسداروں کو حکم دیتا ہوں کہ وہ آگے سے ہٹ جائیں۔ گاڑی کا بونٹ خالی کر
دیں اور گاڑی کو سکون سے گزرنے کی راہ دیں۔"

کوئی نہیں جانتا کہ ان چند الفاظ میں کیا جادو بھرا ہوا تھا۔ سنتے ہی لوگ یوں ہٹ
چلے گئے جیسے کوئی غیبی طاقت لوگوں کو راستے سے ہٹا رہی ہے۔ لوگ راستہ بنا رہے تھے اور ان
کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ ڈرائیور نے گاڑی سٹارٹ کی اور اسے گیئر میں ڈال کر
چلانا شروع کیا۔ فضا اچانک درود و سلام، نعروں اور آنسوؤں سے بھر گئی۔

گنج منڈی سے باہر محلہ کھوکھراں، محلہ شاہ لطیف، چک والہ دروازہ، محلہ
بھٹہ، جامع مسجد بگویہ کے سامنے، محصول چونگی بھلوال روڈ، آوہ غرض ان سب جگہوں پر مولانا
بگوی ؒ کو گاڑی سے باہر آنا پڑا اور گاڑی کے بونٹ پر کھڑے ہو کر خطاب کر کے راستہ لینا پڑا

16 مارچ 1953ء کا سورج طلوع ہو رہا تھا اور پولیس وین بھیرہ کے اسیر
ختم نبوت کو لئے ہوئے ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا کے مین گیٹ سے اندر داخل ہو رہی تھی۔

1947ء سے پہلے کی جیل:

اکیسویں صدی میں اب بنیادی انسانی حقوق، آزادی اظہار اور جمہوریت کا غ
ہے۔ جیل اب بیسویں صدی کا وہ عقوبت خانہ نہیں رہی جہاں انسانوں سے جانوروں سے

ر سلوک کیا جاتا تھا۔ بات بات پر اور قدم قدم پر احساس دلایا جاتا تھا کہ قیدی، شرف
انسانیت سے محروم ہو چکا ہے۔ اس کا نہ کوئی حق باقی رہ گیا ہے اور نہ کوئی ضرورت، تمام قیدی
وہ ضمیر کے ہوں یا بچوں عورتوں کے قاتل۔ آمر کے مخالف ہوں اور سچائی کے علمبردار، سب کو
ایک لاٹھی سے اور بطور اخلاقی (CRIMINAL) مجرم برتاؤ کیا جاتا تھا۔ یہ انگریز کا دستور تھا
جس کا نام اس نے جیل مینوئل رکھا ہوا تھا۔ 1947ء سے پہلے اور بعد میں برصغیر کی جیلوں
میں کوئی گورا قید نہ تھا۔ وہاں کالے رنگ کے اخلاقی مجرم تھے یا سیاسی اور نظریاتی قیدی جو آزادی
کے پرستار اور انگریزی راج کے مخالف تھے۔ انگریزی دور کا یہی چلن اور افسر شاہی کا یہی انداز
1953ء میں بھی قائم تھا۔

1953ء کی جیل:

جیل کا ایک آمر اور مطلق حاکم ہوتا ہے جسے جیل سپرنٹنڈنٹ کہتے ہیں۔ تب اونچی
اونچی دیواروں کے اندر مختلف احاطے اور بیرکیں ہوتی تھیں۔ جیل کا نظام فوجی نظام کی طرح
فرد واحد کے گرد گھومتا تھا جس کی فوج میں وارڈن، ڈپٹی وارڈن، ہیڈ وارڈن، داروغہ، نمبر
دار اور سپاہی ہوتے تھے۔ تشدد اور تحقیر یہ دو موثر ہتھیار سمجھے جاتے تھے۔ جیل مینوئل میں
انگریزوں نے انسانی تذلیل اور تضحیک کے لئے مارشل لا جیسے قوانین وضع کر رکھے تھے جن کا
مہذب سوسائٹی کے طور طریقوں سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ قیدی مغرب سے پہلے تنگ و تاریک
کوں میں بند کر دیئے جاتے تھے اور اگلی صبح گن کر نکال لئے جاتے تھے۔ اے کلاس سیاسی
معروف شخصیات کے لئے۔ بی کلاس پڑھے لکھے اور سیاسی رہنماؤں کے لئے۔ سی کلاس
لاتی جرائم کے مجرموں کے لئے۔ سی کلاس کی حالت ملک کے عوام جیسی ہوتی ہے سہولت اور
ت سے محروم۔ اس پر مہنگائی کی طرح مشقت کا بوجھ۔ کھانا لنگر سے جس کی روٹی، دال اور
ری کو نہ تو آسانی سے کھایا جا سکتا ہے اور نہ مشکل سے بھی ہضم کیا جا سکتا ہے۔ جیل کا مقررہ
س اور محنت مشقت کے لئے مقررہ مقدار، عزیزوں سے ملاقات گنی چنی، جیل میں داخل

ہوتے وقت تمام سامان، بشمول ٹوپی، گھڑی، پین، کتاب لے لی جاتی تھی۔اے اور بی کلاس مختلف اور پکانے کے لئے پرانے قیدیوں میں سے مشقتی مل جاتے تھے۔ جیلوں میں اکا دکا پنکھے ہوتے تھے۔ٹھنڈے پانی کے لئے برف کا اور مچھروں سے بچاؤ کا انتظام نہ تھا۔سونے کے لئے سی کلاس میں چار پائی نہ ہوتی تھی۔کسی کلاس میں فلش سسٹم نہ تھا۔ہر روز نہانے کی آزادی نہ تھی۔محدود تعداد میں خط وکتابت اور ملاقات کی اجازت تھی لیکن اخبار کتاب پر پابندی تھی۔

اسیری:

امیرِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ ختم نبوت کی اسیری کے دوران، صوبہ پنجاب کی درج ذیل جیلوں میں قید رہے:

1	سرگودھا ڈسٹرکٹ جیل	2	شاہ پور جیل
3	ساہیوال ڈسٹرکٹ جیل	4	لاہور سنٹرل جیل

سرگودھا جیل میں چند روز اور شاہ پور جیل میں چند ہفتے پابند سلاسل رہے۔ ساہیوال جیل اور لاہور جیل میں قیام کئی مہینے رہا۔

اسیری کا زمانہ:

اکیسویں صدی میں وائرلیس ٹیلی فون، موبائل فون، ٹیلی وژن، گھر کا پکا ہوا کھانا، مرضی کی فاسٹ فوڈ، برف، ایئر کولر، برقی پنکھے، فوم کے گدے، واٹر کولر غرض تمام جدید سہولتیں اور آسائشیں قانونی اور غیر قانونی طور پر جیل کی چار دیواری میں موجود ہیں۔اگر قیدی کے پاس پیسہ ہے، اوپر رابطہ ہے تو دنیا کی ہر ضرورت اور نعمت جیل میں میسر ہو جاتی ہے۔ یہاں تک مشقت کرنے کے لئے مشقتی اور مٹھی چاپی کے لئے خدمت گار، کرایے پر مل جاتے ہیں۔اور اب تو فیملی کو ساتھ رکھنے کی اجازت بھی ملنے والی ہے۔1953ء میں یہ صورت حال یکسر مختلف اور کمزور دل والوں کے اعصاب توڑنے کے لئے کافی تھی۔قدم قدم پر روک

ٹوک، جگہ جگہ بندشیں، مارچ میں گرفتاری سے ستمبر 1953ء میں رہائی تک، بھیرہ کے اسیران ختم نبوت کو موسم کی شدید ترین گرمی، گرم ترین شہروں میں بسر کرنا پڑی۔اسی دوران انہوں نے برسات کا شدید حبس برداشت کیا۔ مچھر دانی یا حفاظتی تدابیر کے بغیر پلے ہوئے سرکاری مچھروں، کھٹملوں اور جوؤں سے دوچار ہوئے۔گرمیوں میں گرم اور سردیوں میں سرد بیرکیں۔گرم ہوا کے ساتھ نیم ٹھنڈا پانی۔کھلی فضا پر پابندی، جو کئی کئی ماہ آسمان اور اس پر طلوع ہوتے چاند اور ٹمٹماتے تاروں کو نہ دیکھ سکے۔صابن کا عام استعمال اور روز نہانا ایک ناممکن سی عیاشی تھی۔ کپڑے خود دھوتے اور حجامت کی سہولت سے محروم۔مغرب، عشا اور فجر بیرکوں کے اندر پورے اہتمام اور حضوری کے بغیر ادا کرنا ہوتیں۔رات کا زیادہ حصہ جگ رتے میں گزرتا کہ چوکیدارہ سسٹم میں رات بھر جگائے رکھنا مینویل میں لکھا ہوا ہے۔ ہر جگہ ہر وقت قطار بندی، پڑھنا لکھنا غیر قانونی، اخبار ریڈیو بند۔1953ء کے رمضان المبارک کا مہینہ 15 مئی سے 13 جون تک گزرا ہے۔ان ایام میں روزہ ساڑھے 14 گھنٹے کا ہوتا ہے اور رات بمشکل 9 گھنٹے کی۔جیل میں گرمیوں کے روزوں اور وہاں کی سحر و افطار کا اندازہ آج اکیسویں صدی میں نہیں لگایا جا سکتا۔ان اسیران نے اپنی عید الفطر بھی چار دیواری کے اندر گزاری۔جیل میں گھر اور علاقے بلکہ ملک کے حالات سے واقفیت نہیں ملتی تھی۔ ملاقاتیں گنی چنی، گھر سے دوری کے باعث ملاقاتی تھوڑے۔خط و کتابت کی محدود اجازت، ڈاک پر سنسر مگر مولانا اور ان کے بہادر رفقا نے کمال استقامت و عزیمت، جرأت و ہمت، خوشدلی اور بہادری سے قید کے یہ دن گزارے۔

باعثِ نجات اسیری:

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے رہائی کے بعد کبھی جیل کی مشکلات اور تکالیف کا ذکر نہیں کیا جن سے وہ اپنی قید کے دوران دوچار ہوئے۔جیل میں رمضان کا مہینہ ایک بہت بڑی آزمائش تھا۔وہ کسی بھی شکایت کو کبھی اپنی زبان نہیں لائے۔اصل میں ختم نبوت کی اسیری کو وہ اپنی زندگی کا حاصل

اور خدا کے حضور اپنی نجات اور سرخروئی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ جیل کے دن رات' ان کا اپنے خدا سے معاملہ تھا۔ وہ اس راز و نیاز میں کسی دوسرے کو شریک نہیں کرتے تھے ع

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

قیام پاکستان کے بعد پہلے سیاسی قیدی:

تحریک ختم نبوت' قیام پاکستان کے بعد ملک کی پہلی مذہبی اور سیاسی تحریک تھی جس میں علماء اور دینی طبقہ گرفتار ہوا تھا۔ بھیرہ میں چنانچہ مولانا افتخار احمد بگوی ؒ اور ان رفقاء وہ پہلے مذہبی اور سیاسی رہنما ہیں جو شہر اور علاقہ میں سب سے پہلے گرفتار ہوئے۔ تحفظ ختم نبوت اور حرمت رسولؐ کے لئے یہ سعادت اللہ کا خاص کرم ہے جس طرح 1921ع میں مولانا ظہور احمد بگوی ؒ کو تحریک خلافت میں ضلع سرگودھا کا پہلا سیاسی قیدی بننے کا شرف نصیب ہوا تھا۔ ع

اس سعادت بروز بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

تحریک پر کریک ڈاؤن:

نوکر شاہی اور سیاست کاروں کی بد نیتی اور کوتاہ نظری کے سبب 6 مارچ 1953ع بروز جمعہ ایک بجے دن لاہور میں مارشل لاء لگا دیا گیا تھا۔ بجائے اس کے کہ ملک کے سیاست دان علماء کے ساتھ مل بیٹھتے۔ مسلمانوں اور قادیانیوں کے دلائل سنتے۔ نظائر پڑھتے اور جمہوری انداز میں ایک پرانے مسئلے کو عوامی خواہشات کے مطابق حل کرتے۔ پاکستان پر قابض حکمران ٹولے نے بزور شمشیر تحریک ختم نبوت کو کرش کرنا چاہا اور سوچا کہ ریاستی دہشت گردی سے مسئلہ دب کر رہ جائے گا۔ چنانچہ پورے ملک خصوصاً پنجاب میں پولیس' فوج اور انتظامیہ نے تشدد اور جبر کو اپنی سپر بنایا اور مجلس عمل کے رہنماؤں' قائدین اور عہدے داروں پر ٹوٹ پڑے۔ درجنوں شہید' سینکڑوں زخمی اور ہزاروں کی تعداد میں ختم

نبوت کے جانثار فدائی بلا جرم و مقدمہ گرفتار کر لئے گئے۔ دو ڈھائی مہینوں میں ہر چلتی زبان اور لکھتا ہوا قلم روک دیا گیا۔ جلسے جلوسوں پر پابندی لگا دی گئی۔ ہڑتال کا حق چھین لیا گیا۔ اخبار ضبط اور دفاتر سیل کر دیئے گئے بعض مذہبی جماعتوں پر BAN لگا دیا گیا۔ اعلیٰ مذہبی قیادت کو جیلوں میں ٹھونس دیا گیا۔ یوں سارے صوبے میں سناٹا چھا گیا۔

دی کورٹ آف انکوائیری نے یکم جولائی 1953ع کو فسادات پنجاب کی تفتیش کا آغاز کیا جو 28 فروری 1954ع تک جاری رہا۔

سرکاری ضمانت کی پیش کش:

تحریک ختم نبوت عملاً مارچ 1953ع کے اواخر تک کچلی جا چکی تھی۔ دوران اسیری ایک بار سرکاری طور پر آفر ہوئی کہ مجاہدین ختم نبوت کو ضمانت پر رہا کر دیا جائے۔ یہ ایک حکومتی چال تھی جس کا مقصد عوام کو بے حوصلہ بنانا اور علماء کی صفوں میں انتشار پھیلانا تھا۔ مولانا بگوی ؒ اور ان کے رفقا اس بارے میں بڑا واضح ذہن رکھتے تھے کہ تحریک ختم نبوت کی کتاب میں معافی' مفاہمت اور ضمانت نام کے کوئی الفاظ نہیں ہیں۔ جب مشکل ترین حالات کا سامنا کر چکے تھے۔ ہزاروں مجاہدین جیل کی صعوبتیں اور لاتعداد مجاہد جام شہادت نوش کر چکے تھے' اب سرکاری شرطوں پر باہر آنا شہدا کے خون سے غداری ہے۔

چنانچہ مولانا بگوی ؒ اور ان کے باہمت رفقا نے ضمانت کی پیش کش کو ٹھکرا دیا اور جیل سے رہا نہیں ہوئے۔

رہائی:

بالآخر حکومت پنجاب نے دیکھا کہ صوبے میں خاموشی چھا چکی ہے۔ اب کہیں جلسہ ہے نہ جلوس۔ کوئی نعرہ ہے نہ پمفلٹ' ہڑتال ہے اور نہ اشتہار' تحریک ختم نبوت کی قیادت جیلوں میں ہے اور کورٹ آف انکواری کی کہہ مکرنیوں اور داستان طرازیوں نے سب کو مصروف کر دیا ہے۔ تب حکومت نے تحریک کے قائدین کو رہا کرنا شروع کر دیا۔ یوں مولانا

بگوی رحمۃ اللہ علیہ 8 ستمبر 1953ء بروز منگل کو منٹگمری (اب ساہیوال) جیل سے رہا ہو گئے۔

جرم کی حقیقت:

پاکستان ایک جمہوری ملک ہے جہاں عدالتیں آزاد اور انتظامیہ بالگام ہونی چاہیے۔ مگر امیر ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے چاروں رفقاء پر کبھی کوئی فرد جرم عائد نہیں کی گئی۔ ان کے خلاف نہ تو کوئی چالان پیش کیا گیا اور نہ کسی عدالت میں سماعت ہوئی۔ تقریباً چھ ماہ کی گرفتاری اور صوبے کی مختلف جیلوں میں قید پنجاب سیفٹی ایکٹ کے تحت ہوئی۔

ایک ایسا کالا قانون جس کے خلاف نہ کوئی اپیل تھی اور نہ ملزم کو دفاع کا کوئی حق تھا۔

ایک غیر قانونی اور غیر اخلاقی حراست، تب قانون کے مطابق محض احتیاطی اور حفظ امن عامہ کے لئے کی گئی تھی۔

تحریک ختم نبوت میں عورتوں اور بچوں کا حصہ:

روایتی طور پر بھیرہ کی خواتین کسی سیاسی یا مذہبی تحریک میں بڑے اور کھلے پیمانے پر شریک نہیں ہوتی ہیں۔ ان کا کردار گویا دوسری دفاعی لائن کے طور پر رہا ہے۔ عورتوں کے لئے ہر جمعہ چند جگہوں پر وعظ ہوتا تھا۔ ان میں سب سے اہم اور موثر محترمہ بی بی غلام فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا کا وعظ ہوتا تھا۔ وہ امیر ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ تھیں اور محلہ پراچگان اور دیگر جگہوں پر پُر تاثیر وعظ کرتی تھیں۔ بھیرہ جب جلسوں اور کانفرنسوں کا مرکز تھا۔ مساجد میں منعقد ہونے والے اجتماعات میں محلے کی عورتیں ضرور شامل ہوتی تھیں۔ وہ اس طرح کہ گروپ کی صورت میں، گروہ در گروہ۔ گھر کے مردوں کی اجازت سے۔ اندرون شہر مساجد میں یوں ہوتا کہ عورتیں قریبی گھروں کی چھتوں پر چلی جاتیں اور وہاں آرام اور پردے کے ساتھ مقررین کے ارشادات سنتیں۔ عورتوں کا رول تحریک ختم نبوت میں یوں نظر آتا ہے:

1۔ مساجد کے اندر ہونے والے اجتماعات میں شرکت

2۔ تحریک ختم نبوت کے دوران مجاہدین اور دیگر دینی اور تحریکی مقاصد کے لئے فراخی سے چندہ اور عطیات

3۔ گھروں میں خوف خدا، رزق حلال اور اطاعت رسول کے ساتھ نماز روزہ تلاوت کی پابندی

4۔ زندگی کے عام رہن سہن میں پردہ اور حیا کی پاسداری

5۔ جیل میں قید مجاہدین کے گھروں میں صبر و استقامت اور ہمت و خودداری کی تلقین۔

6۔ قید مجاہدین کے گھروں میں ان کے بچوں اور عورتوں کے ساتھ ہمدردی اور امداد

بچے بھی اس محاذ پر اپنے بڑوں سے کم نہیں رہے۔ جب موقع ملتا محلے کے بچے سر کنڈے یا سوٹی پر رومال لہراتے اور قادیانیت کے خلاف اور مدح رسولؐ و صحابہؓ میں گلی گلی نعرے لگاتے پھرتے تھے۔

پُر امن تحریک:

بھیرہ قادیانی مذہب کے ایک بانی مولوی حکیم نور الدین صاحب کا آبائی شہر ہے۔ ان کی ذاتی کوششوں سے ابتدائی دنوں سے ایک بڑی تعداد قادیانیت قبول کر چکی ہے۔ چنانچہ شہر میں بہت سے قادیانی دہائیوں سے آباد چلے آرہے ہیں۔ ان کے کاروبار اور ان کی جائیدادیں ہیں۔ بعض کے خاندان سنی عقیدہ کے مسلمان ہیں۔ محلہ لوہارانوالہ میں قادیانی اصحاب کی کثرت ہے۔ چنانچہ تحریک میں تیزی آنے کے ساتھ خدشہ ہوتا تھا کہ بیرونی خبروں کی بنا پر شہر کا امن متاثر نہ ہو۔ ویسے تحریک ختم نبوت کے زعماء جب ممتاز دولتانہ کی صوبائی قیادت اور مرکز میں خواجہ ناظم الدین کی حکومت کو مطالبات پیش کر رہے تھے۔ تو غیر مسلم اقلیت کی جان، مال اور آبرو کی حفاظت تو پھر مسلمانوں کی اخلاقی اور مذہبی ذمہ داری

بن گئی تھی۔ اس سلسلے میں مجلس عمل بھیرہ اور امیر ثانی مولانا بگوی رحمۃ اللہ علیہ پوری طرح چوکنے رہے۔ رضا کاروں کی ڈیوٹی لگائی' مقررین کا رخ شہر کی طرف مڑنے سے بچایا۔ ادھر مقامی قادیانی قیادت بھی محتاط رہی اور اس نے اشتعال انگیزی سے اجتناب کیا۔ اس وقت احمدیہ جماعت بھیرہ کے امیر گورنمنٹ ہائی سکول کے ایک سینئر ٹیچر چوہدری محمد یوسف صاحب تھے۔ بھیرہ میں1953ع کی تحریک ختم نبوت کے دوران قادیانی مذہب کے لوگوں کی جان' مال اور آبرو بالکل محفوظ رہے۔ کوئی مسلمان قادیانیوں کی مقامی تاریخی عبادت گاہ پر حملہ آور نہ ہوا حالانکہ اس کی دیوار' مسلمانوں کی مسجد کے ساتھ مشترک ہے۔

گرفتاری کے بعد کا پہلا جمعہ:

شہر سے پانچ اصحاب کی گرفتاری اور صوبے میں انتظامیہ کے سخت اقدامات کے بعد' بھیرہ میں بھی ٹھہراؤ آ گیا۔ جلسے جلوس نعروں اور اشتہاروں میں یک لخت کمی آ گئی۔ دوسری صف کی قیادت تھی مگر وہ نہ عوامی تھی اور نہ موثر۔ ادھر رضا کار جیلوں میں بند تھے۔ ثانی امیر رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقا کی گرفتاری کے بعد 22 مارچ 1953ع کو پہلا جمعہ تھا۔ جامع مسجد کے سامنے بھلوال روڈ پر ملٹری کا ٹرک اور سنگینیں تانے سپاہی کھڑے تھے تاکہ جمعہ کی نماز کے بعد عوام گرفتاریوں کے خلاف جلوس نہ نکالیں۔ جمعہ پر موجود قائدین نے اس موقع پر ٹکراؤ سے بچاؤ کی پالیسی پر عمل کیا۔ خوف تھا یا احتیاط یہاں تک کہ وہ بزرگ جامع مسجد کے اندر بھی تقریروں اور نعروں سے باز رہے۔ نمازیوں نے اس روّیے کا بہت برا منایا۔ بعض قائدین جامع مسجد کی بغلی کھڑکی کے راستے بابا تولہ اور فاضل امام سے گھر کو ہولئے۔ شہر والوں کو چھوٹے قد کا محمد رمضان ماچھی یاد ہے جو بعد میں بابا حاجی کے نام سے مشہور ہوئے۔ انہوں نے جوش میں آ کر ختم نبوت کے نعرے لگائے اور طیش میں آ کر اپنا گریباں چاک کر دیا اور کہا۔

''آؤ۔ اس سینے پر گولی مارو جو نبی کا شیدائی ہے

اس سینے پر بندوق چلاؤ جو ختم نبوت کا فدائی ہے''

لوگوں نے ٹھنڈا کیا اور پکڑ کر ایک طرف لے گئے۔

انکوائری کے اخراجات:

تحریک ختم ہو چکی تھی اور کفایت اور ذمہ داری کے سبب بعض مجالس عمل کے پاس ابھی عطیات کی کچھ رقم بچی ہوئی تھی۔ اس اندوختے سے تحریک ختم نبوت کے کارکنوں کے گھروں کے چولہے چلتے رہے۔ پھر دارالعلوم عزیزیہ کے ماہانہ اخراجات میں حسب ضرورت امداد دی جاتی رہی۔ ادھر لاہور میں دی کورٹ آف انکوائری میں بہت محنت' افرادی قوت اور اخراجات کرنے پڑے۔ انکوائری کے اختتام پر قریباً 2 ہزار روپیہ مرکزی تحریک تحفظ ختم نبوت کے ذمہ واجب الادا ہو گئے۔ چنانچہ لاہور سے توجہ دلائی گئی کہ اس ادائیگی میں ہر ممکن مدد دی جائے۔

محترم حکیم عبدالمجید سیفی مرحوم اپنے خط مورخہ 16 مارچ 1954ءمیں ثانی امیر محترم رحمۃ اللہ علیہ کو لکھتے ہیں:

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال تسلیمات۔ فقیر عبدالمجید کی جانب سے اعزی اکرمی اخوی مولانا افتخار احمد صاحب سلم اللہ معلوم فرمائیں کہ حامل عریضہ مولانا لال حسین اختر آپ کے پاس مجلس اعلیٰ تحفظ ختم نبوت (مجلس عمل) کے نمائندہ کی حیثیت سے تشریف لا رہے ہیں۔ آپ کے پاس اس سلسلہ کی (فنڈ مجلس عمل بھیرہ) کی جو رقم ہے وہ بھی ان کے حوالہ کر دیں۔ نیز جس قدر زیادہ سے زیادہ چندہ ممکن ہو کرا دیں۔ تاکید ہے۔ اس وقت کم وبیش دو ہزار روپیہ انکوائری کے اخراجات کے سلسلہ میں ہمارے ذمہ واجب الادا ہے۔ ہر ممکن کوشش سے دریغ نہ کریں۔ تاکید اکبر ہے۔

منجاب قاضی احسان احمد صاحب (شجاع آبادی) و مولانا محمد علی صاحب (جالندھری) مضمون واحد۔

فقط والسلام۔ از بیڈن روڈ لاہور 10 رجب 73ھ

چنانچہ مولانا بگوی ؒ نے نہ صرف مجلس عمل بھیرہ کے فنڈز سے مجلس تحفظ ختم نبوت کی مدد کی بلکہ مولانا لال حسین اختر کو دیگر ذرائع سے بھی امداد فراہم کی۔

قید کے دوران حزب الانصار کے اداروں کی حالت:

تحریک تحفظ ختم نبوت 1953ء کے دوران اکثر مسلمانوں کی اپنی معاشی حالت چنداں بہتر نہ تھی کیونکہ وہ پہلے ہی تقسیم ہند کی وجہ سے اور سامراجی نظام کی چیرہ دستیوں اور مسلم لیگ لیڈروں کی بے حسی اور بدانتظامی کا شکار تھے۔ یہ انتظام تو عوام کے عطیات سے ممکن ہو رہا تھا کہ قید کے دوران مجاہدین کی جیل کی ضروریات کپڑا، چادر، صابن، تیل، چپل، چنے، گڑ، قرآن مجید اور دیگر سامان ان تک پہنچتا رہے۔ کہیں یہ بھی ہو سکا کہ ضرورت مند خاندانوں کے واحد کفیل کی غیر موجودگی میں اہل خانہ کو ماہانہ راشن ملتا رہے۔ مگر ان دینی اور علمی اداروں کا کوئی پرسان حال نہ تھا جو عوام و خواص کے چندوں سے چلتے ہیں۔ طلبہ کی شخصی اور کتابی ضروریات، اساتذہ کا مشاہرہ، طعام قیام بجلی تیل کا بندوبست، ان مشکلات سے دارالعلوم عزیزیہ، حزب الانصار، شمس الاسلام اور جامع مسجد شدید متاثر ہوئے۔ ہر سال نئی فصل آنے پر علاقے کے مخیّر اصحاب بطور جنس گندم کے عطیات دیتے تھے، ان میں کمی رہی۔ امیر حزب الانصار رمضان کے اوائل میں کراچی، حیدر آباد اور فیصل آباد کا سفارتی دورہ کرتے تھے۔ سال 1953ء/1372ھ میں ایسا نہ ہو سکا جس سے اداروں کی رواں سرگرمیوں اور آئندہ کے پروگراموں پر گہرا اثر پڑا۔ سٹاف کو خصوصاً مالی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا مگر اپنے امیر کے نقش قدم پر اور ختم نبوت کی سعادت کے پیش نظر سب نے بڑی خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ ادارے سے کوئی رکن یا استاد محض مالی بنیاد پر الگ نہیں ہوا۔

چندہ ایک امانت:

کسی بھی دینی یا سیاسی تحریک کی کامیابی کے لئے جہاں افرادی قوت درکار ہوتی ہے وہاں مالی وسائل بھی بہت ضروری ہوتے ہیں۔ فروری 1953ء میں جب مرکزی حکومت نے متحدہ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کے متفقہ مطالبات مسترد کر دیئے اور علماء کے الٹی میٹم کے جواب میں پورے ملک میں پکڑ دھکڑ کا وسیع سلسلہ شروع کر دیا تھا تو تحریک میں یکبارگی تیزی اور شدت آ گئی۔ جلسے جلوسوں، اشتہاروں اور ہڑتالوں کے ساتھ رضاکاروں اور رہنماؤں کی گرفتاریاں بھی شروع ہو گئیں۔ اس موقع پر تنظیم، ہوش اور پیسہ درکار ہوتا ہے۔ یہ پیسہ عوام و خواص کے چندے اور عطیات سے حاصل ہوتا ہے۔ شروع شروع میں عطیاتی رقوم کی دیکھ بھال پر۔ حزب الانصار کے دین دار اور نہایت دیانتدار کارکن صوفی غلام حسین مرحوم مامور ہوئے۔ مگر جب کام بڑھنے لگا تو امیر ثانی ؒ نے یہ ذمہ مولانا غلام محی الدین شاہ ؒ کیمبل پوری کو سونپ دی۔ شاہ صاحب محترم نے یہ کام اپنے برادر خورد جوانسال مولانا حسین الدین شاہ کو تفویض کر دیا جو مجلس عمل بھیرہ کے ناظم دفتر بھی تھے۔ ان دونوں حضرات نے ایک طرف تو اخراجات میں پوری ذمہ داری کا ثبوت دیا اور تمام رضا کاران کے روّیے اور خدمات کے معترف رہے۔ دوسری طرف آمد و خرچ کی تفصیل اتنی احتیاط سے لکھی کہ اپنے پرائے ہر شخص کو قومی امانت کی حفاظت پر پورا یقین رہا۔

جیل---ایک درس گاہ:

پچھلی صدی کے پہلے نصف تک کی جیلیں تمام ترسختیوں کے باوجود اہل دل اور اہل دانش کے لئے مکتب کی حیثیت رکھتی تھیں۔ ملک بھر کے نابغۂ روزگار اہل علم اور اہل قلم جیلوں کی چکیوں اور ان کے احاطوں میں مل جاتے تھے۔ کائنات، انسان اور ذات پر غور و فکر کے لئے ان اونچی دیواروں کے پیچھے منفرد تنہائی، سکوت اور بے نیازی میسر تھی۔ چنانچہ مولانا بگوی ؒ بھی تدبر و تفکر کی نعمت سے فیض یاب ہوئے۔

چھ ماہ کی اسیری کے دوران ثانی امیر ؒ نے مسلمانوں کی عموماً اور علماء کی حالت کے

بارے میں خصوصاً درج ذیل نتائج اخذ کیے:

1۔ گو اسلام کے نام پر پاکستان بن چکا ہے تاہم یہاں کے طور طریقے، رہن سہن اور معیشت اور معاشرت بدستور وہی ہیں جو آزادی سے پہلے انگریز نے اپنے مقصد کے لئے طے کر رکھے تھے۔ چنانچہ ملک میں بڑھتے ہوئے بگاڑ اور معاشرتی ابتری سے علماء کو روگردانی نہیں کرنی چاہیئے۔ انہیں آگے بڑھ کر اپنا مثبت رول ادا کرنا چاہیئے۔

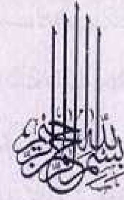
2۔ مروجہ درس نظامی کو ایسے علماء اور فاضل پیدا کرنے چاہئیں جو آنے والے حالات کا مقابلہ کر سکیں۔ چنانچہ دینی مدارس میں معمول کی سکولی اور کالجی تعلیم کے مضامین پڑھانا چاہئیں یا درسی نظامی میں تبدیلیاں لانی چاہئیں کہ علماء کی جدید و قدیم دونوں علوم پر دسترس ہو۔

3۔ دینی علوم کے طلبہ کو تعلیم سے فراغت کے بعد اسے معاش کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیئے۔ علماء کو اپنی معاشرتی اور معاشی ضرورتوں کے لئے چندے خیرات کی بجائے اپنے فن اور ہنر سے کمانا چاہیئے تاکہ ان علماء کا ذریعہ آمدن ان کو عوام کے چندوں سے نجات دلائے۔ اور وہ پوری آزادی اور عزت کے ساتھ دین کی خدمت کر سکیں۔

4۔ معاشرے میں بہت سارے مرد عورتیں ایسے موجود ہیں جو باعزت زندگی سے محروم ہیں۔ خاص طور پر یتیم بچے، بیوگان محتاج، ضعیف اور مسکین لوگ، ان محروم قسمت لوگوں کا کوئی پرسان حال نہیں۔ ان لوگوں کی مناسب امداد ہونی چاہیئے۔

5۔ پاکستان میں ملت و مذہب کی ترقی اور کامیابی کا دارومدار باہمی اتحاد اور اتفاق میں ہے۔ اس مقصد کے لئے بہترین رہ عمل اعتدال، رواداری اور برداشت کا مسلک ہے۔ چھوٹے چھوٹے فروعی اور مسلکی اختلافات کی بنیاد پر نفرت کی تقسیم سخت مہلک ہے اور اس سے بچنا چاہیئے۔

مولانا بگوی ﷫ جیل جانے کے بعد قریباً 22 سال زندہ رہے۔ اس تمام عرصے میں درج بالا پانچ نکات ہمیشہ ان کے سامنے رہے۔ ان کے عزائم اور ان کے پروگرام ان مقاصد کے حصول کے لئے کوشاں رہے۔ عام اور دینی طلبہ کے لئے پرائمری اور ہائی سکولز، دینی طلبہ کے صابن سازی، قالین بافی اور کاروباری تربیت، نقصان اور مخالفت کے باوجود مسلک اعتدال و اتحاد کی ترویج، اولاد کے لئے دین اور دنیا کی تعلیم، ہلال احمر بھیرہ، امور مذہبیہ کمیٹی دربار میراں ﷫ صاحب، شیعہ سنی تنازع اور دیوبندی بریلوی نزاع، میونسپل کمیٹی بھیرہ کے انتخابات، جامع مسجد کا منبر اور حزب الانصار کا سٹیج۔ غرض ان کی زندگی مخلوق کی خدمت، زیردست کے لئے شفقت، دین کے لئے اتحاد و اعتدال اور فروغ تعلیم کے وقف رہی ہے۔



قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

صدق اللہ العظیم

محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر

ترجمہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن قدس سرہ

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں "خاتم النبیین" ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

كتبہ الفقیر نفیس الحسینی غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ ○ دار النفائس ○ کریم پارک، لاہور

قادیانی عقائد

ماخوذ از

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

حضرت حق تعالیٰ جل شانہ کی شانِ اقدس میں مرزا کی ہرزہ سرائی

اللہ تبارک وتعالیٰ اس جہان کے خالق ومالک، حاکم مطلق اور سبھی کچھ ہیں۔ ہر قسم کے نقص وعیب سے پاک، خاندان، کنبہ، برادری، عزیز واقارب، اولاد اور جملہ انسانی اوصاف وتعلقات سے مبرا ہیں۔ ان کی شان حمید خود ان کی نازل کردہ آخری کتاب قرآن مجید میں یہ بیان ہوئی: لیس کمثلہ شی ۔ قرآن وحدیث کے علاوہ اکابر علمائے متقدمین ومتاخرین کی کتابیں حضرت حق کی عظمت وجلالت کے موضوعات سے پُر ہیں۔ لیکن اتنا کچھ کہنے، سننے کے بعد بھی اس کی عظمت وکبریائی اور اس کی حقیقت کا ادراک انسانی فہم سے ماوراء ہے۔ حتیٰ کہ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''ہم تیری معرفت کا حق ادا نہیں کر سکے''۔

لیکن متنبی قادیاں نے جس دیدہ دلیری سے مسلمہ عقائد کا مذاق اڑایا ہے اور گلی میں گلی ڈنڈا کھیلنے والے بچوں کے باہمی ذوق کے انداز میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا ہے اور اپنی خود ساختہ نبوت کے ثبوت کے لیے اللہ تعالیٰ کے متعلق خرافات کا پلندہ گھڑا ہے، وہ مرزا کی نامرادی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ دل پر ہاتھ رکھ کر ان خرافات کو پڑھیں۔

○ ''وہ خدا جو ہمارا خدا ہے ایک کھا جانے والی آگ ہے''۔ (ملخص)

(سراج منیر ص ۵۵۔ مندرجہ روحانی خزائن (ص ۵۷ ج ۱۲)

○ ''وہ خدا جس کے قبضہ میں ذرہ ذرہ ہے اس سے انسان کہاں بھاگ سکتا ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ میں چوروں کی طرح پوشیدہ آؤں گا''۔

(تجلیات الٰہیہ ص ا۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۳۹۶ ج ۲۰)

○ ''قیوم العالمین (اللہ تعالیٰ) ایک ایسا وجود اعظم ہے جس کے لیے بے شمار ہاتھ، بے شمار پیر اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہاء عرض اور طول رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں جو صفحۂ ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں''۔

(توضیح المرام ص ۷۵۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۹۰ ج ۳)

مرزا قادیانی نے کہا کہ نبوت اور وحی کا دروازہ بند مانا جائے تو پھر لازم آئے گا کہ:

○ ''کیا کوئی عقل مند اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ اس زمانہ میں خدا سنتا تو ہے مگر بولتا

نہیں (یعنی وحی نہیں بھیجتا) پھر اس کے بعد یہ سوال ہوگا کہ بولتا کیوں نہیں کیا زبان پر کوئی مرض لاحق ہوگئی ہے''۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ ص ۱۴۴۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۳۱۲ ج ۲۱)

○ ''آوا ہن خدا تیرے (مرزا) اندر اتر آیا''۔

(کتاب البریہ ص ۷۶۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۱۰۲ ج ۱۳)

○ ''میں (مرزا) نے خواب میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں۔ میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں''۔

(آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۵۶۴ ج ۵)

○ ''انت منی بمنزلۃ اولادی۔ اے مرزا تو مجھ سے میری اولاد جیسا ہے''۔

(اربعین ۵ حاشیہ ص ۲۳۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۴۵۲ ج ۱۷)

○ ''خدا نے مجھے (مرزا) الہام کیا کہ تیرے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ کان اللہ نزل من السماء ۔ گویا خدا آسمانوں سے اتر آیا''۔

(حقیقۃ الوحی ص ۹۵۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۹۸۔۹۹)

مرزا قادیانی کا ایک مرید قاضی یار محمد اپنے ٹریکٹ نمبر ۳۴ موسومہ ''اسلامی قربانی'' میں لکھتا ہے:

○ ''حضرت مسیح موعود (مرزا) نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر طاری ہوئی گویا کہ آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا۔ سمجھنے والے کے لیے اشارہ کافی ہے''۔ (ص ۱۲)

جس سے رجولیت کی طاقت ظاہر ہو، ظاہر ہے کہ اسے حمل قرار پائے گا۔ تو اس کے متعلق مرزا قادیانی نے خود لکھا کہ:

○ ''میرا نام ابن مریم رکھا گیا اور عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں حاملہ ٹھہرایا گیا۔ آخر کئی مہینہ کے بعد جو (مدت حمل) دس مہینہ سے زیادہ نہیں مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا''۔

(کشتی نوح ص ۴۶۔۴۷۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۵۰ ج ۱۹)

○ ''خدا نکلنے کو ہے۔ انت منی بمنزلۃ بروزی ۔ تو (مرزا) مجھ (خدا) سے ایسا ہے جیسا کہ میں (خدا) ہی ظاہر ہو گیا''۔

(سرورق آخری ریویو جلد ۵، شمارہ ۳، ۱۵/ مارچ ۱۹۰۶ء کا الہام، تذکرہ ص ۶۰۴ طبع ۴)

○ ''خاطبنی اللّٰہ بقولہ اسمع یاولدی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ کہہ کر خطاب کیا کہ اے میرے بیٹے سن''۔

(البشریٰ جلد اص ۴۹)

○ ''خدا قادیان میں نازل ہوگا''۔

(البشریٰ جلد اص ۵۶)

○ ''مجھ سے میرے رب نے بیعت کی''۔

(دافع البلاء ص ۶۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۲۳۱ ج ۱۸)

○ ''سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا''۔

(دافع البلاء ص ۱۱۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۲۳۱ ج ۱۸)

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور اس کی جملہ مخلوقات میں سب سے اعلیٰ، افضل اور رب العزت کے مقرب خاص ہیں ۔

بعد از بزرگ توئی قصہ مختصر

آپؐ کے لیے کہا گیا اور سچ یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر آپ کا مقام رفیع کا بیان ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری کلام قرآن مجید میں مختلف حوالوں سے اپنے اس ''عبدِ کامل'' اور ''رسولِ خاتمؐ'' کا ذکر کیا اور اتنے پیار اور محبت سے کہ ۔

کرشمہ دامن می کشد کہ جا اینجا است

لیکن ایک مرزا غلام احمد ہے جس کے بے لگام اور گستاخ قلم سے اس انسان اعظمؐ، رسول اکرمؐ اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وہ وہ دلخراش عبارتیں نکلیں کہ الاماں والحفیظ۔

ایسی جسارت تو ابلیس اعظم علیہ ما علیہ بھی نہ کرسکا۔ اس نے بھی محض اپنی بڑائی کے اظہار کے لیے ''انا خیر منہ'' کی بات کہی۔ لیکن تیرھویں صدی کے دم آخر، انگریزی استبداد کے زیر سایہ نبوت کا ڈھونگ رچانے والے اس ابلیس مجسم نے اس امام الانبیاء کا کس طرح ذکر کیا، وہ بڑی ہی اندوہناک داستان ہے۔ افسوس کہ گوری اقلیت کے زیر سایہ یہ سب گند اچھالا جاتا رہا اور اب تک بعض بد قسمت اس مردود ازلی سے اپنی عقیدتوں کا رشتہ جوڑے بیٹھے ہیں۔ ہم اس کفر کو دل پر

پتھر رکھ کر نقل کر رہے ہیں۔ آپ بھی ان ملعون تحریرات کو دیکھ کر مرزائی اور مرزائی نوازوں کو آئینہ دکھایئے۔

○ ''مگر تم خوب توجہ کر کے سن لو کہ اب اسم محمد کی تجلی ظاہر کرنے کا وقت نہیں یعنی اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا۔ سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں۔ اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں''۔

(اربعین نمبر ۴ ص ۱۷۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۴۴۵۔۴۴۶ ج ۱۷)

○ ''یہ بات بالکل روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے''۔

(حقیقت النبوۃ ص ۲۲۸)

○ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ہزار معجزات ہیں''۔

(تحفہ گولڑویہ ص ۶۷۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۱۵۳ ج ۱۷)

○ ''میرے نشانات کی تعداد دس لاکھ ہے''۔

(براہین احمدیہ ص ۵۶۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۷۲ ج ۲۱)

○ ''نشان، معجزہ، کرامت اور خرق عادت ایک چیز ہے''۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ نصرۃ الحق ص ۵۰۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۶۳ ج ۲۱)

○ ''سوال نمبر ۱۵ ایسے موقع پر مسلمان معراج پیش کر دیتے ہیں۔ حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے فرمایا کہ معراج جس وجود سے ہوا تھا وہ یہ گنے موتنے والا وجود تو نہ تھا''۔

(ملفوظات احمدیہ جلد نہم ص ۴۵۹)

○ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ...... عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھا لیتے تھے حالانکہ مشہور تھا کہ سور کی چربی اس میں پڑتی ہے''۔

(مرزا قادیانی کا مکتوب مندرجہ الفضل القادیان ۲۲/فروری ۱۹۲۴ء)

○ ''ہر ایک نبی کو اپنی استعداد اور کام کے مطابق کمالات عطا ہوتے تھے۔ کسی کو بہت، کسی کو کم۔ مگر مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو تو تب نبوت ملی، جب اس نے نبوت محمدیہ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا اور اس قابل ہو گیا کہ ظلی نبی کہلائے۔ پس ظلی نبوت نے مسیح موعود (مرزا قادیانی)

کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریمؐ کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا"۔

(کلمۃ الفصل ص ۱۱۳ مولفہ مرزا بشیر احمد ایم۔اے)

○ "یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کرسکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے"۔ (نعوذ باللہ)

(اخبار الفضل ۱۷/ جولائی ۱۹۲۲ء)

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(اخبار بدر قادیاں ۲۵/ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

ہلال اور بدر کی نسبت

اور قادیانی ظہور کی افضلیت کو اس عنوان سے بھی بیان کیا گیا کہ مکی بعثت کے زمانہ میں اسلام ہلال کی مانند تھا۔ جس میں کوئی روشنی نہیں ہوتی اور قادیانی بعثت کے زمانہ میں اسلام بدر کامل کی طرح روشن اور منور ہو گیا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

○ "اور اسلام ہلال کی طرح شروع ہوا، اور مقدر تھا کہ انجام کار آخری زمانہ میں بدر (چودھویں کا چاند) ہو جائے، خدا تعالیٰ کے حکم سے۔ پس خدا تعالیٰ کی حکمت نے چاہا کہ اسلام اس صدی میں بدر کی شکل اختیار کرے جو شمار کے رو سے بدر کی طرح مشابہ ہوں۔ (یعنی چودھویں صدی)

(خطبہ الہامیہ ص ۱۸۴۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۲۷۵ ج ۱۶)

○ "آنحضرت کے بعثت اول میں آپ کے منکروں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا لیکن ان کی بعثت ثانی میں آپ کے منکروں کو داخل اسلام سمجھنا یہ آنحضرت کی ہتک اور آیت اللہ سے استہزاء ہے۔ حالانکہ خطبہ الہامیہ میں حضرت مسیح موعود نے آنحضرت کی بعثت اول وثانی کی باہمی نسبت کو ہلال اور بدر کی نسبت سے تعبیر فرمایا ہے"۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۳ شمارہ ۱۰۔ مورخہ ۱۵/ جولائی ۱۹۱۵ء بحوالہ قادیانی مذہب ص ۲۶۲)

بڑی فتح مبین

اور اظہار افضلیت کے لیے ایک عنوان یہ اختیار کیا گیا کہ مرزا قادیانی کے زمانہ کی فتح مبین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح مبین سے بڑھ کر ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

○ "اور ظاہر ہے کہ فتح مبین کا وقت ہمارے نبی کریم کے زمانے میں گزر گیا اور دوسری فتح باقی رہی جو کہ پہلے غلبہ سے بہت بڑی اور زیادہ ظاہر ہے۔ اور مقدر تھا کہ اس کا وقت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا وقت ہو"۔

(خطبہ الہامیہ ص ۱۹۳۔۱۹۴۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۲۸۸ ج ۱۶)

روحانی کمالات کی ابتداء اور انتہا

یہ بھی کہا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی بعثت کا زمانہ روحانی ترقیات کا پہلا قدم تھا اور قادیانی ظہور کا زمانہ روحانی ترقیات کی آخری معراج ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

○ "ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں (یعنی مکی بعثت میں) اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقیات کی انتہاء نہ تھا بلکہ اس کے کمالات کے معراج کے لیے پہلا قدم تھا۔ پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اس وقت پوری طرح سے تجلی فرمائی"۔

(خطبہ الہامیہ ص ۱۷۷۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۲۶۶ ج ۱۶)

ذہنی ارتقاء

یہ بھی کہا گیا کہ مرزا قادیانی کا ذہنی ارتقاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر تھا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

○ "حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا ذہنی ارتقاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تھا...... اور یہ جزوی فضیلت ہے جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حاصل ہے۔ نبی کریم کی ذہنی استعدادوں کا پورا ظہور بوجہ تمدن کے نقص کے نہ ہوا اور نہ قابلیت تھی۔ اب تمدن کی ترقی سے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ ان کا پورا ظہور ہوا"۔

(ریویو، مئی ۱۹۲۹ء بحوالہ قادیانی مذہب ص ۲۶۶ اشاعت نہم مطبوعہ لاہور)

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ ہے کہ وہ (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

○ ''محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی''۔

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۴۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۲۰۷ ج ۱۸)

محمد رسول اللہ کی دو بعثتیں

قادیانی عقیدے کے مطابق مرزا کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوبارہ دنیا میں آنا مقدر تھا۔ پہلی بار آپ مکہ مکرمہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں آئے اور دوسری بار قادیان میں مرزا غلام احمد قادیانی کی بروزی شکل میں آئے۔ یعنی مرزا کی بروزی شکل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت مع اپنے تمام کمالات نبوت کے دوبارہ جلوہ گر ہوئی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ:

○ ''اور جان کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے۔ (یعنی چھٹی صدی مسیحی میں) ایسا ہی مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کی بروزی صورت اختیار کر کے چھٹے ہزار (یعنی تیرھویں صدی ہجری) کے آخر میں مبعوث ہوئے''۔

(خطبہ الہامیہ ص ۱۸۰۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۲۷۰ ج ۱۶)

○ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعثت ہیں۔ یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک بروزی رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوبارہ آنا دنیا میں وعدہ دیا گیا تھا جو مسیح موعود اور مہدی معہود (مرزا قادیانی) کے ظہور سے پورا ہوا''۔

(تحفہ گولڑویہ ص ۴۹۔ مندرجہ روحانی خزائن حاشیہ ص ۲۴۹ ج ۱۷)

مرزا بعینہ محمد رسول اللہ

چونکہ قادیانی عقیدہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام کمالات کے ساتھ مرزا کی بروزی شکل میں قادیان میں دوبارہ مبعوث ہوئے ہیں۔ اس لیے مرزا قادیانی کا وجود (نعوذ باللہ) بعینہ محمد رسول اللہ کا وجود ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

○ ''اور خدا نے مجھ پر اس رسول کریم کا فیض نازل فرمایا اور اس کو کامل بنایا اور اس نبی کریم

کے لطف اور جود کو میری طرف کھینچا۔ یہاں تک کہ میرا وجود اس کا وجود ہو گیا، پس وہ جو میری جماعت میں داخل ہوا، درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا اور یہی معنی اخرین منھم کے لفظ کے بھی ہیں۔ جیسا کہ سوچنے والوں پر پوشیدہ نہیں اور جو شخص مجھ میں اور مصطفیٰ میں تفریق کرتا ہے۔ اس نے مجھ کو نہیں دیکھا ہے اور نہیں پہچانا ہے''۔

(خطبہ الہامیہ ص ۱۷۱۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۲۵۸۔۲۵۹ ج ۱۶)

○ ''اور چونکہ مشابہت تامہ کی وجہ سے مسیح موعود (مرزا قادیانی) اور نبی کریم میں کوئی دوئی باقی نہیں رہی حتیٰ کہ ان دونوں کے وجود بھی ایک وجود کا ہی حکم رکھتے ہیں، جیسا کہ خود مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ صار وجودی وجودہ۔ (یہاں تک کہ میرا وجود اس (محمد رسول اللہ) کا وجود ہو گیا)۔ (دیکھو خطبہ الہامیہ ص ۱۷۱) اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ حضرت نبی کریم نے فرمایا کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن کیا جاوے گا، جس سے یہی مراد ہے کہ وہ میں ہی ہوں، یعنی مسیح موعودؑ نبی کریمؐ سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ وہی ہے جو بروزی رنگ میں دوبارہ دنیا میں آئے گا..... تو اس صورت میں کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اتارا''۔

(کلمۃ الفصل ص ۱۰۴ مولفہ مرزا بشیر احمد۔ مندرجہ ریویو آف ریلیجنز قادیان مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء)

○ صدی چودھویں کا ہوا سر مبارک
کہ جس پر وہ بدرالدجیٰ بن کے آیا
محمد پئے چارہ سازی امت
ہے اب احمد مجتبیٰ بن کے آیا
حقیقت کھلی بعثت ثانی کی ہم پر
کہ جب مصطفیٰ میرزا بن کے آیا

(اخبار الفضل قادیان ۲۸/ مئی ۱۹۲۸ء)

○ اے مرے پیارے مری جان رسول قدنی
تیرے صدقے تیرے قربان رسول قدنی
پہلی بعثت میں محمد ہے تو اب احمد ہے
تجھ پہ پھر اترا ہے قرآن رسول قدنی

(اخبار الفضل قادیان ۱۶/ اکتوبر ۱۹۲۲ء)

محمدؐ رسول اللہ کے تمام کمالات مرزا قادیانی میں

جب یہ عقیدہ ٹھہرا کہ مرزا کا وجود بعینہ محمد رسول اللہ کا وجود ہے اور یہ کہ مرزا کا روپ دھار کر خود محمد رسول اللہ ہی دوبارہ قادیاں میں آئے ہیں تو یہ عقیدہ بھی ضروری ہوا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات وامتیازات بھی مرزا کی طرف منتقل ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

○ ”جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدیؐ مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا“؟

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۰۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۲۱۲ ج ۱۸)

○ ”خدا تعالیٰ کے نزدیک حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا وجود خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود ہے یعنی خدا کے دفتر میں حضرت مسیح موعود اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں کوئی دوئی یا مغائرت نہیں رکھتے بلکہ ایک ہی شان، ایک ہی مرتبہ اور ایک ہی منصب اور ایک ہی نام رکھتے ہیں گویا لفظوں میں باوجود دو ہونے کے ایک ہی ہیں“۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۳ شمارہ ۳۷ مورخہ ۶/ستمبر ۱۹۱۵ء، بحوالہ قادیانی مذہب ص ۲۰۷ ایڈیشن نہم لاہور)

○ ”گزشتہ مضمون مندرجہ الفضل مورخہ ۱۶/ستمبر ۱۹۱۵ء میں، میں نے بفضل الٰہی اس بات کو پایہ ثبوت تک پہنچایا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) باعتبار نام، کام، آمد، مقام، مرتبہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود ہیں۔ یا یوں کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ (دنیا کے) پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے تھے، ایسا ہی اس وقت جمیع کمالات کے ساتھ مسیح موعود کی بروزی صورت میں مبعوث ہوئے ہیں“۔

(الفضل مورخہ ۲۸/اکتوبر ۱۹۱۵ء، بحوالہ قادیانی مذہب ص ۲۰۹ ایڈیشن نہم لاہور)

مرزا خاتم النبیین

جب قادیانی عقیدہ کے مطابق محمد رسول اللہ کی قادیانی بعثت، جو مرزا قادیانی کی بروزی شکل میں ہوئی، بعینہ محمد رسول اللہ کی بعثت ہے تو مرزا قادیانی بروزی طور پر خاتم النبیین بھی ہوا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

○ ”میں بار بار بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت وآخرین منہم لم یلحقوا بہم۔ بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قرار دیا ہے“۔

(ایک غلطی کا ازالہ۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۲۱۲ ج ۱۸)

○ ”مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا، میں خدا کی سب راہوں سے آخری راہ ہوں۔ اور میں اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے“۔

(کشتی نوح ص ۵۶۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۶۱ ج ۱۹)

مرزا افضل الرسل

○ ”آسمان سے کئی تخت اترے مگر تیرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا“۔

(مرزا کا الہام۔ مندرجہ تذکرہ طبع چہارم ص ۶۴۳)

○ ”کمالات متفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے تھے۔ وہ سب حضرت رسول کریم میں ان سے بڑھ کر موجود تھے اور وہ سارے کمالات حضرت رسول کریم سے ظلی طور پر ہم کو عطا کیے گئے اور اسی لیے ہمارا نام آدم، ابراہیم، موسیٰ، نوح، داؤد، یوسف، سلیمان، یحییٰ، عیسیٰ وغیرہ ہے ...... پہلے تمام انبیاء ظل تھے۔ نبی کریم کی خاص خاص صفات میں اور اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریمؐ کے ظل ہیں“۔

(ملفوظات جلد سوم ۲۷۰)

فخر اولین وآخرین

روزنامہ الفضل قادیان مسلمانوں کو للکارتے ہوئے کہتا ہے:

○ ”اے مسلمان کہلانے والو! اگر تم واقعی اسلام کا بول بالا چاہتے ہو اور باقی دنیا کو اپنی طرف بلاتے ہو تو پہلے خود سچے اسلام کی طرف آجاؤ (یعنی مسلمانوں کا اسلام جھوٹا ہے نعوذ باللہ۔ ناقل) جو مسیح موعود (مرزا قادیانی) میں ہو کر ملتا ہے۔ اسی کے طفیل آج تقویٰ کی راہیں کھلتی ہیں۔ اسی کی پیروی سے انسان فلاح ونجات کی منزل مقصود پر پہنچ سکتا ہے۔ وہ وہی فخر اولین وآخرین ہے جو آج سے

تیرہ سو برس پہلے رحمۃ للعالمین بن کر آیا تھا"۔

(الفضل قادیان ۱۶ ستمبر ۱۹۱۷ء، بحوالہ قادیانی مذہب ص ۲۱۱۔۲۱۲ طبع نہم، لاہور)

پہلے محمد رسول اللہ سے بڑھ کر

اسی پر اکتفا نہیں، بلکہ قادیانی عقیدہ میں محمد رسول اللہ کا قادیانی ظہور (جو مرزا قادیانی کے روپ میں ہوا ہے) مکی ظہور سے اعلیٰ و افضل ہے۔ ملاحظہ ہو:

○ "اور جس نے اس بات سے انکار کیا کہ نبی علیہ السلام کی بعثت چھٹے ہزار سے تعلق رکھتی ہے۔ جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی تھی۔ پس اس نے حق کا اور نص قرآن کا انکار کیا۔ بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی ان دنوں میں بہ نسبت ان سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے۔ بلکہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے"۔

(خطبہ الہامیہ ص ۱۸۱۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۲۷۱۔۲۷۲ ج ۱۶)

○ "اس (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے چاند کا کسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند و سورج دونوں کا"۔

(اعجاز احمدی ص ۷۱۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۱۸۳ ج ۱۹)

خیال زاغ کو بلبل سے برتری کا ہے
غلام زادے کو دعویٰ پیمبری کا ہے

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام

اللہ تعالیٰ کے رنگا رنگ مخلوقات میں انسان سب سے اعلیٰ و اشرف ہے۔ جسے اشرف المخلوقات ہونے کا شرف حاصل ہے۔ گروہ انسانیت میں وہ سعادت مند پھر بڑی عظمتوں کے حامل ہیں جنہیں وحی ربانی کی تسلیم و اطاعت کا شرف حاصل ہوا اور اس گروہ مسلمین میں سے لاتعداد عظمتوں کے امین و حامل وہ ہیں جنہیں نبوت و رسالت کا تاج پہنایا گیا۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی سب سے بڑی امانت کا امین قرار دیا اور سب سے بڑی نعمت سے نوازا۔ یہ گروہ پاک باز انسان ہو کر بھی اتنا عظیم المرتبت ہے کہ معصومیت ان کے لوازم میں سے ہے۔ وہ معصوم اور اللہ تعالیٰ کی اس حفاظت میں ہوتے ہیں کہ گناہ ان کے گھر کا رخ نہیں کر سکتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی وحی کے حامل

اور اس کے مبلغ ہوتے ہیں۔ اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر اس کی تبلیغ کرتے اور اف تک نہیں کرتے چاہے اس راستہ میں ان کا جسم آرے سے چیرا جائے۔

لیکن قادیان کے اس شیطان مجسم نے اس گروہ پاک باز کو جس طرح یاد کیا۔ ان کی توہین کی اور اپنے ناپاک وجود کو ان سے برتر قرار دیا وہ اس دھرتی کا سب سے گھناؤنا کاروبار ہے۔ ان شیطنت آمیز تحریرات کی نقل و مطالعہ کسی شریف انسان کے بس کا روگ نہیں۔ لیکن ضرورت و مجبوری سے انہیں نقل کیا جا رہا ہے:

○ "یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں پر بباعث ان کے کسی پوشیدہ گناہ کے یہ ابتلاء آیا کہ جن راہوں سے وہ اپنے موعود نبیوں کا انتظار کرتے رہے، ان راہوں سے وہ نبی نہیں آئے بلکہ چور کی طرح اور راہ سے آ گئے"۔

(حاشیہ نزول المسیح ص ۳۵۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۴۱۳ ج ۱۸ حاشیہ)

○ "میں اس بات کا خود قائل ہوں کہ دنیا میں کوئی ایسا نبی نہیں آیا، جس نے کبھی اجتہاد میں غلطی نہیں کی"۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۵۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۴۱۳ ج ۲۲)

○ زندہ شد ہر نبی بآمدنم
ہر رسولے نہاں بہ پیرہنم

ترجمہ: "زندہ ہوا ہر نبی میری آمد سے۔ تمام رسول میرے کرتہ میں چھپے ہوئے ہیں"۔

(نزول مسیح ص ۱۰۰۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۴۷۸ ج ۱۸)

○ "اس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے شاگردوں میں علاوہ بہت سے محدثوں کے ایک (مرزا) نے نبوت کا بھی درجہ پایا اور نہ صرف یہ کہ نبی بنا بلکہ...... بعض اولوالعزم نبیوں سے بھی آگے نکل گیا"۔

(حقیقۃ النبوۃ ص ۲۵۷ از مرزا محمود)

○ "حضرت مسیح موعود (مرزا) جو بلحاظ مدارج کئی نبیوں سے بھی افضل ہیں...... ایسے مقام پر پہنچے کہ نبیوں کو اس مقام پر رشک ہے"۔

(خطبہ عید۔ مرزا محمود۔ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۰ شمارہ ۹۳ مورخہ ۵/ فروری ۱۹۳۳ء)

○ "آپ (مرزا) کا درجہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا باقی تمام انبیاء سے بلند ہے"۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۲۰ شمارہ نمبر ۱۴۵ مورخہ ۶/ جون ۱۹۳۳ء)

○ ''جس (مرزا) کے وجود میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی شان جلوہ گر تھی''۔

(الفضل قادیان جلد ۲ نمبر ۱۴۶ مورخہ ۳۰/مئی ۱۹۱۵ء)

○ ''آدم ثانی حضرت مسیح موعود (مرزا) جو آدم اول سے شان میں بڑھا ہوا تھا۔ اس کے لیے کیوں یہ نہ کہا جاتا کہ آگ تمہاری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے''۔

(ملائکتہ اللہ ص ۵۶ تقریر مرزا محمود)

○ ''اور خدا تعالیٰ میرے لیے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح (علیہ السلام) کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے''۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۷۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۵۷۵ ج ۲۲)

○ ''پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز (مرزا) اسرائیلی یوسف (علیہ السلام) سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچایا گیا۔ مگر یوسف بن یعقوب (علیہما السلام) قید میں ڈالا گیا''۔

(براہین احمدیہ پنجم ص ۷۶۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۹۹ ج ۲۱)

○ ''حدیث میں تو ہے کہ اگر موسیٰ وعیسیٰ (علیہما السلام) زندہ ہوتے۔ (حدیث میں صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے) تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اتباع کے بغیر ان کو چارہ نہ ہوتا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ مسیح موعود (مرزا) کے وقت میں بھی موسیٰ وعیسیٰ ہوتے تو مسیح موعود (مرزا) کی ضرور اتباع کرنی پڑتی''۔

(مکتوب مرزا محمود اخبار الفضل قادیان ج ۳ نمبر ۹۸ مورخہ ۱۸/ مارچ ۱۹۱۶ء)

○ ''حضرت مسیح موعود (مرزا) کی اتباع میں، میں بھی کہتا ہوں کہ مخالف لاکھ چلائیں کہ فلاں بات سے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی ہتک ہوتی ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت قائم کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) یا کسی اور کی ہتک ہوتی ہے تو ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہوگی''۔

(تقریر مرزا محمود۔ در لائل پور مندرجہ الفضل ج ۲۱ نمبر ۱۳۸ مورخہ ۲۰/مئی ۱۹۳۴ء)

○

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفان نہ کمترم زکسے

ترجمہ: ''اگرچہ دنیا میں بہت سارے نبی ہوئے ہیں۔ لیکن عمل وعرفان میں، میں کسی سے کم

نہیں ہوں''۔

(نزول المسیح ص ۱۰۰۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۴۷۷ ج ۱۸)

○ ''خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کیے ہیں۔ میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا میں مظہر اتم ہوں۔ یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں''۔

(حاشیہ حقیقۃ الوحی ص ۷۲۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۷۶ ج ۲۲ حاشیہ)

حضرت مسیح علیہ السلام

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام میں سے سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنی بعض خصوصیات کے پیش نظر امتیازی مقام کے حامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے بن باپ پیدا ہونا، ایک خاص موقع پر زندہ آسمان پر اٹھایا جانا اور قرب قیامت میں دوبارہ دنیا میں واپسی۔ ایسی امتیازی خصوصیات ہیں جن میں ان کا کوئی دوسرا سہیم وشریک نہیں۔

دنیا کی سب سے بڑی مغضوب ومردود قوم یہود نے سب سے بڑھ کر سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور ان کی پاک دامن وعفت ماب والدہ محترمہ سیدتنا مریم صدیقہ طاہرہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا رضوانہ، پر طرح طرح کے الزامات لگائے ......انہیں اذیت پہنچائی۔ سیدنا مسیحؑ کے قتل کے منصوبے بنائے اور تکلیف واذیت کے حوالہ سے جو ہوسکا انہوں نے کیا۔

صدیوں بعد اس روایت کو قادیانی دہقان مرزا غلام احمد نے دہرایا اور اپنی گستاخ وبے لگام قلم سے سیدنا مسیح علیہ السلام اور ان کی عظیم المرتبت والدہ کے خلاف وہ وہ بہتان طرازیاں کیں کہ یہود کی روح بھی شاید شرما اٹھی ہو۔

یہ بدزبانی اور دوں نہادی جس کا رویہ ہو اسے شریف انسان کہنا بھی مشکل ہے۔ آئیں دیکھیں کہ اس حوالہ سے کہ اس بدزبان نے کیا لکھا ہے؟

○ ''وہ (مسیح ابن مریم) ہر طرح عاجز ہی عاجز تھا۔ مخرج معلوم کی راہ سے جو پلیدی اور ناپاکی کا مبرز ہے، تولد پاکر مدت تک بھوک اور پیاس اور درد اور بیماری کا دکھ اٹھاتا رہا''۔

(براہین احمدیہ ص ۳۲۹۔ مندرجہ روحانی خزائن حاشیہ ص ۴۴۱-۴۴۲ ج ۱)

○ ''آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا''۔

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۷۔ مندرجہ روحانی خزائن حاشیہ ص ۲۹۱ ج ۱۱)

○ ''مسیح (علیہ السلام) کا چال چلن کیا تھا؟ ایک کھاؤ، پیو، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار، متکبر، خود بین، خدائی کا دعویٰ کرنے والا''۔

(مکتوبات احمدیہ ص ۲۱ تا ۲۴ جلد ۳)

○ ''یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے''۔

(کشتی نوح حاشیہ ص ۷۵۔ مندرجہ روحانی خزائن حاشیہ ص ۷۱ ج ۱۹)

''ایک دفعہ مجھے ایک دوست نے یہ صلاح دی کہ ذیابیطس کے لیے افیون مفید ہوتی ہے۔ پس علاج کی غرض سے مضائقہ نہیں کہ افیون شروع کر دی جائے۔ میں نے جواب دیا کہ یہ آپ نے بڑی مہربانی کی کہ ہمدردی فرمائی لیکن اگر میں ذیابیطس کے لیے افیون کھانے کی عادت کرلوں تو میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شرابی تھا اور دوسرا افیونی''۔

(نسیم دعوت ص ۶۹۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۴۳۴۔۴۳۵ ج ۱۹)

○ ''یسوع اس لیے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی، کبابی ہے اور خراب چال چلن نہ خدائی کے بعد، بلکہ ابتداء ہی سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ خدائی کا دعویٰ شراب خوری کا ایک بدنتیجہ ہے''۔

(ست بچن حاشیہ ص ۱۷۲۔ مندرجہ روحانی خزائن حاشیہ ص ۲۹۶ ج ۱۰)

○ ''آپ (یسوع مسیح) کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگادے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے''۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۷ حاشیہ۔ مندرجہ روحانی خزائن حاشیہ ص ۲۹۱ ج ۱۱)

○ ''لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانے میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ

کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا۔ مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے''۔

(مقدمہ دافع البلاء ص ۴۔ مندرجہ روحانی خزائن حاشیہ ص ۲۲۰ ج ۱۸)

○ ''میرے نزدیک مسیح شراب سے پرہیز رکھنے والا نہیں تھا''۔

(ریویوج ۱۲۴۔ ۱۹۰۲ء)

○ ''یہ بھی یاد رہے کہ آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی''۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۔ مندرجہ روحانی خزائن حاشیہ ص ۲۸۹ ج ۱۱)

○ ''عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا''۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۶۔ مندرجہ روحانی خزائن حاشیہ ص ۲۹۰ ج ۱۱)

○ ''مسیح کے معجزات اور پیش گوئیوں پر جس قدر اعتراضات اور شکوک پیدا ہوتے ہیں، میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں۔ کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا؟ اور پیشگوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ ابتر ہے''۔

(ازالہ اوہام ص ۶۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۱۰۶ ج ۳)

○ ''ممکن ہے آپ (یسوع مسیح) نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کور وغیرہ کو اچھا کیا ہو یا کسی اور ایسی بیماری کا علاج کیا ہو۔ مگر آپ کی بدقسمتی سے اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہوسکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو تو وہ معجزہ آپ کا نہیں تھا بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے اور آپ کے ہاتھ میں سوا مکر اور فریب کے اور کچھ نہیں تھا''۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۷ حاشیہ۔ مندرجہ روحانی خزائن حاشیہ ص ۲۹۱ ج ۱۱)

○ ''خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت

بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا"۔

(دافع البلاء ص ۱۳۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۲۳۳ ج ۱۸)

○ "خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے، مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا۔ اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز نہ دکھلا سکتا"۔

(حقیقۃ الوحی ص ۱۴۸۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۱۵۲ ج ۲۲)

○ "پھر جب خدا نے اور اس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانے کے مسیح کو اس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے تو پھر یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ کیوں تم مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں افضل قرار دیتے ہو"۔

(حقیقۃ الوحی ص ۱۵۵۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۱۵۹ ج ۲۲)

○ "اور (اسلام) نہ عیسائی مذہب کی طرح یہ سکھلاتا ہے کہ خدا نے انسان کی طرح ایک عورت کے پیٹ سے جنم لیا اور نہ صرف نو مہینہ تک خون حیض میں کھا کر ایک گنہگار جسم سے جو بنت سبع اور تمر اور راحاب جیسی حرامکار عورتوں کے خمیر سے اپنی فطرت میں انبیت کا حصہ رکھتا تھا۔ خون اور ہڈی اور گوشت کو حاصل کیا بلکہ بچپن کے زمانہ میں جو جو بیماریوں کی صعوبتیں ہیں۔ جیسے خسرہ، چیچک، دانتوں کی تکالیف وغیرہ تکلیفیں وہ سب اٹھائیں اور بہت سا حصہ عمر کا معمولی انسانوں کی طرح کھو کر آخر موت کے قریب پہنچ کر خدائی یاد آ گئی...... وجہ یہ کہ وہ (خدا تعالیٰ) پہلے ہی اپنے فعل اور قول میں ظاہر کر چکا ہے کہ وہ ازلی، ابدی اور غیر فانی ہے اور موت اس پر جائز نہیں۔ ایسا ہی یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ کسی عورت کے رحم میں داخل ہوتا ہے اور خون حیض کھاتا اور قریباً نو ماہ پورے کر کے سیر ڈیڑھ سیر کے وزن پر عورتوں کی پیشاب گاہ سے روتا چلاتا پیدا ہو جاتا ہے اور پھر روٹی کھاتا اور پاخانہ جاتا اور پیشاب کرتا اور تمام دکھ اس فانی زندگی کے اٹھاتا ہے اور آخر چند ساعت جان کندنی کا عذاب اٹھا کر اس جہان فانی سے رخصت ہو جاتا ہے"۔

(ست بچن ص ۱۷۳-۱۷۴۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۲۹۷-۲۹۸ ج ۱۰)

○ "مردی اور رجولیت انسان کی صفات محمودہ میں سے ہیں۔ ہیجڑہ ہونا کوئی اچھی صفت نہیں جیسے بہرہ اور گونگا ہونا کسی خوبی میں داخل نہیں۔ ہاں یہ اعتراض بہت بڑا ہے کہ حضرت مسیح علیہ

السلام مردانہ صفات کی اعلیٰ ترین صفت سے بے نصیب محض ہونے کے باعث ازواج سے سچی اور کامل حسن معاشرت کا کوئی عملی نمونہ نہ دے سکے"۔

(نور القرآن حصہ دوم ص ۱۱۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۳۹۲-۳۹۳ ج ۹)

○ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص ۲۰۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۲۴۰ ج ۱۸)

اسلام اور مرزا قادیانی

اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری، سچا اور سدا بہار دین ہے جس کی تکمیل و اتمام کا اعلان خود اللہ رب العزت نے اپنی آخری وحی میں حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا۔ ساتھ ہی قرآن عزیز میں خالق کائنات نے واضح کیا کہ اس اسلام سے روگردانی کر کے دوسرے طریقے اور دھرم کے رسیا لوگوں کے لیے ذلت و نقصان کے سوا کچھ نہیں۔

لیکن قادیان کی گنجی کلپچری کو دیکھیں اور اس کے گلے بندھنوں کو دیکھیں کہ وہ کس دیدہ دلیری اور ڈھٹائی و بے حیائی سے اسلام کی نفی کرتا ہے۔ محض اس لیے کہ اصل اسلام میں ان کا حصہ نہیں اور دوسری طرف وہ اپنے لایعنی، لغو اور بیہودہ طریق اور خرافات کو اسلام قرار دیتا ہے۔ اسلام کی سچی، صحیح اور سدا بہار تصویر کے علی الرغم مرزا کی خرافات سے بھرپور تحریرات کا ایک عکس:

اسلام وہی جو مرزا کہے، مسلمان وہی جو مرزا کو مانے

○ "جس اسلام میں آپ (مرزا) پر ایمان لانے کی شرط نہ ہو اور آپ (مرزا) کے سلسلہ کا ذکر نہیں۔ اسے آپ (مرزا) اسلام ہی نہیں سمجھتے"۔

(اخبار الفضل قادیان ج ۲ نمبر ۸۵ مورخہ ۳۱/ دسمبر ۱۹۱۴ء)

○ "پس اس اسلام کی تبلیغ کرو جو مسیح موعود (مرزا) لایا"۔

(منصب خلافت ص ۲۰ مرزا محمود)

○ "تجویز آئی کہ ایسا رسالہ شائع کریں جس میں مرزا کا نام نہ ہو۔ مگر حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے اس تجویز کو اس بناء پر رد کر دیا کہ مجھ کو چھوڑ کر کیا مردہ اسلام پیش کرو گے"۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۱۶ شمارہ ۳۲ مورخہ ۱۹/ اکتوبر ۱۹۲۸ء)

○ ''پس جس طرح حضرت موسیٰ کے وقت میں موسیٰ (علیہ السلام) کی آواز اسلام کی آواز تھی اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے وقت میں عیسیٰ کی اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز اسلام کا صور تھا۔ اسی طرح آج قادیان سے بلند ہونے والی آواز اسلام کی آواز ہے''۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۷ شمارہ ۹ مورخہ ۲۷/مئی ۱۹۲۰ء)

○ ''(مسلمان) خدا کے نزدیک مسلمان نہیں ہیں بلکہ ضرورت ہے کہ ان کو پھر نئے سرے سے مسلمان کیا جاوے''۔

(کلمۃ الفصل ص ۱۴۳ از بشیر احمد ایم اے)

○ ''حضرت (مرزا) نے علماء مشائخ ہند کو جو خط لکھا اس میں سلام مسنون بسم اللہ وغیرہ نہیں لکھی کیونکہ وہ مسلمان نہ تھے اور آپ (مرزا) ان کو مسلمان نہ سمجھتے تھے بلکہ کافر قرار دیتے تھے''۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۸ شمارہ ۴ مورخہ ۲۲/ جولائی ۱۹۲۰ء)

○ ''مسیح موعود (مرزا) کے منکروں کو مسلمان کہنے کا عقیدہ ایک خبیث عقیدہ ہے جو ایسا عقیدہ رکھے اس کے لیے رحمت الٰہی کا دروازہ بند ہے''۔

(کلمۃ الفصل ص ۱۲۵)

حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان

حضرات انبیاء علیہم السلام جیسے پاک باز و پاک طینت گروہ کے بعد اس دھرتی پر انسانی آبادی میں جو طبقہ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا مورد بنا وہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ہے۔ قرآن عزیز اس گروہ پاک باز کو ''اللہ کی جماعت'' قرار دیتا ہے۔ ایسی جماعت کہ کامیابی اس کا مقدر ہے اور وہ ہر حال میں کامیاب ہو کر رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت راشدہ صادقہ کو اپنی رضا کے سرٹیفکیٹ سے نوازا اور حضور نبی مکرم، رسول رحمت، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جماعت راشدہ کو آسمان ہدایت کے ستارے قرار دیا اور فرمایا: ''خبردار ان کو اذیت پہنچانا مجھے اذیت پہنچانا ہے اور مجھے اذیت پہنچانا اللہ رب العزت کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے''۔

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گروہ صفا پر طعن و تشنیع کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت کا مستحق قرار دیا۔ لیکن اس دنیا میں ایسے بدبختوں

اور نامرادوں کی کمی نہیں جو درسگاہ نبوت کے ان تربیت یافتہ رجال کار کے خلاف اپنی گز بھر لمبی زبانیں کھولتے ہیں۔ ایسے ہی نامرادوں میں ایک غلام احمد قادیانی ہے جس کی سوقیانہ زبان اور بدبختی کے چند نمونے پیش نظر ہیں:

○ ''جیسا کہ ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا''۔

(اعجاز احمدی ص ۱۸۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۱۲۷ ج ۱۹)

○ ''بعض کم تدبر کرنے والے صحابی جن کی درایت اچھی نہیں تھی، جیسے ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)''۔

(حقیقۃ الوحی ص ۳۴۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۳۶ ج ۲۲)

○ ''اکثر باتوں میں ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بوجہ اپنی سادگی اور کمی درایت کے ایسے دھوکہ میں پڑ جایا کرتا تھا۔ ایسے الٹے معنی کرتا تھا جس سے سننے والے کو ہنسی آتی تھی''۔

(حقیقۃ الوحی ۳۴۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۳۶ جلد ۲۲)

○ ''جو شخص قرآن پر ایمان لاتا ہے اس کو چاہیے کہ ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قول کو ایک ردی متاع کی طرح پھینک دے''۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص ۴۱۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۴۱۰ ج ۲۱)

○ ''بعض نادان صحابی (رضوان اللہ علیہم اجمعین) جن کو درایت سے کچھ حصہ نہ تھا''۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص ۲۸۵۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۲۸۵ جلد ۲۱)

○ ''پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو۔ اب نئی خلافت لو۔ ایک زندہ علی تم میں موجود ہے۔ اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تلاش کرتے ہو''۔

(ملفوظات احمدیہ ج ۲ ص ۱۴۲)

○ ''میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے درجہ پر ہے تو انہوں جواب دیا کہ ابوبکرؓ کیا وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے''۔

(مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۷۸)

○ ''ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہم) کیا تھے وہ تو حضرت غلام احمد کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے بھی لائق نہ تھے''۔

(ماہنامہ المہدی بابت جنوری۔ فروری ۱۹۱۵ء۔ ۲/۳ ص ۱۵۷ احمدیہ انجمن اشاعت لاہور)

○ "جو میری جماعت میں داخل ہوا در حقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا"۔

(خطبہ الہامیہ ص ۱۷۱۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۲۵۸۔۲۵۹ ج ۱۶)

○ "اور انہوں نے کہا کہ اس شخص (مرزا قادیانی) نے امام حسن اور امام حسین سے اپنے تئیں اچھا سمجھا۔ میں کہتا ہوں کہ ہاں"۔

(اعجاز احمدی ص ۵۲۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۱۶۴ ج ۱۹)

○ "میں (مرزا) خدا کا کشتہ ہوں لیکن تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے"۔

(اعجاز احمدی ص ۸۱۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۱۹۳ ج ۱۹)

○ "اے عیسائی مشنریو اب ابن المسیح مت کہو اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔ اے قوم شیعہ تو اس پر اصرار مت کر کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک (مرزا) ہے جو اس حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بڑھا ہوا ہے"۔

(دافع البلاء ص ۱۳۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۲۳۳ ج ۱۸)

○ کربلائیست سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

(نزول المسیح ص ۹۹۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۴۷۷ ج ۱۸)

○ "تم نے خدا کے جلال و مجد کو بھلا دیا تمہارا ورد صرف حسین ہے۔ کیا تو انکار کرتا ہے۔ پس یہ اسلام پر ایک مصیبت ہے۔ کستوری کی خوشبو کے پاس گوہ (ذکر حسینؓ) کا ڈھیر ہے"۔

(اعجاز احمدی ص ۸۲۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۱۹۴ ج ۱۹)

○ "حضرت فاطمہؓ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس سے ہوں"۔

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۱ حاشیہ۔ مندرجہ روحانی خزائن حاشیہ ص ۲۱۳ ج ۱۸)

○ میری اولاد سب تیری عطا ہے
ہر ایک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہیں
یہی ہیں پنج تن جن پر بنا ہے

(درثمین اردو ص ۴۵ مجموعہ کلام مرزا)

○ "حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے فرمایا:

کربلائیست سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

کہ میرے گریبان میں سو حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ لوگ اس کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے فرمایا ہے کہ میں سو حسین کے برابر ہوں۔ لیکن میں (مرزا محمود) کہتا ہوں۔ اس سے بڑھ کر اس کا مفہوم یہ ہے کہ سو حسین کی قربانی کے برابر میری ہر گھڑی کی قربانی ہے"۔

(خطبہ مرزا محمود مندرجہ الفضل ج ۱۳، شمارہ ۸۰۔ ۲۶/ جنوری ۱۹۲۶)

○ "ہاں وہ محمدؐ کا اکلوتا بیٹا (مرزا) جس کے زمانہ پر رسولوں نے ناز کیا"۔

(کلمۃ الفضل مرزا بشیر احمد ایم اے۔ ص ۱۰۱)

○ "میری (مرزا قادیانی) کی اولاد شعائر اللہ میں داخل ہے"۔

(الفضل قادیان جلد ۱۱ نمبر ۵۳۔ ۸/ جنوری ۱۹۲۶ء)

○ "عزیز امۃ الحفیظ (مرزا قادیانی کی لڑکی) سارے انبیاء کی بیٹی ہے"۔

(الفضل قادیان جلد ۲ نمبر ۱۵۶، مورخہ ۱۷/ جون ۱۹۱۵ء)

○ "مرزا قادیانی کی گھر والی ام المومنین ہے"۔

(سیرۃ المہدی)

قرآن وسنت

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے جہاں سلسلہ نبوت قائم فرمایا اور اس کا اختتام حضرت محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کر دیا۔ وہاں مختلف اوقات میں کتابیں بھی نازل فرمائیں۔ اس سلسلہ کتب کی آخری کڑی قرآن مجید فرقان حمید ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں کے لیے رحمت، ہدایت اور شفاء ہے۔

جس کی حفاظت وصیانت کا وعدہ خود حضرت حق جل مجدہ نے کیا جس کی آیات کے سامنے بڑے بڑے زبان آور دم بخود رہ گئے اور اس کی ایک آیت کا مقابلہ کرنے کی تاب نہ لا سکے۔

یہ عظیم کتاب صدیوں سے اپنی عظمت کا لوہا منوا رہی ہے۔ مرزا کی سرپرست برطانوی

سرکار نے اسے مٹانے کی عجیب احمقانہ تدابیر کیں لیکن منہ کی کھائی۔

"عربی مبین" میں نازل ہونے والی اس کتاب کے بالمقابل قادیانی گنوار نے وحی والہام کا جس طرح ڈھونگ رچایا اور اسے قرآن سے برتر و بالا قرار دیا اور جابجا فخریہ اس کا اظہار کیا وہ ایسی ناروا جسارت ہے جس پر آسمان ٹوٹ پڑے اور زمین پھٹ جائے تو عجب نہیں۔

قرآن کے مقابل خرافاتی الہام کے لیے مرزا کی تحریرات دیکھیں اور سوچیں کہ آیا یہ شخص صحیح الدماغ تھا یا اس کا ذہنی توازن خراب تھا؟

○ آنچہ من بشنوم ز وحی خدا
بخدا پاک دانمش زخطاء
ہمچوں قرآن منزاش دانم
از خطاہا ہمینست ایمانم
بخدا ہست ایں کلام مجید
از دہان خدائے پاک وحید

ترجمہ: "جو کچھ میں اللہ کی وحی سے سنتا ہوں۔ خدا کی قسم اسے ہر قسم کی خطا سے پاک سمجھتا ہوں۔ قرآن کی طرح میری وحی خطاؤں سے پاک ہے۔ یہ میرا ایمان ہے۔ خدا کی قسم یہ کلام مجید ہے، خدائے پاک وحدہ کے منہ سے"۔

(نزول المسیح ص ۹۹۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۴۷۷ ج ۱۸)

مرزا نے اپنا الہام لکھا کہ:

○ "ما انا الا کالقران"۔

ترجمہ: "قرآن خدا کی کتاب اور میرے (مرزا) منہ کی باتیں ہیں"۔

(تذکرہ ص ۶۷۴ طبع چہارم)

○ "میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل کی ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں"۔

(اعجاز احمدی ص ۳۱۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۱۴۰ ج ۱۹)

○ "پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں اور قرآن عظیم سخت

زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے"۔ (مفہوم)

(ازالہ اوہام ص ۸ حاشیہ۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۱۰۹ ج ۳)

○ "میں قرآن کی غلطیاں نکالنے آیا ہوں جو تفسیروں کی وجہ سے واقع ہو گئی ہیں"۔ (مفہوم)

(ازالہ اوہام ص ۲۸۸۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۴۸۲ ج ۳)

○ "قرآن زمین پر سے اٹھ گیا تھا میں قرآن کو آسمان پر سے لایا ہوں"۔ (مفہوم)

(ازالہ اوہام ص ۲۹۷۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۴۵۵۔۴۵۶ ج ۳)

○ "میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے اوپر نازل ہوتا ہے خدا کا کلام یقین کرتا ہوں"۔

(حقیقۃ الوحی ص ۲۱۱۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۲۲۰ ج ۲۲)

○ یہی وجہ ہے کہ مرزا پر خود ساختہ نازل ہونیوالی وحی کے مجموعہ کا نام "تذکرہ" رکھا حالانکہ قرآن مجید کا ایک نام "تذکرہ" بھی ہے۔ کلا انہا تذکرۃ۔

"یہ بھی مدت سے الہام ہو چکا ہے کہ انا انزلناہ قریبا من القادیان میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے"۔

(ازالہ اوہام ص ۷۵۔ مندرجہ روحانی خزائن حاشیہ ص ۱۴۰ ج ۳)

حرمین شریفین زادھما اللہ شرفا وتعظیما

امت مسلمہ اس حقیقت کو بہ دل و جان تسلیم کرتی ہے کہ حرمین شریفین (مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ) زادھما اللہ شرفا وتعظیما۔ کائنات ارضی کے سب سے محترم، مبارک اور مقدس قطعات ہیں۔

رب العزت کی تجلیات کا مرکز ارض حرم ہے تو اس کی رحمتوں کے نزول کی جگہ ارض مدینہ جہاں کائنات کا سب سے عظیم انسان محو استراحت ہے۔

حج بیت اللہ، اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ایک ہے جو عشق و جنون کا سفر ہے اور جس میں حضرت حق کے بندے اپنی نیازمندی کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہیں۔

محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے امتیوں کے لیے ارض مدینہ کی زیارت بھی گویا اس

مبارک سفر کا ایک حصہ ہے۔

لیکن دیکھیں کہ مرزا جیسے شاطر، فریبی اور دولت انگلشیہ کے ایجنٹ نے کس طرح ان پاک شہروں کی توہین کی۔ اپنی جنم بھومی قادیان کا ان سے کس طرح جوڑ جوڑا بلکہ اسے قرآن میں مندرجہ قرار دے کر اسے مکہ و مدینہ سے بھی بہتر و افضل قرار دیا اور قادیان ہی کی زیارت کو حج سے تعبیر کر کے بیت اللہ اور مناسک حج کی توہین کی۔

آسماں راحق بود گر خوں یار و برزمیں

○ ''حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اس کے متعلق بڑا زور دیا ہے کہ جو بار بار یہاں نہ آئے گا مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائے گا۔ تم ڈرو کہ تم سے نہ کوئی کاٹا جائے پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا۔ آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے۔ کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں''؟

(مرزا محمود۔ مندرجہ حقیقت الرؤیا ص ۴۶)

○ زمین قادیاں اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

(درثمین اردو کلام مرزا ص ۵۲)

○ ''مقام قادیان وہ مقام ہے جس کو خدا تعالیٰ نے تمام دنیا کے لیے ناف کے طور پر فرمایا (حالانکہ یہ مکہ مکرمہ بیت اللہ شریف کے لیے ہے۔ ناقل) اور اس کو تمام جہانوں کے لیے ام قرار دیا ہے''۔

(خطبہ مرزا محمود۔ الفضل قادیان ۳/جنوری ۱۹۲۵ء)

○ ''تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے۔ مکہ اور مدینہ اور قادیان''۔

(ازالہ اوہام ص ۳۴۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۱۴۰ ج ۳ حاشیہ)

○ ''ہم مدینہ کی عزت کر کے خانہ کعبہ کی ہتک کرنے والے نہیں ہو جاتے۔ اسی طرح قادیان کی عزت کر کے مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ کی توہین کرنے والے نہیں ہو سکتے۔ خدا تعالیٰ نے ان تینوں مقامات (مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، قادیان) کو مقدس کیا اور ان تینوں مقامات کو اپنی تجلیات کے لیے چن لیا''۔

(تقریر از مرزا محمود۔ الفضل قادیان ۳/ستمبر ۱۹۳۵ء)

○ ''قادیان کیا ہے؟ خدا کے جلال اور اس کی قدرت کا چمکتا ہوا نشان ہے۔ قادیان خدا کے مسیح (مرزا) کا مولد و مسکن اور مدفن ہے''۔

(الفضل ۱۳/دسمبر ۱۹۳۲ء)

○ ''میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتادیا ہے کہ قادیان کی زمین بابرکت ہے۔ یہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ والی برکات نازل ہوتی ہیں''۔

(مرزا محمود۔ الفضل ۱۱/دسمبر ۱۹۳۲ء)

○ ''حضرت مسیح موعود (مرزا) نے فرمایا کہ جو لوگ قادیان نہیں آتے مجھے ان کے ایمان کا خطرہ رہتا ہے''۔

(انوار خلافت ص ۱۱۷)

○ عرب نازاں گر ارض حرم پر ہے
تو ارض قادیان فخر عجم ہے

(الفضل ۲۵/دسمبر ۱۹۳۲ء)

○ ''ومن دخلہ کان امنا''
ترجمہ: ''قادیان کی مسجد جائے امن ہے''۔

(تبلیغ رسالت ص ۱۵۲-۱۵۳ جلد ششم مجموعہ اشتہارات ص ج)

○ ''سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی''۔
ترجمہ: ''مسجد اقصیٰ سے مراد مسیح موعود (مرزا) کی مسجد ہے جو قادیان میں واقع ہے''۔

(خطبہ الہامیہ ص ۲۱۔ مندرجہ روحانی خزائن حاشیہ ص ۲۱ جلد ۱۶)

○ ''ہمارا جلسہ بھی حج کی طرح ہے۔ جیسا کہ حج میں رفث فسوق اور جدال منع ہے''۔

(خطبہ مرزا محمود مندرجہ برکات خلافت ص ہ۔ مجموعہ تقاریر مرزا محمود جلسہ سالانہ ۱۹۱۴ء)

○ ''جیسے احمدیت کے بغیر (یعنی مرزا) کو چھوڑ کر جو اسلام باقی رہ جاتا ہے۔ وہ خشک اسلام ہے۔ اسی طرح اس ظلی حج (جلسہ قادیان) کو چھوڑ کر مکہ والا حج بھی خشک رہ جاتا ہے''۔

(پیغام صلح ۱۹/اپریل ۱۹۳۳ء)

○ ''لوگ معمولی اور نفلی طور پر حج کرنے کو بھی جاتے ہیں۔ مگر اس جگہ (قادیان) نفلی حج سے ثواب زیادہ ہے۔ اور غافل رہنے میں نقصان اور خطر کیونکہ سلسلہ آسمانی ہے اور حکم ربانی''۔

(آئینہ کمالات ص ۳۵۲۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۳۵۲ ج ۵)

علماء اولیاء امت

حضرات علماء کرام اور اولیاء عظام، اللہ تعالیٰ کی انسانی مخلوق کا نہایت بیش قیمت حصہ ہے۔ ایسا حصہ جسے اللہ رب العزت نے خود اپنا دوست قرار دیا۔ انہیں ایمان وتقویٰ کا علمبردار بتلایا اور واضح فرمایا کہ دنیا وآخرت میں ہر قسم کی بشارتیں ان کے لیے ہیں۔ اہل علم کے لیے قرآن وسنت میں جا بجا تعریف آمیز کلمات ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ علم نور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اس سے کسی کو حصہ ملنا بڑی ہی سعادت ہے۔

علماء کی توہین وتذلیل کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدترین جرم قرار دیا اور ایسے لوگوں کے متعلق واضح کیا کہ ان لوگوں کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

لیکن صد ہزار حیف اس قادیانی مردود پر کہ اس نے قریب العہد اور قریب العصر نامور علماء وصلحاء کا نام لے لے کر انہیں مغلظات سنائیں اور برا بھلا کہا۔ بھلا ایسا آدمی اس قابل ہے کہ اسے کوئی منہ لگائے۔

حیرت ہے ان لوگوں پر جو ذات شریف کو نبی بنا کر بیٹھے ہیں ؎

کار شیطان می کند نامش ''نبی''
گر ''نبی'' ایں است لعنت بر ''نبی''

حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے متعلق لکھا:

○ ''مجھے (مرزا) ایک کتاب کذاب کی طرف سے پہنچی ہے وہ خبیث کتاب اور بچھو کی طرح نیش زن ہے۔ پس میں نے کہا کہ اے گولڑہ کی زمین تجھ پر لعنت تو ملعون (پیر صاحب) کے سبب سے ملعون ہوگئی۔ پس تو قیامت کو ہلاکت میں پڑے گی''۔

(اعجاز احمدی ص ۷۵۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۱۸۸ ج ۱۹)

○ ''لومڑی کی طرح بھاگتا پھرتا ہے...... جاہل بے حیا''۔

(نزول المسیح ص ۶۳۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۴۴۱ ج ۱۸)

اہل حدیث رہنما مولانا محمد حسین بٹالوی کے متعلق لکھا کہ:

○ ''کذاب، متکبر، سربراہ گمراہان، جاہل، شیخ احمقان، عقل کا دشمن، بدبخت، طالع منحوس، لاف زن، شیطان، گمراہ شیخ مفتری''۔

(انجام آتھم ص ۲۴۱_۲۴۲۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۲۴۱_۲۴۲ ج ۱۱)

مولانا نذیر حسین دہلوی کے متعلق لکھا کہ:

○ ''وہ گمراہ اور کذاب ہے''۔

(انجام آتھم ص ۲۵۱۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۲۵۱ ج ۱۱)

مولانا عبدالحق دہلوی کے متعلق لکھا کہ:

○ ''وہ لاف زنوں کا رئیس ہے۔ اسی طرح مولانا عبداللہ ٹونکی، مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کو بھی''۔

(انجام آتھم ص ۲۵۱۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۲۵۱ ج ۱۱)

مولانا علی حائری شیعہ رہنما کے متعلق کہا کہ:

○ ''سب سے جاہل ہے''۔

(اعجاز احمدی ص ۴۷۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۱۸۶ ج ۱۹)

مولانا ثناء اللہ امرتسری کو:

○ ''عورتوں کی عار کہا''۔

(اعجاز احمدی ۸۳۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۱۹۶ ج ۱۹)

مولانا رشید احمد گنگوہی کے متعلق لکھا کہ:

○ ''اندھا شیطان، گمراہ دیو، شقی، ملعون''۔

(انجام آتھم ص ۲۵۲۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۲۵۲ ج ۱۱)

○ ''ہمارے مخالف سخت شرمندہ اور لاجواب ہو کر آخر کو یہ عذر پیش کر دیتے ہیں کہ ہمارے بزرگ ایسا ہی کہتے چلے آئے ہیں نہیں سوچتے کہ وہ بزرگ معصوم نہ تھے بلکہ جیسا کہ یہودیوں کے بزرگوں نے پیش گوئیوں کے سمجھنے میں ٹھوکر کھائی، ان بزرگوں نے بھی ٹھوکر کھالی''۔

(ضمیمہ براہین پنجم ص ۱۲۴۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۲۹۰ ج ۲۱)

○ ''میں خاتم الاولیاء ہوں۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا''۔

(خطبہ الہامیہ ص ۳۵۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۷۰ ج ۱۶)

○ ''جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں۔ میں ان سب سے افضل ہوں''۔

(حقیقۃ الوحی ۳۹۱۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۴۰۶ ج ۲۲)

○ ''حضرت مرزا صاحب جمیع اہل بیت طیبین، طاہرین کہ اس میں دیگر اولیاء اللہ و مجددین امت بھی شامل ہیں ان سب سے بڑھ گئے۔ جو کچھ ان کتابوں میں متفرق تھا وہ آپ میں مجموعی طور پر آ گیا''۔

(الفضل قادیان جلد ۳ نمبر ۱۰۷ مورخہ ۱۸/ اپریل ۱۹۷۶ء)

○ ''سو یہ عاجز (مرزا) بیان کرتا ہے نہ فخر کے طریق پر بلکہ واقعی طور پر شکراً نعمۃ اللہ کہ اس عاجز کو خدا تعالیٰ نے ان ہستیوں پہ فضیلت بخشی کہ جو حضرت مجدد صاحب (الف ثانی) رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بہتر ہیں''۔

(حیات احمد ج ۲ نمبر ۲ ص ۷۹ مولفہ یعقوب قادیانی)

جملہ مخالفین کے خلاف

انبیاء علیہم السلام دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نمائندے ہوتے ہیں اور وہ اپنے حلقہ نبوت کی دنیا کو حق کی طرف بلاتے اور دعوت دیتے ہیں۔ کچھ ان کی مان کر حلقہ اسلام میں آجاتے ہیں تو کچھ نامرادی کا طوق گلے میں باندھ لیتے ہیں۔

انبیاء کے اخلاق اتنے عظیم اور بلند ہوتے ہیں کہ اپنے بدترین مخالفین کے خلاف بھی کبھی بدزبانی نہیں کرتے۔ یہ بات نبوت کے مقام سے بہت فروتر ہے لیکن غلام ہندوستان میں غیروں کی ضروریات کی تکمیل کے لیے نبوت کا ڈھونگ رچانے والے مرزا غلام احمد نے اپنے مخالفین کے خلاف جو زبان استعمال کی وہ اس کا سب سے بڑا ثبوت ہے کہ مرزا قادیانی کا مقامِ انسانیت سے بھی کوئی تعلق نہیں۔

اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ اعلان بھی کیا کہ:

○ ''اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لیے اس کو مدارِ نجات ٹھہرایا''۔

(اربعین نمبر ۴ از مرزا غلام احمد قادیانی حاشیہ ص ۷۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۴۳۵ ج ۱۷)

تمام مسلمانوں کے لیے فتویٰ کفر

○ ''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں

نے حضرت مسیح موعود (مرزا) کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں''۔

(آئینہ صداقت ص ۳۵ مصنفہ مرزا محمود احمد)

○ ''ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے، مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہیں مانتا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مانتا ہے پر مسیح موعود (مرزا) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے''۔

(کلمۃ الفصل ص ۱۱۰ مرزا بشیر احمد بن مرزا غلام احمد قادیانی۔ مندرجہ ریویو جلد ۱۴۔ مارچ/ اپریل ۱۹۱۵ء)

○ ''جو میرے مخالف تھے ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا''۔

(نزول المسیح ص ۴۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۳۸۲ ج ۱۸ حاشیہ)

○ ''اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں''۔

(انوار الاسلام ص ۳۰۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۳۱ ج ۹)

○ ''دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں''۔

(نجم الہدیٰ ص ۵۳۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۵۳ ج ۱۴)

○ ''تحریک احمدیت اسلام کے ساتھ وہی رشتہ رکھتی ہے جو عیسائیت کا یہودیت کے ساتھ تھا''۔

(منقول از مباحثہ راولپنڈی ص ۲۴۰)

○ ''کفر دو قسم پر ہے۔ ایک کفر یہ کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود (مرزا) کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے۔ اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے پس اس لیے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں''۔

(حقیقۃ الوحی ص ۱۷۹۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۱۸۵ ج ۲۲)

○ ''میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے مگر رنڈیوں (بدکار عورتوں) کی

اولاد نے میری تصدیق نہیں کی“۔ (ترجمہ)

(آئینہ کمالات اسلام ۵۴۷۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۵۴۷۔۵۴۸ ج ۵)

اصل عبارت عربی میں ہے اس کا ترجمہ ہم نے لکھا ہے۔ مرزا کے الفاظ یہ ہیں: الاذریۃ البغایا۔ عربی کا لفظ البغایا جمع کا صیغہ ہے۔ واحد اس کا بغیۃ ہے جس کا معنی بدکار، فاحشہ، زانیہ ہے۔ خود مرزا نے خطبہ الہامیہ ص ۱۷ میں لفظ بغایا کا ترجمہ بازاری عورتیں کیا ہے اور ایسے ہی انجام آتھم کے ص ۲۸۲، نور الحق حصہ اول ص ۱۲۳ میں لفظ بغایا کا ترجمہ نسل بدکاران، زناکار، زن بدکار وغیرہ کیا ہے۔

○ ”خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے“۔

(تذکرہ ص ۶۰۰۔ الہام مارچ ۱۹۰۶ء)

مسلمانوں سے معاشرتی بائیکاٹ

مرزائیوں کا عجیب معاملہ ہے کہ وہ ایک طرف تو مسلمانوں سے یہ تقاضا کرتے ہیں کہ انہیں اپنا حصہ سمجھا جائے، انہیں برابر کے حقوق ملیں اور مسلمان معاشرتی زندگی میں ان سے مل جل کر رہیں۔ اس کو آپ حقیقت کا نام دیں گے یا منافقت کا کہ ان کی یہ جملہ خواہشیں اور جملہ تقاضے ان کے گرو اور ان کے پسماندگان کی تعلیمات کے خلاف ہیں۔

مرزائی دنیا کی تحریرات میں شادی بیاہ سے لے کر جنازہ اور تدفین تک جملہ معاملات میں بائیکاٹ اور انقطاع کی تعلیم ہے اور اس پر بھرپور زور دیا گیا ہے کہ مسلمانوں سے کسی قسم کا معاملہ نہ رکھیں حتیٰ کہ ان کے معصوم بچوں کا جنازہ تک نہ پڑھیں۔

سوال یہ ہے کہ جب مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ”خلفاء“ کی تعلیمات یہ ہیں تو پھر وہ مسلمانوں سے باہمی روابط کا کیوں مطالبہ اور تقاضا کرتے ہیں۔

اس دوغلے اور منافقانہ رول کا اندازہ کرنے کے لیے درج ذیل تحریرات سب سے بڑا ثبوت ہیں:

○ ”حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اس احمدی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے، جو اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے۔ آپ کو ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا لیکن آپ نے یہی فرمایا کہ

لڑکی کو بٹھائے رکھو لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو۔ آپ کی وفات کے بعد اس نے غیر احمدیوں کو لڑکی دے دی۔ تو حضرت خلیفہ اول حکیم نورالدین نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹا دیا اور جماعت سے خارج کر دیا اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی۔ باوجودیکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا“۔

(انوار خلافت ص ۹۳۔۹۴ مصنفہ مرزا محمود)

○ ”حضرت مسیح موعود کا حکم اور زبردست حکم ہے کہ کوئی احمدی غیر احمدی کو اپنی لڑکی نہ دے۔ اس کی تعمیل کرنا بھی ہر احمدی کا فرض ہے“۔

(برکات خلافت مجموعہ تقاریر محمود ص ۲۵)

○ ”پانچویں بات جو کہ اس زمانہ میں ہماری جماعت کے لیے نہایت ضروری ہے وہ غیر احمدی کو رشتہ دینا ہے جو شخص غیر احمدی کو رشتہ دیتا ہے وہ یقیناً حضرت مسیح موعود کو نہیں سمجھتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ احمدیت کیا چیز ہے؟ کیا کوئی غیر احمدیوں میں ایسا بے دین ہے جو کسی ہندو یا عیسائی کو اپنی لڑکی دے دے۔ ان لوگوں کو تم کافر سمجھتے ہو مگر اس معاملہ میں وہ تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کر بھی کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے مگر احمدی کہلا کر کافر کو دے دیتے ہو“۔

(ملائکتہ اللہ ص ۴۶ مصنفہ مرزا محمود)

○ ”ہم تو دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے غیر احمدیوں کے ساتھ صرف وہی سلوک جائز رکھا ہے جو نبی کریمؐ نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں۔ ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلق کا بھاری ذریعہ رشتہ و ناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لیے حرام قرار دیئے گئے۔ اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں کہ نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے“۔

(کلمۃ الفصل ج ۱۴۔ ۱۶۹ مصنفہ مرزا بشیر احمد پسر مرزا قادیانی)

○ ”صبر کرو اور اپنی جماعت کے غیر کے پیچھے نماز مت پڑھو“۔

(قول مرزا غلام احمد مندرجہ اخبار ”الحکم“ قادیان ۱۰/ اگست ۱۹۰۱ء۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۴۱۷ ج ۱۷)

○ ”پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو“۔

(اربعین نمبر ۳ ص ۳۴ حاشیہ۔ مندرجہ روحانی خزائن ص ۴۱۷ ج ۱۷)

○ ''ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور نہ ان کے پیچھے نماز پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خداتعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں''۔

(انوار خلافت ص ۹۰ از مرزا محمود)

○ ''غیر احمدی مسلمانوں کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں حتیٰ کہ غیر احمدی معصوم بچے کا بھی جائز نہیں''۔

(انوار خلافت ص ۹۳ از مرزا محمود نیز الفضل مورخہ ۳۱/ اگست ۱۹۱۷ء الفضل ۳۰/ جولائی ۱۹۳۱ء)

نیز معلوم عام بات ہے کہ چودھری ظفر اللہ خان وزیر خارجہ پاکستان، قائداعظم محمد علی جناح کی نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوا اور الگ بیٹھا رہا۔ جب اسلامی اخبارات اور مسلمان اس چیز کو منظر عام پر لائے تو جماعت احمدیہ کی طرف سے جواب دیا گیا کہ:

○ ''جناب چودھری ظفر اللہ خان صاحب پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے قائداعظم کا جنازہ نہیں پڑھا۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ قائداعظم احمدی نہ تھے۔ لہٰذا جماعت احمدیہ کے کسی فرد کا ان کا جنازہ نہ پڑھنا کوئی قابل اعتراض بات نہیں''۔

(ٹریکٹ ۲۲ عنوان احراری علماء کی راست گوئی کا نمونہ۔ الناشر مہتمم نشرو اشاعت نظارت دعوت و تبلیغ، صدر انجمن احمدیہ ربوہ ضلع جھنگ)

جب قادیانی امت پر مسلمانوں کی جانب سے اعتراض کیا گیا کہ قائداعظم مسلمانوں کے محسن تھے اور تمام ملت اسلامیہ نے ان کا جنازہ پڑھا ہے تو جماعت احمدیہ نے جواب دیا کہ:

○ ''کیا یہ حقیقت نہیں کہ ابوطالب بھی قائداعظم کی طرح مسلمانوں کے بہت بڑے محسن تھے مگر نہ مسلمانوں نے آپ کا جنازہ پڑھا اور نہ رسول خدا نے''۔

(الفضل ۲۸/ اکتوبر ۱۹۵۲ء)

الگ دین، الگ امت

مرزا غلام احمد قادیانی کے سلسلہ کے تمام لوازم اور مناسبات کو دیکھتے ہوئے اس امر کا فیصلہ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی کہ وہ اپنے پیروؤں کو تمام مسلمانوں سے ایک الگ امت بنانے میں کس درجہ ساعی و کوشاں ہیں۔ حسب ذیل تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

○ ''حضرت مسیح موعود (مرزا) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح

اور چند مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض یہ کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ان سے اختلاف ہے''۔

(خطبہ مرزا محمود الفضل جلد ۱۹ نمبر ۱۳)

○ ''کیا مسیح ناصری نے اپنے پیروؤں کو یہودیوں سے الگ نہیں کیا؟ کیا وہ انبیاء جن کے سوانح کا علم ہم تک پہنچا ہے اور ہمیں ان کے ساتھ جماعتیں بھی نظر آتی ہیں۔ انہوں نے اپنی جماعتوں کو غیروں سے الگ نہیں کیا؟ ہر شخص کو ماننا پڑے گا کہ بے شک کیا ہے۔ پس اگر حضرت مرزا صاحب نے ہی جو کہ نبی اور رسول ہیں اپنی جماعت کو منہاج نبوت کے مطابق غیروں سے علیحدہ کر دیا تو نئی اور انوکھی کون سی بات ہے''۔

(الفضل ج ۵ شمارہ ۶۹، ۷۰)

○ ''مگر جس دن سے کہ تم احمدی ہوئے۔ تمہاری قوم تو احمدیت ہوگئی، شناخت اور امتیاز کے لیے اگر کوئی پوچھے تو اپنی ذات یا قوم بتا سکتے ہو ورنہ اب تو تمہاری گوت، تمہاری ذات احمدی ہی ہے۔ پھر احمدیوں کو چھوڑ کر غیر احمدیوں میں کیوں قوم تلاش کرتے ہو''؟

(ملائکتہ اللہ ص ۴۶۔ ۴۷ از مرزا محمود)

''میں نے اپنے نمائندہ کی معرفت ایک بڑے ذمہ دار انگریز افسر کو کہلوا بھیجا کہ پارسیوں اور عیسائیوں کی طرح ہمارے حقوق بھی تسلیم کیے جائیں۔ جس پر اس افسر نے کہا کہ وہ تو اقلیت ہیں اور تم ایک مذہبی فرقہ ہو۔ اس پر میں نے کہا کہ پارسی اور عیسائی بھی تو مذہبی فرقہ ہیں جس طرح ان کے حقوق علیحدہ تسلیم کیے گئے ہیں اس طرح ہمارے بھی کیے جائیں تم ایک پارسی کو پیش کر دو اس کے مقابلہ میں میں دو دو احمدیوں کو پیش کرتا جاؤں گا''۔

(مرزا بشیر الدین محمود کا بیان مندرجہ الفضل ۱۳/ نومبر ۱۹۴۶ء)

مرزائیوں کے قبرستان میں مسلمانوں کا بچہ بھی دفن نہیں ہو سکتا

○ ''کیونکہ غیر احمدی جب بلا استثناء کافر ہیں تو ان کے چھ ماہ کے بچے بھی کافر ہوئے اور جب وہ کافر ہوئے تو احمدی قبرستان میں ان کو کیسے دفن کیا جا سکتا ہے''۔

(اخبار پیغام صلح ج ۲۴ نمبر ۴۹ مورخہ ۳/ اگست ۱۹۳۶ء)

○ ''کیا کوئی شیعہ راضی ہو سکتا ہے کہ اس کی پاک دامن ماں ایک زانیہ کنجری کے ساتھ دفن کر

دی جائے اور کافر تو زنا کار سے بدتر ہے (مسلمان چونکہ مرزائیوں کے نزدیک کافر ہیں اس لیے وہ مرزائیوں کے قبرستان میں دفن نہیں ہو سکتے۔ناقل)"۔

(نزول المسیح ص ۴۷۔مندرجہ روحانی خزائن ص ۴۲۵ ج ۱۸)

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے بعض نہایت معتمد اور جماعت کے ذمہ دار لوگ از قسم مرزا محمود (فرزند مرزا غلام احمد اور جماعت کے دوسرے کرتا دھرتا) کی تحریرات جو بالکل بنیادی مسائل سے تعلق رکھتی ہیں۔ہم نے نہایت درجہ دیانتداری کے ساتھ ان کی اصل کتابوں سے نقل کی ہیں۔اس طرح اس کتابچہ کی مثال یہ ہے کہ ع

زبان میری ہے بات ان کی

اور اس پورے رسالہ میں محض چند صفحات ہمارے ہیں جو متفرق موضوعات کی ابتداء میں بطور تمہید لکھے گئے ہیں تاکہ برادران دینی کو بات سمجھنے میں آسانی ہو۔ان کی عبارات اور ہماری تحریر میں ۹ اور ا کی نسبت ہے۔ہمارے بس میں ہوتا تو ہم اپنے طور پر اتنا بھی نہ لکھتے، لیکن اتنی جسارت محض ناگزیر ضرورت کی بناء پر کی گئی۔اس کتابچہ سے مقصد کسی کی دل آزاری نہیں۔دل آزاری تب ہوتی ہے جب کسی پر الزام یا بہتان باندھا جائے۔ہم نے تو مرزائی جماعت کے بانی اور ذمہ دار حضرات کی تحریرات اکٹھی کی ہیں۔ظاہر ہے کہ دل کی آزاری کے ضمن میں نہیں آتیں بلکہ اس سے دل آزاری تو خود ہماری اور ہم جیسے کروڑوں غلامانِ محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کے نقل کے وقت بھی ہمارے دل کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ان کی سڑانداور ان کے لفظ لفظ میں چھپے ہوئے تیرونشتر سے ایک عام انسان بھی واقف ہو سکتا ہے۔برادران دینی سے درخواست ہے کہ اس رسالہ کو تبلیغی نقطہ نظر سے خوب پھیلائیں۔مرزائیت کی دلدل میں پھنسے ہوئے لاچار و مجبور مرزائی دوستوں تک اسے پہنچائیں اور انہیں ان کے مضامین سے آگاہ کریں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کے لیے اس رسالہ کو مفید بنائے اور ہمیں اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

رسولِ مجتبیٰ ﷺ کہیے محمد مصطفیٰ ﷺ کہیے
خدا کے بعد بس وہ ﷺ ہیں پھر اس کے بعد کیا کہیے

شریعت کا ہے یہ اصرار ختم الانبیاء ﷺ کہیے
محبت کا تقاضا ہے کہ محبوبِ خدا ﷺ کہیے

جب اُن ﷺ کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش ہو جائے
جب اُن ﷺ کا نام آئے مرحبا صلِّ علیٰ کہیے

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت دائرہ ہے نورِ وحدت کا
اسی کو ابتدا کہیے اسی کو انتہا کہیے

مرے سرکار ﷺ کے نقشِ قدم شمعِ ہدایت ہیں
یہ وہ منزل ہے جس کو مغفرت کا راستہ کہیے

نعت

باعثِ کائنات بھی حاصلِ کائنات بھی

حاملِ صد صفات ہے فخرِ رسل ﷺ کی ذات بھی

دونوں جہاں کی عظمتیں تیرے ﷺ وجود کی زکوٰۃ

تیرے ﷺ شعور کی گواہ رمزِ صفات و ذات بھی

آپ ﷺ نہ تھے تو کچھ نہ تھا منزلِ ہست و بود میں

گوش گذارِ دل نہ تھا زمزمۂ حیات بھی

تو ﷺ جو نہیں تو کچھ نہیں محفلِ کائنات میں

تیرے ﷺ کرم کا عکس ہے رونقِ کائنات بھی



کتاب کی پشت پر بھیرہ ضلع سرگودھا کی مشہور شیر شاہ سوری جامع مسجد بگویہ کی تصویر ہے جو 1861ء سے خاندان بگویہ کے علماء مشائخ کی بے لوث خدمات اور درس و تدریس سے آباد ہے۔